خُطباتِ اسلم

سوم

دعوت فکر و عمل کا ایک عظیم شاہکار

اصلاح ظاہر و باطن کا حسین امتزاج

افادات

مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

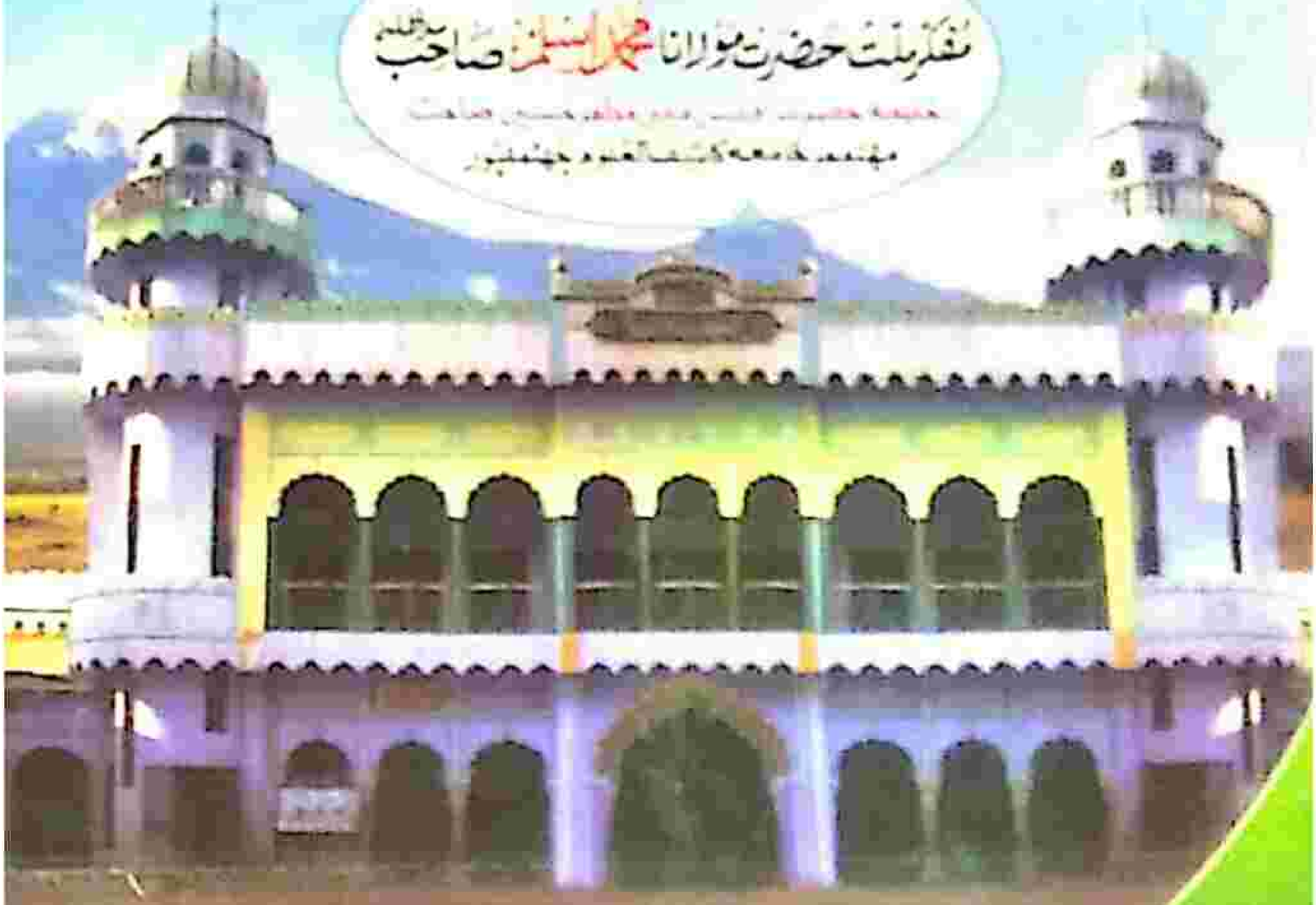

مرتب محمد ناظم قاسمی

شریف بک ڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور ضلع سہارنپور

1

○ ـــــــــ فکر انگیز خطبات کا جامع مرقع
○ ـــــــــ اصلاحِ ظاہر و باطن کا حسین امتزاج
○ ـــــــــ دعوتِ فکر و عمل کا ایک عظیم شاہکار

خطباتِ اسلم

جلدِ سوم

مفکرِ ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور

مرتب

محمد ناظم قاسمی

خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور

ناشر

شریف بکڈپو جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور ضلع سہارنپور یوپی

PIN NO 247662

TEL. 702272 702114

Scanned by CamScanner

جملہ حقوق محفوظ ہیں

نام کتاب ______ خطبات اسلم (جلد دوم)
مرتب ______ محمد ناظم قاسمی
بار اول ______ گیارہ سو (۱۱۰۰)
کتابت ______ ابوالحسنات قاسمی دیوبند
قیمت ______
سن طباعت ______ نومبر ۲۰۰۰ء
طباعت ______
ناشر ______ شریف بکڈپو چھٹملپور سہارنپور (یوپی) پن کوڈ: ۲۴۷۶۶۲

ملنے کے پتے

مکتبہ البلاغ دیوبند
دار الکتاب دیوبند
مکتبہ رشیدیہ نزد مظاہر علوم سہارنپور
مکتبہ ریاض اشرف العلوم گنگوہ
کتبخانہ نعیمیہ دیوبند
مکتبہ اسلم چھٹملپور (یوپی)

مجموعہ عناوین

خطبات کی اہمیت			۱۷
تقاریظ	۱۸	تا	۲۶
انتساب			۲۷
تشکر و امتنان			۲۸
اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے	۲۹	تا	۴۴
نکاح ایک عبادت ہے جواب تجارت بن گئی ہے	۴۵	تا	۶۰
جہیز کی حقیقت	۶۱	تا	۷۷
حج عشق خداوندی کا بے مثال نمونہ	۷۹	تا	۹۱
جنگ آزادی اور مسلمانوں کی قربانی	۹۳	تا	۱۰۷
مدارس اسلامیہ کا وجود وقت کی اہم ضرورت	۱۰۹	تا	۱۲۴
مسجد کا مقام اور اس کی تعمیر	۱۲۵	تا	۱۵۰
علم کسے کہتے ہیں؟	۱۵۱	تا	۱۷۴
اولاد کے حقوق	۱۷۵	تا	۲۰۴
عورتوں کی دینی جدوجہد	۲۰۵	تا	۲۴۲

Scanned by CamScanner

اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے ۲۹

ذکر کی فضیلت	۳۲
فاذکرونی اذکرکم	۳۴
اللہ کی یاد کو غنیمت جانو	۳۵
حافظ ابن حجر عسقلانی اور ذکر اللہ	۳۶
ذکر اللہ کی کثرت خاتمہ بالخیر کا سبب ہے	۳۷
ایک سبق آموز مثال	//
ذکر کرنے والوں کی تعریف	۳۸
روح کی بے چینی کا علاج	//
ایک خاص ذکر کی خاص تاثیر	۴۰
ذکر کی اہمیت	//
اللہ کے ذکر کے لئے کوئی قید و بند نہیں	۴۲
اللہ کو مت بھلاؤ۔	//

نکاح ایک عبادت ہے جواب تجارت بن گئی ہے ۴۵

دورِ حاضر کے نکاح	۴۸
رسومات کے اہتمام کا نتیجہ	۴۹
اسلام نے نکاح کو آسان اور سادہ بنایا تھا	۵۰
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا نکاح	۵۱
نکاح مجموعۂ عبادات ہے	//
تجارت بنام نکاح	۵۲
والدین کی غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ	۵۳
آپؐ کا طرزِ عمل ہمارے لئے نمونہ ہے	۵۴
مرد کی طرح عورت کی بھی ذمہ داری ہے	۵۵
والدین کی ذمہ داری	۵۷
نکاح جوڑ پیدا کرتا ہے۔	۵۸

Scanned by CamScanner

جہیز کی حقیقت ٦١

نکاح کا مقصد ٦٤
مقاصدِ نکاح فوت کرنے کا نتیجہ ٦٥
جہیز کا لالچ تباہ کر دیتا ہے برباد کر دیتا ہے //
جہیز کیا ہے؟ ٦٧
اسوۂ رسولِ اکرم ﷺ //
تاریخ کی شہادت ٦٨
فاطمہؓ کے جہیز کی تفصیل //
اسلاف کے عمل کا جائزہ دورِ حاضر کے معیار پر //
صحابہ کا عمل اور جہیز ٦٩
امت کو تڑپ اٹھنا چاہیے ٧٠
مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابو الحسن علی ندویؒ ٧١
ملک شام میں جہیز کی کوئی رسم نہیں ہے ٧٢
ہماری غفلت کا نتیجہ //
رشتوں کا معیار ہی الٹ گیا ٧٣
تنبیہ ٧٤
جہیز کے مسائل ٧٥

حج عشقِ خداوندی کا بے مثال نمونہ ٧٩

عشقِ خداوندی کا مظہر ٨٤
حج کے فضائل و فرائض ٨٥
حج کرنے کے لئے دل کی چاہت اور تڑپ ضروری ہے ٨٦
یقین اور اطمینان سے مانگنا چاہئے ٨٧
سراپا قبولیت کا راز ٨٩
حج کا سفر بڑی عبرت و موعظت والا ہے //
حج کی عالم خصوصیت کا منظر ٩٠

Scanned by CamScanner

جنگِ آزادی اور مسلمانوں کی قربانی ۹۳

یوم جمہوریہ منانے کا مقصد محاسبہ کرنا ہے	۹۶
جنگِ آزادی کی دوسو سالہ تاریخ کا سرسری جائزہ	۹۷
محبِ وطن ٹیپو سلطانؒ ایک عظیم مجاہدِ آزادی	۹۸
شاہ عبدالعزیزؒ نے جہاد کا فتویٰ دیا	۹۹
علماء کی ایک بڑی جماعت وطن پر قربان ہوگئی	〃
مسلم قوم کی انگریز قوم سے نفرت کی حد	۱۰۰
وطن پر قربانی کا بے مثال کارنامہ	۱۰۱
انگریزوں کے پایۂ تخت میں ایک عالم کا نعرۂ آزادی	۱۰۲
مسلم عورتوں میں آزادی کا جوشِ جنوں	۱۰۳
بہار جواب ہند میں آئی ہوئی ہے	〃
چند ذلیل لوگوں نے پورے ملک کو نفرت کی آگ میں جھونک دیا ہے۔	۱۰۴
ملک ایک بار پھر قربانی مانگ رہا ہے	۱۰۵
یہ مادرِ وطن ہے تو ہر شخص اس کا فرزند ہے	۱۰۶
میری تقریر کا ثبوت تاریخ کی گواہی	〃
ایک پیغام	۱۰۷

مدارسِ اسلامیہ کا وجود وقت کی اہم ضرورت ۱۰۹

مدارس اسلامیہ کی ضرورت وحاجت مزید بڑھ رہی ہے	۱۱۲
بنیادی مقاصد	۱۱۳
کام کی نوعیت کے لحاظ سے تعداد کم ہے	〃
مدارسِ اسلامیہ سب کے لئے یکساں مفید ہیں	۱۱۴
مدارس روح کی ضرورت کا سامان ہیں	۱۱۵
روح کی غذا	۱۱۶
قیامِ مدارس	〃
ابنائے مدارس کا کردار	〃
امام احمد بن حنبل کی حق گوئی وبے باکی	۱۱۷
شیخ احمد سرہندیؒ کا جہادِ اکبر	〃
ہندوستان کو علمی مرکزیت ملی	۱۱۹
انگریز کا مقابلہ علماء نے کیا	〃
علماء کی کوششوں کا نتیجہ	۱۲۰
دین وسنت کی حفاظت کا ذریعہ مدارس ہیں	〃
ان مدارس کی نسبت صفہ سے ملتی ہے	۱۲۱
آج کی دانش گاہیں	〃
صفہ کے فارغین کو ذمہ داری کا احساس	〃
آج کے دانشوروں کی صورتِ حال	۱۲۲
ہندوستان اندلس بننے سے بچ گیا	〃
کوتاہ اندیشی کا نتیجہ	۱۲۳
ان مدارس کی قدر کرلو	〃

Scanned by CamScanner

مسجد کا مقام اور اس کی تعمیر ۱۲۵

انسان کے فعل سے عمل کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے	۱۲۸
مسجد کا مقام	۱۲۹
نمازی اللہ کا مہمان ہے	۱۳۱
مہمانوں کے بھی درجے ہوتے ہیں	۱۳۲
مسجد پوری امت کا اسلامی مرکز ہے	″
نبی اکرمؐ کے زمانہ میں مسجد کا مقام	۱۳۳
تعمیر مسجد	″
مسجد کی تعمیر جنت میں اپنا گھر تعمیر کرنا ہے	۱۳۴
مدینہ میں حضورؐ کا سب سے پہلا کارنامہ	″
تاریخ مسجد نبوی علیہ السلام	″
مسجد کی تعمیر صدقہ جاریہ ہے	۱۳۵
سیدنا حضرت عمرؓ کا سب سے بڑا کارنامہ	۱۳۶
شاہان ہند کے جلیل القدر کارنامے	″
عبرت و موعظت	۱۳۷
خبر پر یقین کی مثال	۱۳۸
مسجد کی تعمیر ایمان والوں کا کام ہے	۱۳۹
مسجد کی تعمیر پر توجہ	۱۴۰
احکام و مسائل اور متعلقات مسجد	۱۴۲

علم کسے کہتے ہیں؟ ۱۵۱

علم کی فضیلت کلام الٰہی سے	۱۵۴
علم والوں کا دنیا میں اعزاز و اکرام	۱۵۵
علم والوں کا آخرت میں اعزاز و اکرام	۱۵۶
علم کی فضیلت میں مختلف آیات قرآنیہ	″
علم سے پہلے اور علم کے بعد کا فرق	۱۵۸
علم کا دھوکہ ہو گیا ہے	۱۵۹
علم کسے کہتے ہیں	۱۶۱
یہی علم تھا کہ جس کے ساتھ اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو متصف کیا	″
اگر اس کے علاوہ کوئی اور علم ہوتا	۱۶۵
ایک نکتہ	″
جتنی روزی مقدر ہے وہ ملے گی	۱۶۶
حقیقت میں علم الٰہی عقلمند اور دانا ہوتا ہے	۱۶۷
وقتی اور عارضی نفع والے علم پر عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف ہو رہا ہے۔	۱۶۸
غلط فہمی کا ازالہ	″
علم دین کی چند عمومی خصوصیات	۱۶۹
علم کے لئے ہمارے اسلاف نے حیرت انگیز قربانیاں دیں	۱۷۰
حصول علم پر تیس ہزار روپے بے دریغ خرچ کر دیئے	۱۷۱
طالب علم کی فضیلت	۱۷۳
زیادتی علم کے لئے دعا	″

Scanned by CamScanner

اولاد کے حقوق ١٧٥

اس موضوع پر بیان کرنے کی وجوہات ١٧٨
اولاد کے حقوق ادا کرنیکے بعد اپنے حقوق کا مطالبہ درست ہے ١٧٩
والدین کے لئے ایک عبرت انگیز واقعہ ١٨٠
پہلے آپ اپنی ذمہ داری پوری کریں ١٨١
اولاد کے حقوق کی اہمیت سمجھئے ١٨٢
اولاد کی تربیت نہ کرنے کا نتیجہ ١٨٣
حق تلفی کا احساس نہ ہونے کی وجہ ١٨٤
اولاد کی تربیت پر ہی بھلائی کا انحصار ہے ١٨٥
مرنے کے فوراً بعد جنت یا دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کیا جاتا؟ //
اولاد ذریعۂ نجات ہوگی یا وسیلۂ عذاب ١٨٧
اولاد بھی صدقۂ جاریہ ہے ١٨٨
تربیت کا مطلب //
اولاد کے جسم وروح کے دونوں تقاضوں کو پورا کیا جائے ١٨٩
مسلم اور غیر مسلم والدین میں فرق //
اولاد کے حقوق کے چند مراحل ١٩٠
اولاد کے حقوق کا پہلا مرحلہ ١٩١
بہت کم لوگ ہیں جو دینداری کو ترجیح دیتے ہیں //

صحیح ماں کی تربیت کے اثرات ١٩٢
دیندار عورت کے لئے دیندار مرد ہی کا انتخاب ہونا چاہئے ١٩٣
اولاد کے حقوق کا دوسرا مرحلہ //
حمل کے دوران والدین کو صلاح وتقویٰ اختیار کرنا چاہئے ١٩٤
والدین کے اخلاق کا اثر بچہ پر ١٩٥
ماں کی نیکی کے اثرات ١٩٦
اولاد کے حقوق کا تیسرا مرحلہ //
پیدائش کے فوراً بعد یوم ازل کا میثاق یاد دلائیں ١٩٧
اولاد کے حقوق کا چوتھا مرحلہ //
دودھ کے ذریعے ماں پاکیزہ رجحانات منتقل کرتی ہے ١٩٨
تحنیک بھی اچھا عمل ہے //
اولاد کے حقوق کا پانچواں مرحلہ ١٩٩
بچوں کے نام رکھنے کا طریقہ //
ختنہ شعائر اسلام میں سے ہے //
اولاد کے حقوق کا چھٹا مرحلہ ٢٠٠
بچوں کی دینی تعلیم کا نظم معقول ہونا چاہئے ٢٠١
بچوں کی اسلامی تربیت کا پورا دھیان رکھیں ٢٠٢
اللہ کے نبی نے تربیت کے مواقع بتلائے ہیں //
اولاد کے حقوق کا ساتواں مرحلہ ٢٠٣
پوری تقریر کا خلاصہ //

Scanned by CamScanner

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

غرض مطلب ہے جھک جانا نہیں زیبا ہے مجھے
نیک نیت اگر تیری تو کیا پروا ہے تجھے

عورتوں کی دینی جدوجہد ٢٠٥

عورت پر محنت تقاضائے دین ٢٠٩
دورِ جاہلیت کی عورتوں کی حالت ٢١٠
دین کی خاطر ہجرت کرنے والی پہلی عورت ٢١٢
سید الانبیاء ﷺ پر سب سے پہلے ایمان لانے والی عورت ٢١٣
دین کی خاطر سب سے پہلے جان کی قربانی دینے والی عورت ٢١٤
سب سے پہلے جہاد کی خاطر تیغ اٹھانے والی عورت ٢١٩
دین کی محنت عورتوں کا فرض ہے ٢١٩
دین کی خاطر سب سے پہلے تین ہجرتیں کرنے والی عورت ٢٢٠
عورتوں کی تبلیغ پر ایمان لانے والے جلیل صحابہ ٢٢١
صحبت کی تربیت کا اثر والدین سے زیادہ ہے ٢٢٢
والدہ کی دینی تربیت کا اثر ٢٢٣
ماں کی دینی زندگی کا اثر ٢٢٤
دین کی خاطر قربانی کا جذبہ ٢٢٥
اللہ کی اطاعت کی برکت سے بچاؤ ٢٢٦
مسلمان عورت کی ذمہ داری ٢٢٧
اللہ تعالیٰ عورت سے محبت کرتے ہیں ٢٢٨
بناتِ اسلام ٢٣٠

خطبات کی اہمیت

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ
عَلَیْکُمْ بِمُجَالَسَۃِ الْعُلَمَآءِ وَاسْتِمَاعِ کَلَامِ
الْحُکَمَآءِ فَاِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی یُحْیِ الْقَلْبَ
الْمَیِّتَ بِنُوْرِ الْحِکْمَۃِ کَمَا یُحْیِ الْاَرْضَ
الْمَیْتَۃَ بِمَآءِ الْمَطَرِ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
اہلِ علم کی ہم نشینی اور اہلِ حکمت کا کلام سننے کو خود پر لازم کرلو
اس لئے کہ حق تعالیٰ شانہ قلبِ مردہ کو نورِ حکمت سے ایسے زندہ فرماتے ہیں
جیسے مردہ زمین کو بارش کے پانی سے۔ (الحدیث)
بحوالہ منبہات ابن حجر عسقلانیؒ

رائے گرامی

علم و عمل کے آفتاب و ماہتاب جگر گوشۂ شیخ الاسلام حضرت مولانا سید ارشد مدنی صاحب دامت برکاتہم
ناظم تعلیمات دار العلوم دیوبند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مولانا محمد اسلم صاحب زید مجدہم مہتمم مدرسہ کاشف العلوم چھٹمل پور کی تقریروں کے مجموعہ کو مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی نے جمع کیا ہے جو تین جلدوں میں آچکا ہے۔ راقم الحروف نے مولانا موصوف کی تقریر سنی ہے اللہ نے ان کو بہترین انداز خطابت عطا فرمایا ہے اور زبان بھی شستہ ہے، تقریر سنکر اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا بے جھجک اور بے تکلف اپنے مافی الضمیر کو پاکیزہ زبان میں پیش کرنے پر قدرت رکھتے ہیں اور مجمع پر اثر انداز ہوجاتے ہیں۔

پھر اس مجموعہ پر نظر ڈالنے کے بعد بھی اندازہ ہوتا ہے کہ مولانا محمد اسلم صاحب زید مجدہم مختلف موضوعات پر خواہ وہ علمی ہوں یا اصلاحی یکساں قدرت رکھتے ہیں جو اس زمانہ میں کم یاب ہے۔ راقم الحروف دعا گو ہے کہ اللہ اس کتاب کو قبول فرمائے اور مفید عام بنائے۔ آمین۔

میں مولانا قاسمی صاحب کو اس گرانمایہ خدمت پر تہہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں نیز دعا گو ہوں کہ اللہ مولانا اسلم صاحب کی عمر میں برکت عطا فرمائے اور مدرسہ کاشف العلوم کو بھی شرور و فتن سے مامون رکھے آمین ثم آمین۔

(مولانا سید ارشد مدنی صاحب) مدنی منزل دیوبند
۲۱/۷/۱۶ھ

تقریظ

مجاہد ملت حضرت اقدس الحاج مولانا محمد ابراہیم صاحب مظاہری
مہتمم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ بھروچ گجرات

بسمہ تعالیٰ

میرے شاگرد رشید عزیز مکرم مولانا محمد ناظم قاسمی سلمہ نے گرانقدر علمی خطبات کو مرتب کیا۔ بندہ نے چیدہ چیدہ مقامات سے بنظر غائر مطالعہ کیا۔ اگرچہ میں خطابت کے وہبی اور کسبی اسرار و رموز سے ناآشنا ہوں مگر پھر بھی بیان کی جادوگری اور سحر آفرینی ایک ایک لفظ میں محسوس ہوئی۔ اور بقول اقبال ؒ

ع دل سے جو بات نکلتی اثر رکھتی ہے

ایک اہل دل خطیب کے سوز و گداز، سسکتی ہوئی انسانیت اور دم توڑتی ہوئی امت میں نئی روح پھونکنے کے لئے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے نکلے ہوئے ایک ایک لفظ نے متأثر کیا۔ یقیناً ہر تقریر میں فلاح کا پیغام پوشیدہ ہے، تساہل پسندوں کے لئے مہمیز ہے فتنوں سے نبرد آزما ہونے کا طریقہ ہے، ہر ماحول کے لئے دعوتِ فکر و

عمل ہے، تہذیب معاشرہ کی ترغیب ہے اور فکرِ عقبیٰ کی تذکیر ہے۔
ساتھ ہی عزیز کی حسنِ ترتیب نے کتاب کی افادیت کو اور زیادہ کردیا ہے۔
عزیز موصوف نے جس جانفشانی اور عرق ریزی کے ساتھ ایک اہلِ دل کے
دل سے نکلے ہوئے اصلاح کن کلمات کو حسین پیرایہ میں ترتیب دیا ہے،
وہ اس پر قابلِ مبارکباد اور لائقِ ستائش ہیں۔
دعاگو ہوں کہ باری تعالیٰ اس کتاب کو مفیدِ عام و خاص بنا کر
خطیبِ محترم مفکرِ ملت کے سایہ کو تادیر قائم رکھے۔ مرتب میں اور زیادہ
کام کرنے کا عزم، ہمت اور حوصلہ پیدا فرمائے
ع ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

بندۂ مسکین
محمد ابراھیم مظاہری
خادم جامعہ قاسمیہ عربیہ کھروڈ
بھروچ، گجرات

اظہارِ عقیدت

علم و ادب کے مہرِ درخشاں رفیقِ محترم جناب حضرت مولانا محمد ناظم ندوی صاحب

رئیس المعہد الاسلامی ملت منزل (؟) گجرات

اللہ رحمٰن، رحیم کے نام سے

رفیقِ محترم جناب مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی نے مصلحِ امت، خطیبِ ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ، ناظم جامعہ کاشف العلوم چھٹملپور کے خطبات سے ہزاروں تشنہ کامانِ علم و معرفت کی پیاسی روح کو سیراب کرنے کا جو مفید و نافع سلسلہ شروع کیا ہے وہ قابلِ قدر بھی ہے اور وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ کا بہترین مصداق بھی۔

علماء، نکتہ سنج، ماہرین، اصحابِ دعوت وعزیمت بلکہ سیرت و تاریخ کا یہ متفقہ فیصلہ ہے کہ الفاظ کی شوکت، تعبیرات کی سطوت، خطابت کی تو انائیاں اور تخیلات کی کائنات کی ستر کشی وہ انقلابی روح نہیں پیدا کرسکتی جو خلوص و صداقت کے آبشار، قلبی سوز و گداز اور درد و کرب کی گہری جھیل سے نکلنے والے جملے روح و وجدان کو متاثر کرکے اس میں سوزِ عشق اور نورِ یقین پیدا کردیتے ہیں، جس سے انسانیت کا پژمردہ چمن لہلہا اٹھتا ہے۔ خوش قسمتی کہ خطباتِ اسلم کی جلدوں میں دونوں عنصر نمایاں ہیں۔

برسوں کا شخصی جامع مسجد میں بھی اور دور و نزدیک مواقعات پر بھی مجھے حضرت مولانا مدظلہ کی تقریروں کو سننے کی سعادت میسر آئی ہے (اور خدا کرے یہ سلسلہ صحت کے ساتھ دیر تک چلتا رہے)۔ حقیقت یہ ہے کہ آپ کی تقریر کے جلو میں دعوت و عمل کا کارواں ہمرکاب بلکہ پابجولاں رہتا ہے۔ اور خطابت کی جولانی، سلاست و روانی

شستگی و شگفتگی کے ساتھ ان کے بے پناہ قلب کی صدا ہے جو ہزاروں بندگان خدا کو فکر و غفلت
اور روحانی توانائی حاصل ہوتی ہے اور وہ فکر آخرت اور عشق نبی کے شوق میں امید و بیم
کے ملے جلے جذبات میں گم ہو جاتے ہیں۔
کتنے مجھے تو ایسے ملے ہیں کہ آنسو آپ کی غیرت ایمانی اور شعلہ بیانی
سے متاثر ہو کر بہہ نکلے ہیں
تقریر سے ایسے چھڑے اور ان کی دنیا بدل گئی۔
ایک مرتبہ مظفر نگر کے کسی گاؤں میں جانا ہوا، تعارف کے بعد انھوں نے کہا کہ
ہم نے بچپن میں نماز جمعہ پڑھی اس روز وہاں کے مہتمم صاحب نے نماز سے پہلے
کی سنت پر تقریر فرمائی، اسی وقت سے ہم نے عہد کر لیا تھا کہ اس سنت کو کبھی ترک نہیں کریں گے
چنانچہ اس کی زندہ شہادت یہ ہے کہ سیکڑوں چہرے اس سنت نبوی سے
بارونق دکھائی دیتے ہیں۔
مرتب محترم ہم سب کی طرف سے مبارکباد کے مستحق ہیں کہ آپ نے اتنے اہم اور
مؤثر خطبات کا سلسلہ شروع کیا ہے جس کی یہ تیسری جلد منظر عام پر آرہی ہے۔ اس
سے پہلے دو جلدیں قبول عام حاصل کر چکی ہیں اور وہ ہند بیرون ہند میں ہر خطیب
کے بالیں پر دکھائی دیتی ہیں۔ بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ خطابت کا وہی اثر تحریر کے
قالب میں بھی نظر آجائے۔ لیکن یہ مرتب کے خلوص، سحر طرازی، سہل نگاری اور کمال
استحکام کی دلیل ہے کہ انھوں نے اس سحر انگیزی و اثر پذیری کو کسی طرح بھی متاثر نہیں
ہونے دیا۔ اور اس میں ربط قلب کے نغمہ و صوت کو برقرار رکھا۔
حق تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس جلد کو بھی مفید و نافع بنائے اور خطیب و مرتب
کے لئے ذخیرۂ آخرت۔

محمد ناظم ندوی

رئیس المعہد الاسلامی مانک مئو

۱۰ رجب ۱۴۳۱ھ

دُعائیہ

محسن و کرم فرما حضرت اقدس مولانا محمد صاحب مد ظلہ العالی

خطیب و امام مسجد ساجدین بلیک برن انگلینڈ

حامداً و مصلیاً اما بعد:

سہارنپور یوپی انڈیا کی علمی، دینی اور روحانی سر زمین پر جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور ایک مشہور و معروف اسلامی تعلیمات کا شاہکار ادارہ ہے۔

مجھے وہاں کے اہم کارکن جناب مولانا نثار احمد صاحب مظاہری کی دعوت پر حاضری کا شرف حاصل ہوا، ہدیہ میں دو جلدیں بنام خطبات اسلم دی گئیں۔ الحمد للہ مطالعہ کیا، خطبات اور صاحب خطبات سے لگاؤ پیدا ہوا، تیسری جلد کا شائق ہوا مگر معلوم ہوا کہ وہ ابھی زیر ترتیب ہے اور عنقریب منظر عام پر آجائے گی۔

مجھ سے تاثرات قلم بند کرنے کے لئے کہا گیا تو مجھے اپنی کم مائیگی اور بے بضاعتی کا احساس ہوا اور بالخصوص ایسی شخصیت کی بابت جو خود بہترین عالم دین، جید مبلغ اسلام اور علم و روحانیت کے جبل ہیں۔

Scanned by CamScanner

اور یہی کیا کم ہے کہ سامعین وقارئین کے لئے خطبات کا بھی ہر جملہ ہدایت نامہ
اسلام ہوتا ہے۔ تمام مواعظ اپنی علم وحکمت کے موتی ہیں اور لطائف و
معارف کے جواہرات سے بھرے ہوئے ہیں۔
بلاشبہ وعظ و ارشاد کی ... دور کا عالم خطیب موصوف کی زبان
مبارک کے ان ملفوظات کو روحانی صدقہ جاریہ بنا کر قبولیت و مقبولیت
ارزانی فرمائے اور اللہ پاک ان خطبات کے فیض سے مسلمانوں کو ہدایت
اور اپنی کی ظلمتوں سے نکال کر دین کے صحیح ذوق سلیم سے بہرہ مند
فرمائے۔ نیز مرتب نے یہ کاوش جس سعی بلیغ سے مستفیدین کے لئے
سہل کی ہے اللہ پاک ان کو اپنی شایان شان بدل نصیب فرمائے۔
آمین یا رب العالمین۔

(مولانا) محمد ... (صاحب)

خطیب وامام مسجد ساجدین

بلیک برن، یوکے

تأثرات

فخر الاماثل محب الاسلام حضرت مولانا الحاج محمد الیاس صاحب حفظہ اللہ

امام مسجد وقف البر الخیری حی النزہۃ مکۃ المکرمۃ

بانی جامعۃ البنات خدیجۃ الکبریٰ روڑکی ضلع ہردوار

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی خاتم النبیین وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔

اما بعد! نوح و ابراہیم، موسیٰ و عیسیٰ ودیگر انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم نے اپنی اپنی قوموں کو اصلاح و ہدایت کے لئے خطبات و ہدایات سے نوازا۔ سید الانبیاء محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ مکرمہ میں صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہوکر مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ کے ممبر سے اور عرفات کے میدان میں جبل رحمت کے دامن میں قصویٰ پر بیٹھے ہوئے خطبات سے نوازا۔ سفر وحضر میں اور ہر وقت امت اور انسانیت کی خیر خواہی، فلاح و ترقی کے لئے ارشادات وفرمودات سے مالا مال فرمایا۔

نبی آخر الزماں ﷺ کی وراثت سے امت کی اصلاح وہدایت کے

درس و افتاء، مکاتیب و خطبات کی نعمت بھی اس امت کے علماء کو نصیب ہوئی، ہر دور میں یہ اہم سلسلہ جاری رہا اور جاری ہے۔

خطبات اسلم اسی مبارک سلسلہ کی ایک اہم کڑی ہے جس میں درد و فکر ہے۔ حقائق و معارف کا خزانہ ہے۔ قوموں اور امتوں کے عروج و زوال کی داستان اور ماضی سے سبق لیتے ہوئے حال کی اصلاح اور مستقبل کی تعمیر و ترقی کے لئے رہنمائی ہے۔

اللہ رب العزت استاذ الاساتذہ حضرت مولانا الحاج محمد اسلم صاحب زید مجدہم کے ان گراں قدر عظیم خطبات سے امت کو بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

والسلام

محمد الیاس

مقیم حال مکۃ المکرمہ

انتساب

مرحوم باپ

اور

بوڑھی ماں کے نام

جن کی جد و جہد اور سعی پیہم کے نتیجہ میں بندہ اس خدمت گرامی کے لائق ہوا

والسلام

محمد ناظم قاسمی

Scanned by CamScanner

تشکر و امتنان

خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کا بے شمار بار احسان ہے کہ اس نے خطبات اسلم جلد اول، دوم کو بے پناہ مقبولیت عطا فرمائی، صرف دو سال میں تو ایڈیشن شائع ہو گئے۔ یہ تیسری جلد جو آپ کے دستِ مبارک میں ہے، اسی امید کے ساتھ پیش کر رہا ہوں کہ باری تعالیٰ دوسری جلدوں کی طرح اس کو بھی مقبولیتِ عامہ نصیب فرمائے۔

اس میں شک نہیں کہ خطیب العصر مفکر ملت حضرت مولانا محمد اسلم صاحب ادام اللہ ظلہٗ بذات خود تقویٰ و تقدس کے پیکر اور زہد و ورع کی حامل شخصیت ہے اور یہ اسی کی برکات کا ثمرہ ہے۔

میں تیسری جلد کی تکمیل پر پہلی جلدوں کی طرح پھر عزیز مکرم مولانا نثار احمد صاحب افغانی سلمہ اللہ تعالیٰ مدرس جامعہ کاشف العلوم کا ممنون ہوں کہ انھوں نے اس جلد کی بھی ترتیب و پیشکش کے لئے اپنی تمام تر صلاحیتیں وقف کر دیں۔ اور بھرپور تعاون دیا۔ اللہ انھیں اس کا نعم البدل عطا فرمائے۔

نیز ان محبین اور مخلصین کا جنھوں نے کسی بھی طرح حوصلہ افزائی فرمائی اور خطبات کی ترتیب میں اصلاحی مشوروں سے نوازا۔ اللہ پاک انکی جائز مرادیں پوری فرمائے۔ اور خطبات کے اس سلسلہ کو جاری رکھنے کی توفیق ارزانی فرمائے۔ آمین۔

مرتب
محمد ناظم قاسمی
خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور

اللہ کا ذکر بڑی دولت ھے

مفکر ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاھر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

باسمہٖ تعالیٰ شانہٗ

اللہ اللہ ہے تو یارو جہان ہے
ورنہ یارو جہاں ہی بے جان ہے
اللہ اللہ کر لے اس قدر
اللہ اللہ رہ جائے اور نفس جائے مر

اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے

الحمد للہ رب العلمین، والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ امابعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔

فَاذْكُرُوْنِیْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِیْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ۔

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

Scanned by CamScanner

محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت کا ہزاروں، لاکھوں، کروڑوں بار احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے اپنے پاک گھر میں اپنے ذکر کی توفیق عطا فرمائی یہ ذکر کے حلقے حقیقت میں جنت کے باغ ہیں۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جب جنت کے باغوں پر گذرو تو خوب چرو" کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ جنت کے باغ کیا ہیں؟ ارشاد فرمایا کہ ذکر کے حلقے۔ خوش نصیب ہیں وہ انسان جنھیں ذکر کی مجالس میں بیٹھنے کا موقع ہاتھ آجائے۔ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خوب چرو" جیسے جانور جب کسی سبزہ زار یا باغ میں چرنے لگتا ہے تو ہٹانے سے بھی نہیں ہٹتا، ڈنڈے پڑ رہے ہیں مالک ہٹا رہا ہے لیکن یہ ادھر سے منہ نہیں موڑتا۔ ایسا ہی شغف اور انہماک اور عشق و محبت اللہ کے ذکر سے ہونا چاہئے، دنیا کے مشاغل، یہاں کا شور وغوغا یہاں کی چمک دمک، رعنائیاں کوئی چیز اللہ کی یاد سے غافل نہ کرے، دل میں یہ بات بٹھا لو ؎

رنگ رلیوں پہ زمانہ کی نہ جانا اے دل ‌ ‌ خزاں ہے جو بانداز بہار آئی ہے

ذرا اس شان کے ساتھ اللہ کو یاد کرکے دیکھو، روح کو وجد آجائیگا ؎

عشق کی مضراب نے جب ساز دل چھیڑ دیا ‌ ‌ نکلے وہ نغمے کہ جن سے روح کو وجد آگیا

آج ان محفلوں کی قدر نہیں چائے خانوں کے لئے وقت ہے، دوستوں سے ملاقات کے لئے وقت ہے۔ اگر وقت نہیں ہے تو اس کے لئے نہیں جس نے یہ زندگی بخشی ہے۔

میرے عزیزو! حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جنت میں جانے کے بعد اہل جنت کو دنیا کی کسی چیز کا بھی قلق اور افسوس نہیں ہوگا سوائے اس گھڑی کے جو دنیا میں اللہ کے ذکر کے بغیر گذر گئی۔ خدائے پاک کی قسم ایک مرتبہ سبحان اللہ کہنا سارے عالم سے زیادہ قیمتی ہے۔ آج اللہ نے موقع دیا ہے جم کر سنو، عظمت کیساتھ سنو، عمل کی نیت سے سنو۔

ذکر کی فضیلت

محترم بزرگو اور دوستو! ______ میں نے حمد وصلوٰۃ

کے بعد قرآن حکیم کی ایک مختصر سی آیت تلاوت کی ہے جس میں پروردگار عالم نے فرمایا کہ "تم میرا ذکر کرو میں تمہارا ذکر کروں گا" تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا، تم میرا شکر کرو اور ناشکری نہ کرو"

دوستو اس آیت مبارکہ سے اللہ کی بے پناہ محبت اور اللہ کے ذکر کی بے انتہا فضیلت معلوم ہوتی ہے کہ اللہ کا ذکر بہت بڑی دولت ہے اور اللہ کو یاد کرنا یہ زندگی کا خلاصہ ہے۔

میرے بزرگو اور بھائیو! اگر آپ یکسوئی کے ساتھ تھوڑا سا غور وفکر فرمائیں تو معلوم ہو جائے گا کہ اللہ کا ذکر کرنا، اللہ کو یاد کرنا، یہ تمام عبادات کا خلاصہ اور لب لباب ہے۔ نماز ہو، روزہ ہو، حج ہو، زکوٰۃ ہو ان تمام عبادات کی غرض وغایت بھی یہی ہے کہ ہم اللہ کو یاد کریں، اللہ کا ذکر کریں، اللہ کی یاد سب یادوں میں کامیاب ترین یاد ہے اور سب دولتوں میں کامیاب ترین دولت ہے۔

ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے صحابہ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ کونسا عمل باری تعالیٰ کے یہاں زیادہ مقبول ہے؟ اللہ کے حبیب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اس حال میں تمہیں موت آئے کہ تمہاری زبان پر اللہ کا ذکر ہو۔"

باری تعالیٰ نے ایک مقام پر فرمایا "وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ" اللہ کا ذکر سب سے بڑی دولت ہے۔

آج چونکہ ہمارے دل میں اللہ کی عظمت نہیں، اللہ کی محبت نہیں، اور اللہ سے جو تعلق مطلوب ہے وہ نہیں، اللہ کی جیسی قدردانی ہونی چاہئے تھی وہ نہیں۔ اس لئے ہمیں اللہ تبارک وتعالیٰ کا ذکر بڑا معلوم نہیں ہوتا۔ ہاں ہمیں اپنی بیوی اور بچوں کا ذکر بڑا اور بھلا معلوم ہوتا ہے۔ ان کی باتوں اور اداؤں کو بیان کرنا خوشی ومسرت کا سبب معلوم ہوتا ہے، ان کی محبت کو باقی رکھنے کے لئے بلکہ مزید اضافہ کے لئے کوشش ہوتی ہے اور اس کے لئے اسباب جٹانے کی فکر ہوتی ہے۔ چنانچہ مولانا رومیؒ نے فرمایا ؎

اے کہ صبرت نیست از فرزند و زن
صبر چوں داری ز رب ذو المنن

Scanned by CamScanner

اے وہ شخص کہ جس کو اپنے بیوی بچوں کو خوش رکھنے کی فکر سے کبھی فراغت نہیں ہے
تجھے اپنے سب سے بڑے محسن پروردگار کی رضا جوئی سے کیسے فراغت حاصل ہے۔

اور فرماتے ہیں ؎

اے کہ صبرت نیست از دنیائے دوں
صبر چوں داری ز نعم الماھدون

تجھ کو اس حقیر دنیا کی سدھار کی طرف سے تو پل بھر کی بھی فرصت نہیں اور جس خدا نے تجھے ساری نعمتیں عطاء فرمائیں اس کی رضا جوئی کا خیال بھی نہیں۔

دوستو! افسوس ہوتا ہے کہ ہمارے دل اتنے سخت ہو گئے کہ دنیا کے مقابلے میں اللہ کا ذکر بڑا معلوم نہیں ہوتا بلکہ کاروبار بڑا ہے، دنیا کے منافع بڑے ہیں، یہاں کی ہر چیز بڑی ہے اور اللہ کا ذکر کتنا بڑا ہے اس کا احساس نہیں۔ دراصل ہم لوگوں نے اللہ کے ذکر کی مشق نہیں کی، اللہ کے نام کی رٹ نہیں لگائی۔ جن لوگوں نے اللہ کے ذکر کی چاشنی اور حلاوت کو محسوس کر لیا ان سے پوچھئے ذکر کتنی بڑی چیز ہے۔

فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ

ابو عثمان نہدی فرماتے ہیں کہ میں اس وقت کو جانتا ہوں جس وقت اللہ تعالیٰ ہمیں یاد فرماتے ہیں، لوگوں نے کہا آپ کو یہ کیسے معلوم ہو سکتا ہے؟ فرمایا کہ قرآن کریم کے وعدہ کے مطابق جب کوئی بندۂ مومن اللہ کو یاد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اسے یاد کرتے ہیں، اس لئے سب کو یہ سمجھ لینا آسان ہے کہ جس وقت ہم اللہ کی یاد میں مشغول ہوں گے تو اللہ تعالیٰ بھی ہمیں یاد فرمائیں گے فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوا لِي وَلَا تَكْفُرُونِ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جیسا میرے ساتھ اعتقاد رکھتا ہے میں

اس سے اسی طرح پیش آتا ہوں اور وہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں اگر مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے میں بھی اس کو اپنے جی میں یاد کرتا ہوں اور اگر مجلس میں یاد کرتا ہے میں اسے اس کی مجلس سے اچھی مجلس میں یاد کرتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف بالشت بھر آتا ہے تو میں ایک ہاتھ اس کے قریب ہوتا ہوں، اور اگر ایک ہاتھ میری طرف چلتا ہے تو میں ایک گز اس کی طرف چلتا ہوں اور اگر وہ میرے پاس چل کر آتا ہے تو میں اس کے پاس دوڑ کر آتا ہوں۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ اس حدیث کو میں نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی انگلیوں کی گنتی کے برابر سنا۔

اللہ کی یاد کو غنیمت جانو

دوستو! اللہ نے جو لمحاتِ زندگی ہمیں عطاء فرمائے ہیں وہ بڑے قیمتی ہیں، اسی لئے کہا گیا ہے کہ موت کی تمنا نہ کرو اس لئے کہ نا معلوم موت کے بعد کیا ہونے والا ہے۔ اللہ نے جو لمحات اس دنیا میں ہمیں عطا فرمائے ہیں ان کو غنیمت سمجھو اور کام میں لے لو۔ ؎

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
کہ آنا نہ ہو گا یہاں بار بار

اسی لئے حضرات صوفیاء نے لکھا کہ جو کچھ کرنا ہے اس وقت کر لو، عبادتیں اس وقت کر لو، اللہ کا ذکر اس وقت کر لو، گناہوں سے اس وقت بچو، اللہ اللہ اس وقت کر لو۔

کسی شاعر نے خوب کہا ہے ؎

اللہ اللہ ہے تو یار و جان ہے
ورنہ یار و جان ہی بے جان ہے

حدیث شریف میں ہے کہ ایک مرتبہ سبحان اللہ پڑھنے سے میزانِ عمل کا آدھا پلڑا بھر جاتا ہے اور ایک مرتبہ الحمد للہ پڑھنے سے میزانِ عمل کا پورا پلڑا بھر جاتا ہے۔

حضرات صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے اپنے شب و روز کو ذکر و اذکار سے ایسا آباد رکھا کہ رہبان اللیل و فرسان النہار (رات کے درویش اور دن کے مجاہد) کا

اللہ پاک حضرات علماء، اولیاء، مجاہدین، صوفیاء نے مختلف قسم کی خدمات میں اپنے آپ کو مصروف رکھا، کوئی زاہد بنا، کوئی واعظ بنا، کوئی مجاہد بنا، کوئی مبلغ بنا، کوئی محدث بنا کوئی مفسر بنا، مگر ہر طبقہ ان حضرات نے اپنی زندگی کو ذکر و اذکار سے سرشار رکھا۔

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب ناظم مدرسہ مظاہر علوم سہارنپور نے فرمایا تھا

جو ذکر کرتا ہے غافل ابن آدم ہر لحظہ
جس پہ وہ چار گھڑی ذکر خدا ہوتا ہے

جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب اپنے والد مرحوم کے بارے میں رقمطراز ہیں کہ میرے والد ماجد حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ میں اپنے وقت کو تول تول کر خرچ کرتا ہوں تاکہ کوئی لمحہ بیکار نہ گذرنے پائے، دین کے کام میں گذرے یا دنیا کے کام میں گذرے۔ دنیا کے کام میں بھی اگر صحیح نیت ہو تو وہ بھی بالآخر دین ہی کا کام بن جاتا ہے۔

ایک دفعہ مجھے تمثیل کے فرمایا کہ جب انسان بیت الخلاء میں بیٹھا ہوتا ہے تو وہ وقت ایسا ہے کہ اس میں نہ تو انسان ذکر کر سکتا ہے اس لئے کہ ذکر کرنا منع ہے اور نہ کوئی اور کام کر سکتا ہے۔ اور میری طبیعت ایسی بن گئی ہے کہ جو وقت وہاں بیکاری میں گذرتا ہے وہ بہت بھاری معلوم ہوتا ہے کہ اس میں کوئی کام نہیں ہو رہا ہے اس لئے اس وقت کے اندر میں بیت الخلاء کے لوٹے کو دھو لیتا ہوں تاکہ یہ وقت بھی کسی کام میں لگ جائے تاکہ بعد میں آنے والے آدمی کو گندہ لوٹا نہ معلوم ہو۔

حافظ ابن حجر عسقلانی اور ذکر اللہ

حافظ ابن حجر عسقلانی شارح بخاری صاحب فتح الباری جو ۸۵۲ھ کے محدث ہیں، ان کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ لکھتے لکھتے جب ان کے قلم کا قط خراب ہو جاتا تھا تو اس کو چاقو سے دوبارہ درست کرنا پڑتا تھا

جو وقت قط بنانے میں لگتا اس کو بھی ضائع کرنا گوارا نہ فرماتے بلکہ ذکر و اذکار میں لگ جاتے اور تیسرا کلمہ سبحان اللہ والحمد للہ ولا الہ الا اللہ واللہ اکبر پڑھتے رہتے تھے۔ ایک گھڑی بھی اللہ کے ذکر سے اپنے آپ کو غافل ہونا گوارا نہ کرتے۔ کیا ہی ذکر کی اہمیت ان حضرات کے قلوب میں تھی۔

ذکر اللہ کی کثرت خاتمہ بالخیر کا سبب ہے

اللہ کے حبیب محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ عمل یہ ہے کہ تمہیں موت اس حال میں آئے کہ تمہاری زبان پر اللہ کا ذکر ہو، چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے اللہ کا ذکر زبان پر رہنا چاہئے۔ خوب چلتے پھرتے اس کا نام لگاتار لینا چاہئے۔ جب کثرت سے اس کا نام لیا جائے گا اور آپ اس دنیا سے جا رہے ہوں گے تو انشاء اللہ آپ کی زبان پر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ جاری ہو جائیگا، اس شخص کی طرح کف افسوس نہیں ملنا پڑیگا جو مرتے وقت بھی جرمن، جاپان چار آنے کی رٹ لگا رہا تھا۔

ایک سبق آموز مثال

بمبئی میں فٹ پاتھ (FOOT PATH) پر بیٹھ کر ایک صاحب جرمن، جاپان کا سامان فروخت کرتے تھے، ہر سامان کی قیمت چار آنے تھی بس اس کی رٹ اور صدا یہ ہوتی تھی "جرمن جاپان چار آنے، جرمن جاپان چار آنے، جرمن جاپان چار آنے" اس شخص کا جب انتقال ہونے لگا لوگوں نے کہا کلمہ پڑھ لو تو اس کی زبان پر یہی الفاظ جاری ہوئے جرمن جاپان چار آنے، جرمن جاپان چار آنے۔

حاصل یہ ہے کہ جو حضرات دنیا پر محنت کرتے ہیں اور ساری عمر اسی حال میں گذار دیتے ہیں تو مرتے وقت ان لوگوں کی یہی حالت ہوتی ہے

ظرف میں جو ہو ٹپکتا ہے وہی   شیشے میں جو ہو چھلکتا ہے وہی

Scanned by CamScanner

ذکر کرنیوالوں کی تعریف

باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ذکر کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ ۝

کہ وہ لوگ اللہ کو اٹھتے بیٹھتے اور لیٹتے ہوئے یاد کرتے ہیں۔

وَالذّٰکِرِیْنَ اللّٰہَ کَثِیْرًا وَّالذّٰکِرٰتِ اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا ۝

ذکر کرنیوالے مرد ہوں یا ذکر کرنیوالی عورتیں اللہ نے ان کیلئے بڑی نعمتیں تیار کر رکھی ہیں

محترم بزرگو اور دوستو! ذکر کی بڑی فضیلتیں احادیث میں وارد ہیں

حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگ ایسے ہوں گے کہ جنکے چہرے چمکتے ہوئے ہوں گے اور چاند سے کہیں زیادہ منور ہوں گے اور ان کا ایک خاص مقام ہوگا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ نہ انبیاء ہوں گے اور نہ شہداء۔ صحابۂ کرامؓ نے سوال کیا یا رسول اللہ وہ کون لوگ ہوں گے آپ ان کی پہچان بتلا دیجئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا وہ ایسے لوگ ہوں گے جو مختلف خاندانوں سے، مختلف قبیلوں سے اور مختلف بستیوں سے آکر ایک مقام پر جمع ہوگئے ہوں گے اور انکا جمع ہونا محض اللہ کے ذکر کیلئے ہوگا۔

آپ حضرات بھی مختلف بستیوں سے آئے ہیں، مختلف مقامات سے آئے ہیں اور جمعہ کی نیت سے آئے ہیں اور اب یہاں بیٹھ کر قرآن و حدیث کی باتیں سن رہے ہیں تو یہ بھی اللہ کا ذکر ہے۔ قیامت کے دن باری تعالیٰ ذکر کرنے والوں کو بڑے بڑے مقامات عطا فرمائیں گے، جہاں ہر شخص نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا وہاں اللہ کا ذکر کرنے والے، اللہ کا نام لینے والے بڑے اطمینان سے عرش الٰہی کے سایہ میں ہوں گے اور ان کے چہروں پر نور چمکتا ہوا ہوگا۔

روح کی بے چینی کا علاج

آج ہر شخص پریشان ہے، جائزہ لے کر دیکھو

لوگوں کے چہرے ہنستے ہوئے نظر آتے ہیں مگر دل ٹٹول کر دیکھو کہ رنج و غم کے آبلے پڑے ہوئے ہیں۔ صحت بہت عمدہ، پوشاک بہت عمدہ، خوراک بہت عمدہ، سواری بہت عمدہ مگر قریب ہو کے دیکھو ان کے دل بے چین ہیں، راتوں کو نیند نہیں آتی۔ بڑی بڑی سلطنتوں کے مالک، علاقوں کے فرماں روا اور گورنر ہیں مگر جا کر پوچھو انہیں نیند نہیں آتی۔ خلاصہ یہ ہے کہ آج ہر شخص کا دل بے چین اور پریشان ہے۔

کیا آپ جانتے ہیں کہ انہوں نے اپنے دل کی تسکین کے لئے کیا نسخہ تجویز کیا ہے؟ جب جب دل کی بے چینی اور اضطرابی کیفیت بڑھتی ہے تو وہ کبھی کسی نمائش گاہ میں چلے جاتے ہیں، کبھی کسی سینما و تھیٹر میں پہنچ جاتے ہیں، کبھی کسی تفریح گاہ میں ٹہل آتے ہیں اور کبھی ٹی وی آن کر کے رنگا رنگ پروگرام دیکھ لیتے ہیں تاکہ کسی طرح ان کو سکون حاصل ہو جائے۔

میرے بھائیو ـــــــ ہماری مثال تو ایسی ہوگئی کہ ہم ٹھنڈک کے طلبگار ہیں اور آگ میں ہاتھ ڈال رہے ہیں۔

دوستو ـــــــ اگر دل کا سکون چاہتے ہو، خیر و عافیت چاہتے ہو، پریشانیوں اور الجھنوں سے چھٹکارا چاہتے ہو تو قرآن حکیم نے جو نسخہ تجویز فرمایا ہے اس پر عمل کر لو اور وہ نسخہ یہ ہے:

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ ۝ دلوں کا اطمینان تو اللہ کے ذکر میں ہے۔

اس لئے اللہ کا ذکر کرو، اللہ کو یاد کرو دلوں کو سکون حاصل ہو جائیگا، تمہاری مصیبتیں دور ہو جائیں گی، کامیابی کی راہیں ہموار ہو جائیں گی۔ پھر جو چاہو گے ملیگا، جو مانگو گے عطا کیا جائیگا، بس ایک بار اس نسخہ کو آزما کر دیکھو اور رات دن اللہ کا ذکر کرو اللہ تمہارا ذکر آسمانوں میں کریگا اور تم پر اپنی نعمتوں کے دہانے کھول دیگا۔

لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ وَلَئِنْ کَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِیْ لَشَدِیْدٌ ۝

ایک خاص ذکر کی خاص تاثیر

ایک صحابی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ بہت تنگ دست ہوں، پریشان ہوں، بیحد فقر و فاقہ ہے۔ دنیا نے مجھ سے منہ موڑ لیا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کیا تم ملائکہ کی تسبیح نہیں پڑھتے؟ جس سے آسمانوں سے رزق اترتا ہے۔ عرض کیا یا رسول اللہ میں نہیں جانتا۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم صبح صادق کے بعد سو مرتبہ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ وَبِحَمْدِہٖ اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ پڑھا کرو، چنانچہ صحابی نے اس کو یاد کرلیا اور عمل شروع کر دیا۔ پھر ایک عرصہ کے بعد آئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ عرض کرنے لگے یا رسول اللہ جب سے میں آپ کی بتائی ہوئی تسبیح پڑھ رہا ہوں اللہ نے مجھے اتنی دنیا دیدی کہ اب میں سوچتا ہوں کہ اسے رکھوں کہاں لیجاکر؟

تو میرے بھائیو آپ کو کسی بھی قسم کی پریشانی ہو، کوئی بھی دشواری حائل ہو بس فوراً ذکر کا نسخہ کام میں لاؤ، اللہ کو یاد کرو اور خوب یاد کرو۔ اٹھتے، بیٹھتے اسی کا نام گنگناؤ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ تمہاری تمام پریشانیاں دھوئیں کے بادلوں کی طرح رفع ہو جائیں گی۔

ایک حدیث میں آتا ہے سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ صرف دو لفظ ہیں اگر سو مرتبہ ان کو پڑھ لیا جائے تو چاہے سمندر کے جھاگ کے برابر بھی گناہ ہوں یقیناً اللہ تعالیٰ ان کو ضرور معاف فرمادیں گے۔

ذکر کی اہمیت

میرے بھائیو! اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے اس کو مضبوطی سے پکڑ لو۔ قیامت کے دن جب اعمال وزن کئے جائیں گے تو حدیث میں آتا ہے کہ ان کلمات

کی قدر اس وقت معلوم ہوگی کہ تمام زمین و آسمان اور جو بھی کچھ کائنات میں ہے ایک پلڑے میں رکھ دیا جائے اور کلمۂ توحید ایک پلڑے میں، تو کلمۂ توحید کا وزن دوسری چیزوں کے وزن سے بڑھ جائے گا اور وہ پلڑا جھک جائے گا۔

چنانچہ قیامت کے دن ایک شخص کو پیش کیا جائے گا، اس کے ننانوے دفتر گناہوں کے ہوں گے۔ اور گناہوں کا ایک دفتر اتنا بڑا ہوگا کہ جہاں تک اس کی نگاہ پہنچے وہاں تک اس کا تحریری ریکارڈ موجود ہوگا۔ اتنے بڑے بڑے دفاتر اور ننانوے موجود ہوں گے۔

انسان جب اس دنیا میں آیا تو بالکل خالی ہاتھ آیا اور کچھ بھی لیکر نہیں آیا۔ عمل کے اعتبار سے بھی کورا آیا اور لباس کے اعتبار سے بھی۔ لیکن جب گیا تو گناہوں کے دفاتر لیکر گیا۔

بہرحال اب اللہ پاک اس انسان سے فرمائیں گے اے بندے اب تیرے اعمال وزن کئے جائیں گے اور پورا پورا انصاف کیا جائے گا، ذرہ برابر بھی کہیں ناانصافی نہیں کی جائے گی۔

میرے عزیزو ___ اللہ کے سچے اور ایماندار فرشتے ہماری ادنیٰ ادنیٰ سی حرکت کو نقل کرتے رہتے ہیں، جنہیں کراماً کاتبین کہتے ہیں۔ انہی کے لکھے ہوئے یہ دفاتر ہوں گے۔

اگر کبھی رات کے اندھیرے میں بھی چھپ کر ہلکا سا گناہ کیا ہوگا، یا کبھی خاموشی سے اللہ کا ذکر کیا ہوگا وہ بھی ان اعمال ناموں میں لکھا ہوا ہوگا، انسان پریشان ہو کر کہے گا

مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰهَا ۚ

"میرے اس اعمال نامے کو کیا ہوگیا ہے کہ اس میں ہر چھوٹی بڑی بات لکھی ہوئی ہے"

بہرحال یہ شخص سوچے گا کہ میرے گناہ تو بے شمار ہیں اور ننانوے دفتر گناہوں سے لبریز ہیں، نیکی کا کہیں نام و نشان نہیں، اس لئے اب میری ہلاکت میں کوئی شبہ نہیں، بے انتہا پریشان اور کانپتا ہوا ہوگا۔ اللہ پاک فرمائیں گے اے بندے تیری ایک نیکی ہمارے

Scanned by CamScanner

عطا فرمائیں گے۔ اور فرشتوں کو حکم ہوگا کہ پاس ہے۔ اس کے بعد کاغذ کا ایک ٹکڑا اسے
اس کو وزن کرو، چنانچہ فرشتے اس کو ایک پلڑے میں رکھیں گے اور اس کے گناہوں کے ننانوے
دفتر دوسرے پلڑے میں، جب وزن کیا جائے گا تو وہ پلڑا جھک جائے گا جس میں وہ کاغذ
کا ایک ٹکڑا رکھا ہوگا اور اس کے جنتی ہونے کا فیصلہ کردیا جائے گا۔

حدیث میں آتا ہے کہ نہ معلوم وہ کونسی مبارک گھڑی تھی، اور نہ جانے کتنے اخلاص
سے اس نے یہ کلمہ أَشْهَدُ أَنْ لَّا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَشْهَدُ أَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ
پڑھا تھا۔ کہ زبان سے نکلا ہوا یہ کلمہ جو دل کی گہرائیوں سے پڑھا گیا تھا بارگاہِ الٰہی میں
قبول ہوگیا اور نجات کا ذریعہ بن گیا۔

اللہ کے ذکر کیلئے کوئی قید و بند نہیں

محترم بزرگو اور دوستو! میں عرض کر رہا تھا کہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے اسی لئے اللہ کا ذکر کرنے کے لئے کسی خاص ہیئت کی ضرورت نہیں، کوئی خاص شکل اختیار کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ لیٹے ہوں، بیٹھے ہوں بازار میں ہوں، گھر میں ہوں، سفر میں ہوں یا مقام پر ہوں، وضو کے ساتھ ہوں یا بغیر وضو کے ہوں، کہیں بھی اور کسی بھی حال میں ہوں ہر حال میں اللہ کا ذکر کیا جا سکتا ہے۔

دوستو ـــــ ہم سُبْحَانَ اللّٰهِ، اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اور اَللّٰهُ أَكْبَرُ کی تسبیح فجر کی نماز کے بعد اور عصر کی نماز کے بعد پڑھتے ہیں۔ میری درخواست یہ ہے کہ اس تسبیح کو ظہر، مغرب اور عشاء کی نماز کے بعد بھی فارغ ہوکر پڑھا کرو کیونکہ یہ کلمات بڑے پاکیزہ ہیں۔ اور ان کلمات کے ثواب کا صحیح اندازہ اللہ کے علم میں ہے۔ ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ اگر کسی کے پاس پہاڑ کے برابر بھی سونا ہو اور اس تمام سونے کو اللہ کے راستہ میں خرچ کردے اور باری تعالیٰ اسے قبول بھی فرمالیں تب بھی اس کا ثواب ان کلمات سے بڑھ کر نہیں ہوسکتا۔

اللہ کو مت بھلاؤ

اس لئے بھائیو کوئی نہیں جانتا کہ کب، کہاں، کس کا آخری

وقت آجائے، اس سے پہلے پہلے تیاری کرلو۔ جو لوگ اللہ کا ذکر کرنے والے ہیں، اور اللہ کو یاد کرنے والے ہیں وہ زندہ ہیں، اور جو خدا کی یاد سے غافل ہیں انہیں مردہ کہا گیا ہے۔ اور ایک جگہ باری تعالیٰ نے قرآن حکیم میں آگاہ بھی کیا ہے " وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰىهُمْ اَنْفُسَهُمْ " "تم ان لوگوں کی طرح مت ہوجانا جنھوں نے اللہ کو بھلا دیا (اس جرم کی پاداش میں) اللہ نے انہیں ان کی جانوں سے بے پرواہ بنادیا"۔

اب چاہے وہ برباد ہوں یا ان کی آخرت تباہ ہو۔ وہ جانیں۔ اللہ کو انھیں سے پیار ہوتا ہے جو اللہ کا ذکر کرتے ہیں۔ اور ہر حال میں اللہ کو یاد کرتے ہیں۔ اصل زندگی تو وہی زندگی ہے جو اللہ کی یاد میں گذر جائے۔ دن وہی دن ہے، شب وہی شب ہے جو تیری یاد میں گذر جائے۔ ؎

شامل ہو یاد جس میں آقائے دو جہاں کی
وہ صبح معتبر ہے وہ شام معتبر ہے

اور آخر میں ایک اور بات عرض کردوں کہ جب لوگ قبر و حشر کے منازل طے کرنے کے بعد جنت کے بالاخانوں میں خدا کی دی ہوئی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہوں گے اور وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ کا پروانہ انھیں مل چکا ہوگا اور وہ وہاں ہر چھوٹے بڑے عمل کا بدلہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہوں گے۔ جنت کی بڑی بڑی نعمتیں دنیا کے چھوٹے چھوٹے عمل کے بدلے مل رہی ہوں گی تو اب وہ حسرت و افسوس کریں گے اور کہیں گے ہائے میری بربادی ہم نے اپنی قیمتی زندگی کا بیشتر حصہ یوں ہی گنوا دیا۔ کاش ہم نے خوب اللہ کا ذکر کرلیا ہوتا، اللہ کی یاد کرلی ہوتی۔ حالانکہ اس میں نہ مشقت تھی اور نہ الجھن، نہ بوجھ تھا نہ کوئی اہتمام تو آج ہمیں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام حاصل ہوگئے ہوتے۔ اب کاش ہمیں دوبارہ بھیج دیا جائے اور پھر ہم خوب اللہ کا ذکر کرلیں۔ اور ایک لمحہ یا ایک سکنڈ بھی غفلت میں نہ گذاریں، بلکہ جب تک زندہ رہیں

خوب اللہ کا ذکر کرتے رہیں کہ اس طرح تھوڑے وقت میں بہت سا کام ہو جائیگا۔

بس اے میرے بزرگو اور عزیزو! اللہ کے ذکر کو مضبوطی سے تھام لو ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے اللہ کو یاد کرتے رہو کیونکہ اللہ کا ذکر بڑی دولت ہے۔ بڑے خوش نصیب ہیں وہ لوگ جنھیں اللہ کے ذکر کی توفیق نصیب ہو جائے۔ اور بڑے ناشکرے ہیں وہ لوگ جو اللہ کی یاد سے غافل ہو جائیں۔

اللہ پاک سے دعا مانگتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں تاحیات اور تا زندگی اپنے ذکر اور اپنی یاد کی توفیق سے مالا مال کرتا رہے۔

جب دم واپسی ہو یا اللہ
لب پہ ہو لا الٰہ الا اللہ

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۃ

خطباتِ اسلم
ایک عظیم شاہکار

نکاح
ایک عبادت ہے
جواب تجارت بن گئی ہے

مفکر ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

Scanned by CamScanner

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

وَمِنْ اٰیٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَیْهَا وَجَعَلَ بَیْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ۭ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ۔

(سورہ روم)

ترجمہ:-

اور اس کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ (امر) ہے کہ اس نے تمہارے (فائدے کے) واسطے تمہاری جنس کی بیویاں بنائیں تاکہ تم کو ان کے پاس آرام ملے اور تمہارے درمیان محبت و ہمدردی پیدا کی۔ یہ قدرت کی نشانیاں ان لوگوں کے لئے ہیں جو فکر سے کام لیتے ہیں۔

نکاح ایک عبادت ہے

جواب تجارت بن گئی ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید المرسلین محمد وآلہ واصحابہ اجمعین۔ اما بعد

فاعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تُنْكَحُ الْمَرْاَةُ لِاَرْبَعٍ لِمَالِهَا وَلِحَسَبِهَا وَلِجَمَالِهَا وَلِدِیْنِهَا فَاظْفَرْ بِذَاتِ الدِّیْنِ تَرِبَتْ یَدَاكَ ۔ (متفق علیہ)

قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اَلنِّكَاحُ مِنْ سُنَّتِیْ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام

مخلوق بے شمار ہے لیکن خدا ہے ایک
حاجت طلب بہت ہیں حاجت روا ہے ایک
کیوں مانوں بات توحید سنت کے خلاف
میرا رسول ایک ہے میرا خدا ہے ایک

حاضرین علماء کرام، بزرگان محترم اور عزیز دوستو ______

میں سب سے پہلے اس خدائے وحدہ لاشریک لہ کا شکر ادا کرتا ہوں جس نے مجھے اور آپ کو آج جامع مسجد میں نکاح کی مبارک تقریب میں، خوشی کی عظیم الشان محفل میں جمع ہونے کی توفیق دی اور جہاں سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آقائے مدنی محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم تک کے تمام انبیاء و رسل کی سنت ادا کی جائے گی۔

دورِ حاضر کے نکاح

قابل مبارکباد ہیں مولانا محمد ناظم قاسمی صاحب جو اپنے نور نظر لخت جگر کا عقد مسنونہ علماء صلحاء اور طلبہ کی مجلس میں رسم و رواج سے ہٹ کر سادگی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں۔ ورنہ آج کل رسم و رواج میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ شادی کے موقعہ پر ہر نزدیک و دور کے رہنے والوں کو زرق برق دعوت ناموں کے ذریعہ گھر آنے کی دعوت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ بھی ٹیلیفون اور موبائل کے ذریعہ شرکاء سے برابر رابطہ رکھتے ہیں۔ تمام حکام، وزراء اور رؤسائی تاریخیں بک کرتے ہیں، بڑا زبردست اہتمام ہوتا ہے۔ اور جس پروردگار نے فرزند عطا کیا، اسے جوانی کی منزل میں داخل کیا، مسرت و انبساط کے لمحات عطا کئے اسے بھول جاتے ہیں۔ اس کے احکامات، تنبیہات اور وعیدات سے بالکل غافل ہو جاتے ہیں۔ اور ذرا بھی اس بات کا خیال دل میں نہیں لاتے کہ خداوند قدوس اسراف

بیجا خرچ کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ۔ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔

اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْا اِخْوَانَ الشَّيٰطِيْنِ۔ بیجا خرچ کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں۔

اللّٰهُمَّ احْفَظْنَا مِنْهُ

حالانکہ میرے دوستو! یہ دعوت نامہ کا کام تو چار آنے کے کاغذ سے بھی ہو جاتا، مگر ناموری کے لئے، شہرت و عزت کے لئے، دولت و ثروت کا دبدبہ دکھانے کے لئے بیس بیس اور پچیس پچیس روپئے کے کارڈ چھپوائے جاتے ہیں۔ حساب لگائیے جتنی رقم صرف دعوت ناموں کی پرنٹنگ اور طباعت پر خرچ ہو رہی ہے اس سے کہیں کم میں مکمل شادی ہو جاتی مگر یہاں تو ابھی ان دعوت ناموں کو بھیجوانا بھی ہے، پھر ٹیلیفون اور موبائل بھی ان کی تصدیق کے لئے استعمال کرتے ہیں کہ آپ کو کارڈ ملا یا نہیں؟ پھر ایک بار یاددہانی کے لئے اور خرچ ہوگا۔ اللہ اکبر ابتداء ہی اتنے بیجا خرچ سے ہو رہی ہے تو انتہا کہاں ہوگی! یہ بیجا خرچ کرنے والے لوگ اتنا زبردست ہنگامہ کرتے ہیں کہ اصل کو بھول جاتے ہیں، محض لوگوں کا استقبال کرنے پر، انہیں اٹھانے بٹھانے اور کھلانے پلانے پر اپنی اتنی توجہ لگا دیتے ہیں کہ اصل کام بھی خطرہ میں پڑ جاتا ہے۔

رسومات کے اہتمام کا نتیجہ

چنانچہ میں نے ایک واقعہ خطبات دین پوری نامی کتاب میں پڑھا اور پڑھ کر بڑی حیرت ہوئی کہ لوگوں کا کیا حال ہو گیا ہے؟ صاحب خطبات کہتے ہیں۔ لاہور میں ایک شادی ہوئی مجھے اطلاع ملی کہ چار دن تک شادی چلتی رہی، خوب ندے، پلاؤ بریانی چلتی رہی، خوب مرغ قورمے، کھیرے، نان پکتے رہے۔ گیت، سنگیت کا دور ہوتا رہا، اس ہنگامہ اور شور شرابہ میں لوگ اتنے غافل ہوئے کہ اصل چیز یعنی

یعنی نکاح ہی کو بھول گئے۔ آمد و رفت ختم ہوئی، گیت کی پُر ترنم آوازیں بند ہوئیں تو شادی ختم اور لڑکی رخصت ہوگئی۔ رات ہوئی تو دولہا صاحب نے کمرے کی کھٹکھٹائی۔ لڑکی سمجھدار تھی، دین سے واقف تھی، اسے اللہ کا کچھ ڈر و خوف تھا اس نے یہ کہہ کر انکار کردیا کہ مجھے تو تم سے پردہ ہے اور خبردار اگر اندر آیا اور میرے ساتھ بات بھی کی۔ شوہر محترم یہ جملے سن کر غرّائے اور اکڑ کر کہنے لگے جانتی ہو ہمارے لاکھوں روپئے یہاں تک پہونچنے میں خرچ ہوئے ہیں، لڑکی نے کہا ہاں سب کچھ ہوا، مگر نکاح نہیں ہوا۔ دولہا الٹے پاؤں باپ کے پاس گیا اور کہنے لگا ابا جان میری دولہن تو بگڑی ہوئی ہے کہ مجھے ہاتھ نہیں لگانے دیتی، کہتی ہے نکاح نہیں ہوا ہے۔ باپ نے کہا اوہو! نکاح تو پڑھا ہی نہیں گیا۔

میرے عزیزو آج امت کا اور اس مسلم قوم کا یہ حال ہوگیا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے

اسلام نے نکاح کو آسان اور سادہ بنایا تھا

بزرگان محترم اسلام نے نکاح کو اتنا آسان اور سادہ بنایا تھا کہ جب دونوں فریق راضی ہوں اور کسی بے جا رکاوٹ کے بغیر رشتہ قائم کرنا چاہیں تو رشتہ قائم کرلیں، شریعت نے یہ شرط بھی نہیں لگائی کہ کوئی قاضی یا عالم ہی نکاح پڑھائے، ہاں البتہ عالم دین سے نکاح پڑھوانا باعث اجر و ثواب ہے۔ شریعت کی طرف سے شرط صرف اتنی ہے کہ نکاح کی مجلس میں دو گواہ موجود ہوں اگر دولہا دولہن عاقل و بالغ ہوں تو ان میں سے ایک دوسرے سے کہدے کہ میں نے تم سے نکاح کیا دوسرا جواب دیدے کہ میں نے قبول کیا، بس نکاح ہوگیا نہ اس کے لئے کسی عدالت میں جانے کی ضرورت ہے نہ کسی تقریب کی کوئی شرط ہے، نہ دعوت ضروری ہے نہ جہیز لازمی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم

اجمعین کے نکاح انتہائی سادہ اور رسم و رواج سے بالکل پاکیزہ ہوتے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کا نکاح

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ اُن دس خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنت کی خوشخبری دی تھی، حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھا تو ان کے کپڑوں پر ایک پیلا سا نشان نظر آیا۔ آپؐ نے پوچھا کہ یہ کیسا نشان ہے؟ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے جواب دیا کہ میں نے ایک خاتون سے نکاح کیا ہے (مطلب یہ تھا کہ نکاح کے موقعہ پر کپڑوں پر خوشبو لگائی تھی اس کا نشان باقی رہ گیا تھا)، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں برکت کی دعا دی، اور فرمایا کہ ولیمہ کرنا چاہے ایک بکری ہی کا ہو۔

اندازہ لگائیے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اتنے قریبی صحابی ہیں کہ دس منتخب صحابۂ کرام میں ان کا شمار ہوتا ہے، لیکن انھوں نے نکاح کیا، نکاح کی مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تک کو دعوت دینے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کپڑوں پر لگی ہوئی خوشبو کا نشان دیکھ کر سوال کیا تو انھوں نے بتایا کہ میں نے نکاح کیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی کوئی شکایت نہیں فرمائی کہ تم اکیلے اکیلے نکاح کر بیٹھے اور ہمیں پوچھا بھی نہیں۔ شکایت کی بجائے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی، البتہ ساتھ ہی یہ ترغیب بھی دی کہ وہ ولیمہ کریں۔

آج کی اس مجلس میں ولیمہ کا بیان کرنا مقصود نہیں صرف اور صرف یہ بتلانا ہے کہ نکاح ایک عبادت ہے جو اب تجارت بن گئی ہے۔

نکاح مجموعۂ عبادات ہے

حضرات یہ مبارک عمل جسے نکاح کہتے ہیں صرف کچھ رسومات کی پابندی اور محض نفس کے تقاضہ کی تکمیل کا نام نہیں ہے۔ بلکہ نکاح کی سنت ایک عبادت ہے اور یہی نہیں

بلکہ متعدد عبادتوں کا مجموعہ ہے۔ یہ انبیاء کا طریقہ ہے، اللہ کی رضا کا سبب ہے بہت سی بے حیائیوں اور گناہوں کا علاج ہے۔ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے اس کے قاعدے، ضابطے اور آداب بڑی تفصیل سے بیان کئے ہیں۔ اور رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث، ارشادات اور اس سے متعلق واقعات کا بڑا ذخیرہ موجود ہے۔

اور فقہائے کرام نے تو اس سلسلہ میں باقاعدہ ابواب متعین فرمائے ہیں آخر کوئی تو بات ہے کہ مذہب اسلام میں نکاح کو اتنی اہمیت دی گئی کہ ہر جگہ اس کے فضائل اور بیانات موجود ہیں۔

میرے دوستو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ نکاح ایک عبادت ہے۔ اور یہ عبادت اسی صورت میں ہے جبکہ اسے سرور دو عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقہ پر ادا کیا جائے۔ صحابۂ کرام اور بزرگان دین کی روش کو دیکھا جائے اور ان کے طور و طریق کو برقرار رکھا جائے۔

تجارت بنام نکاح

لیکن اب اس مسلم قوم کا کیا حال ہوگا ؟ جس نے نکاح کو عبادت نہیں تجارت بنا کر رکھ دیا ہے۔ غیروں کے طریقہ اور رسوم و بدعات کو شامل کر کے اسے مجموعۂ خرافات بنا دیا ہے، مجھے افسوس ان پر نہیں جو غیر ہیں، دکھ ان لوگوں کا ہے جو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں اور متبع رسول ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں، اور انھوں نے بھی اس حوا کی بیٹی کو دوکان، مکان اور جاگیر سمجھ لیا ہے جس سے آمد اور انکم ہونی چاہئے۔ چنانچہ ایسا جہیز مانگتے ہیں اور اتنا مانگتے ہیں کہ اگر بیٹی اور اس کے والدین کے دام لگا دیئے جائیں تب بھی اتنے نہ ملیں۔ اللہ ہمیں ہدایت نصیب فرمائے۔ چاہئے تو یہ تھا کہ اسے عبادت سمجھ کر ادا کیا جاتا، مگر اسے ذریعۂ تجارت بنا لیا گیا ہے۔

والدین کی غفلت اور لاپرواہی کا نتیجہ

حاضرین ذرا غور فرمائیں۔ جو فرض تھا اور جو ضروری مسئلہ تھا، جو حق ادا کرنا چاہئے تھا وہ حق تو ادا نہیں کیا جاتا دوسری خرافات میں پڑ جاتے ہیں۔

میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو اپنی اولاد کو شادی سے پہلے شادی کے مسائل بتلاتے ہیں ؟ کتنے ہیں جو اپنی اولاد کو نکاح کے فوائد و فضائل سمجھاتے ہیں ؟ کتنے ہیں جو ایک اجنبی بیٹی یا بیٹے سے ملنے، اس کے ساتھ رہنے ایک دوسرے کا ادب و لحاظ اور زندگی کے اتار چڑھاؤ کو سمجھاتے ہیں ؟ کتنے باپ اور کتنی مائیں ہیں جو انہیں فرائض زندگی سکھلانے میں اپنا قیمتی وقت لگاتے ہیں ؟ میرا تجربہ یہ ہے کہ ایسے سو یا ہزاروں میں نہیں لاکھوں میں چند ہوں گے۔ اسی لئے پوری امت خلفشار کا شکار ہے، نکاح سے پہلے ہی فتنے جنم لے لیتے ہیں، اور نکاح کے بعد تو وہ زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ آج جیسا ہمارے یہاں گاؤں، دیہات اور کچھ قصبوں میں بھی ہوتا ہے کہ بے سوچے سمجھے رشتے تجویز کر دیئے جاتے ہیں، نکاح کے بعد لڑکے کو لڑکی کی صورت دیکھنے کو ملتی ہے، پھر کیا ہوتا ہے ؟ بیٹا جو نکاح اور آداب نکاح سے واقف نہیں ہے، نکاح کے مقاصد و فوائد سے بے خبر ہے فوراً یہ کہتا ہے کہ یہ تو کانی ہے یا یہ تو ناٹی ہے یا یہ تو موٹی ہے یا یہ تو ہکلی ہے، یا یہ تو ہوشیار نہیں ہے یا یہ تو میری مرضی کے مطابق پڑھی لکھی نہیں، نتیجتاً طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر طلاق نہ بھی ہو تو ان کی زندگی اجیرن بن جاتی ہے۔ یہ معاملہ صرف لڑکوں کا ہی نہیں بلکہ بعینہٖ لڑکیوں کا بھی ہے، کیونکہ بیٹا بھی اسے دوکان مکان کی طرح سامان تجارت یا سامان عیش و عشرت سمجھتا ہے۔ وہ خود کو، خود کے والدین کو، خود کے بھائیوں اور بہنوں کو نہیں دیکھے گا بلکہ یہ تصور لیکر شب زفاف میں جائیگا کہ وہ ایک حور ہے جو جنت

سے آئی ہے جس کے نقش و نگار اور حسن و شباب میں تل برابر بھی نقص نہیں ہونا چاہئے۔

آپ کا طرزِ عمل ہمارے لئے نمونہ ہے

قربان جائیے میرے آقا و مولیٰ تاجدارِ مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کی ادا و ناز پر کہ آپ نے پوری امت کے لئے بہترین نمونہ چھوڑا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں گیارہ نکاح کئے، جن میں سے دس عورتیں بیوہ تھیں۔ اگر میں تفصیل میں جاؤں اور ہر ایک کا حلیہ بیان کروں تو بہت وقت چاہئے، ورنہ میں بھی بتاتا کہ شہنشاہِ دو جہاں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے جب عین جوانی میں نکاح اول فرمایا تو اس وقت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی عمر مبارک چالیس سال تھی اور میرے لاڈلے پیغمبر کی عمر صرف پچیس سال۔ سوچئے کہ اس چالیس سال کی عورت کے جسم کی ساخت و بناوٹ کیا میرے نبی کے شباب کے برابر ہو سکتی ہے۔ ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ کیا اس کے چہرے کی رونق میرے آقا و مولیٰ کے چاند سے چہرے سے ملائی جا سکتی ہے ہرگز نہیں ہرگز نہیں۔ چچا جان نے رشتہ طے فرمایا، بیوی سے ملے اور چہرہ پر شکن تک نہ آئی۔ اور اس عورت کا اتنا احترام فرمایا کہ جب تک زندہ رہی دوسری کا خیال تک دل میں نہ لائے۔ ہنسی خوشی اسی کے ساتھ نبھایا اور جب اس عورت کا انتقال ہوا تو آپ کو اتنا صدمہ ہوا کہ اس سال کا نام بھی اسلام میں عام الحزن پڑ گیا، یعنی غم کا سال۔

آج ہے کوئی دلاور؟ جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نمونہ پیش کر دے۔ اور یہی نہیں بلکہ آپ کی ایک زوجہ محترمہ حضرت سودہ رضی اللہ عنہا انتہائی نحیف و کمزور ہو چکی تھیں جنھوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو سپرد کر دی تھی، مگر کبھی بھی نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ان کی طرف سے کسی طرح کا کوئی تنفر و بُعد پیدا نہیں ہوا۔

مرد کی طرح عورت کی بھی ذمہ داری

اور میرے عزیزو [illegible] نہیں [illegible] مرد برداشت کریں کہ عورت بھی بھی ہو اس کے ساتھ نبھائیں، مسلمان عورتوں کی بھی یہی ذمہ داری ہے۔ اگر اللہ نے انہیں ایسا شوہر عنایت کر دیا تو وہ بھی اب انہیں نبھائیں۔ خیر القرون میں اس کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں۔

چنانچہ سیرت کی کتابوں میں ایک واقعہ لکھا جاتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک صحابی بالکل کالے کلوٹے تھے اور ایسا بھی نہیں تھا کہ کالے ہونے کے باوجود ان کے چہرہ میں کچھ کشش ہو، بلکہ جیسا ان کا رنگ ویسے ہی چہرہ کے نقش و نگار بھی تھے۔ انھوں نے اپنی شادی کے لئے مدینۃ المنورہ کے ہر قبیلہ میں پیغام بھیجا اور بڑی کوششیں کیں مگر ان کی بدصورتی اور ان کے زیادہ کالا ہونے کی وجہ سے کسی نے اپنی لڑکی ان کو دینا پسند نہیں کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اسد الغابہ میں منقول ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت بابرکت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ کیا میرا کالا پن اور بدصورتی مجھے جنت میں داخل ہونے سے روک سکتی ہے؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لا چکے ہو اور تقویٰ و پرہیزگاری کا راستہ اختیار کر چکے ہو تو ایسا ہرگز نہیں ہوگا۔ بلکہ اللہ کے یہاں تمہارا بہت بلند مقام ہوگا۔ تو حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کلمہ پڑھ کر اپنا ایمان ثابت کیا۔ اور حضور کے سامنے اپنی پریشانی کا اظہار کیا کہ یا رسول اللہ جو لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے ہیں، میں نے ان سب کے یہاں نکاح کا پیغام دیا، مگر ابھی تک کسی نے قبول نہیں کیا۔ یہ بات سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے مدینہ منورہ کی سب سے خوبصورت

Scanned by CamScanner

اور سب سے باعزت گھرانے کی پڑھی لکھی سمجھدار لڑکی منسوب فرمائی۔
چنانچہ ارشاد فرمایا۔ سعد تم عمرو بن وہب ثقفی کے پاس جاؤ اور ان کی لڑکی جو سب سے زیادہ خوبصورت اور سب سے زیادہ سمجھدار ہے۔ اس کے ساتھ میں نے تمہارا نکاح کر دیا۔ اور میرا یہ پیغام عمرو بن وہب ثقفی کو سنا دینا۔ جب حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ نے جاکر لڑکی کے ماں باپ کو یہ اطلاع دی، تو ماں باپ نے ان کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اور واپس کر دیا۔ جب لڑکی نے یہ منظر دیکھا تو ماں باپ سے کہنے لگی کہ اللہ کی طرف سے تمہارے خلاف وحی نازل نہ ہو جائے اللہ اور اس کے رسول کے غضب و ناراضگی سے بچو، میں تو اپنے لیے اسی شوہر کو پسند کرتی ہوں جس کو اللہ اور اس کے رسولؐ نے پسند فرمایا ہے۔ اور پھر یہ آیت پڑھی وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا۝

"اور کسی مومن مرد اور عورت کے لئے اللہ اور رسول کوئی فیصلہ کر دیں تو ان کو اپنی طرف سے کوئی اختیار نہیں رہتا، اور جو شخص اللہ اور رسول کی نافرمانی کریگا وہ کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہو جائے گا۔"

جب یہ رضامندی ہوگئی تو حضرت سعد اسود رضی اللہ عنہ اپنی بیوی کیلئے بازار میں کچھ سامان خریدنے تشریف لے گئے۔ اور وہیں انہوں نے سنا کہ اللہ کے نبی کی طرف سے جنگ کا اعلان ہو رہا ہے، انھوں نے سب کچھ چھوڑا اور جہاد کرتے کرتے شہید ہو گئے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ فریقین کو اگر سمجھ ہو اور نکاح سے پہلے دین کی سمجھ اور فہم انہیں حاصل ہو تو ان شاء اللہ پھر مادی، وقتی اور عارضی چیزوں پر

نگاہ نہیں جاتی بلکہ اللہ کے حکم کو اولین ترجیح دی جاتی ہے۔

والدین کی ذمہ داری

مجھے یہ عرض کرنا تھا کہ ہم میں کتنے لوگ ہیں جو اپنے بچوں کو شادی سے پہلے اس کے آداب و فرائض سمجھاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حقوق سے انہیں روشناس کراتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ نکاح ایسا مبارک اور مقدس طریقہ ہے جو سیدنا حضرت آدم علیہ السلام سے جاری ہے اور جنت تک باقی رہے گا۔ جنت میں بھی جنتیوں کا نکاح حوروں سے کرایا جائیگا۔

اور اسلام میں نکاح کی فضیلت و اہمیت اتنی زیادہ ہے کہ اگر اس رشتے کو صحیح طور پر قائم کیا جائے اور پھر اس کے حقوق اور ذمہ داریوں کو صحیح طور پر ادا کیا جائے تو اس کی مشغولیت نفل عبادتوں کی مشغولیت سے زیادہ افضل اور زیادہ اہم ہے۔

بدائع الصنائع (ج ۲ ص ۲۲۹ ، درمختار ج ۲ ص ۲۹۸) میں تحریر ہے۔

اِنَّ الْاِشْتِغَالَ بِهٖ مَعَ اَدَاءِ الْفَرْضِ وَالسُّنَنِ اَفْضَلُ مِنَ التَّخَلِّيْ لِنَوَافِلِ الْعِبَادَاتِ۔

کہ "اس کی مشغولیت نفل عبادتوں کی مشغولیت سے افضل ہے۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، میرے آقا و مولیٰ، تاجدار مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اِذَا تَزَوَّجَ الْعَبْدُ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ نِصْفَ الْاِيْمَانِ (بیہقی شعب الایمان)

"جب بندہ شادی کر لیتا ہے تو اس کا نصف ایمان بھی مکمل ہو جاتا ہے۔"

دوسرے لفظوں میں یوں کہا جائے کہ شادی کے بغیر ایمان کو خطرہ لگا رہتا ہے۔

اور یہ بات بھی اچھی طرح اولاد کو سمجھائی جائے کہ یہی وہ تعلق ہے کہ

جس کی بناء پر ایک مرد کسی کا باپ اور کسی کا بیٹا بنتا ہے۔ کسی کا دادا، کسی کا پوتا ہوتا ہے کسی کا ماموں اور کسی کا چچا ہوتا ہے۔ کسی کا بھائی اور کسی کا بہنوئی ہوتا ہے۔ اور اسی تعلق کی بناء پر ایک عورت کسی کی ماں، کسی کی دادی، کسی کی نانی، کسی کی پھوپھی اور کسی کی بھتیجی ہوتی ہے، کسی کی بیٹی اور کسی کی بہن ہوتی ہے۔ گویا سارے تعلقات اسی ایک رشتہ کے ذریعہ پیدا ہوتے ہیں۔ ایک پورا خاندان تیار ہوتا ہے۔ یہی وہ تعلق ہے کہ جس کے سبب ایک آدمی مہر و محبت، الفت و مودت شرم و حیا، تمیز و سلیقہ، ہمدردی و غمگساری، عفت و پاکدامنی سیکھتا ہے۔

اور اگر نکاح کو ہٹا دیا جائے تو پھر اس سے پیدا ہونے والے نتائج کا غور سے اندازہ لگایا جائے گا۔ کہ پھر بے شرمی و بے حیائی، بد خلقی و بد معاملگی اور ظلم و زیادتی کا دور دورہ ہو جائیگا۔ ایک دوسرے کا پاس و لحاظ جاتا رہے گا اور ایسے معاشرے کے لوگوں کو جب بھی موقع ملے گا تو وہ ضرور اپنی مذموم حرکتوں کا مظاہرہ کر ڈالیں گے۔

نکاح جوڑ پیدا کرتا ہے اسی طرح یوں بھی بتلایا جائے کہ نکاح دلوں کو جوڑتا ہے، دو خاندانوں اور دو قبیلوں کو جوڑتا ہے اور اتنا قریب کر دیتا ہے جیسے وہ ایک ہی ہوں۔

قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا

يَا أَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوا رَبَّكُمُ الَّذِي خَلَقَكُم مِّن نَّفْسٍ وَاحِدَةٍ وَخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيرًا وَنِسَاءً ۚ وَاتَّقُوا اللَّهَ الَّذِي تَسَاءَلُونَ بِهِ وَالْأَرْحَامَ ۚ إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيبًا

"اے لوگو اپنے رب سے ڈرو جس نے تم کو ایک جان سے پیدا کیا اور اس کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا اور پھر ان دونوں کے ذریعے بہت سے مردوں اور

عورتوں کو پھیلایا۔ اس خدا سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنا حق مانگتے ہو اور رشتوں کے حقوق کا پاس و لحاظ رکھو اور یاد رکھو کہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔"

ان آیتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خطبۂ نکاح میں تلاوت فرمایا کرتے تھے تاکہ رشتۂ نکاح کی ذمہ داری اور مقصد ذہن میں تازہ ہو جائے کہ رشتہ تعلقات کے جوڑنے کے لئے قائم کیا جا رہا ہے، کاٹنے کے لئے نہیں۔ اور یہ چھوٹا سا خاندان جو آج وجود میں آ رہا ہے یہ پہلی تجربہ گاہ ہے۔ اگر وہ اس چھوٹے سے کنبہ کا حق ادا نہ کر سکا۔ تو خاندان اور معاشرہ اور پوری انسانی دنیا کا حق بھی وہ کبھی نہیں ادا کر سکے گا۔

اور اگر آپ مظاہر حق جدید جلد چہارم کا مطالعہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ نکاح کے کیا کیا فوائد اور اغراض و مقاصد ہیں؟

محترم بزرگو اور اسلامی بھائیو نکاح ایک عبادت کا نام ہے۔ ایک سنت کا نام ہے اور نبیوں کے ایک طریقہ کا نام ہے۔ لیکن اب لوگوں نے بد دینی اور جہالت کے گہرے غار میں پڑ کر یہ بھلا ہی دیا ہے، کہ نکاح کیا ہے؟ اور اسے کیسے ادا کیا جانا چاہئے؟ تاکہ عبادت کا ثواب ملے اور پھر یہ عبادت اپنی تمام برکات اور فوائد کے ساتھ تاحیات باقی رہے۔ اب تو لوگ غیروں کی طرح ان کے رسم و رواج اور ڈھول ڈھمکوں سے متأثر اور مرعوب ہو کر اسی طرح ادا کرنے لگے ہیں۔ کہ اسلئے ان حالات کو جو نکاح میں پیش آ رہے ہیں۔ عبادت کے بجائے تجارت کا نام دیا جا سکتا ہے۔ اللہ ہم سب کو ہمارا کی حفاظت فرمائے۔

میرے دوستو دین و ملت کا پاس رکھو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے

Scanned by CamScanner

احکامات کی پیروی کرو۔ یہ دنیا چند روزہ ہے، یہاں کی شان بان، ضروریات تقاضے سب یہیں رکھے رہ جائیں گے۔ مرنے کے بعد اگر کوئی چیز کام آئے گی تو بس وہی بات جو آپ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ادا کرلی ہوگی۔ اللہ پاک مجھے بھی اور آپ سب کو بھی اس مبارک عمل کو سنت طریقے پر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

النِّکَاحُ مِنْ سُنَّتِی

جہیز کی حقیقت

مفکرِ ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

یہ زندگی دنیا میں قناعت کیلئے ہے
انسان سمجھتا ہے کہ دولت کیلئے ہے

جہیز کی حقیقت

الحمد للّٰہ وکفٰی وسلام علی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد:
فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ۝ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ۝
وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (القرآن سورۂ بقرہ)

عَنْ انس رضی اللّٰہ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم:
مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لِعِزِّهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا ذُلًّا وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِمَالِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا فَقْرًا وَمَنْ تَزَوَّجَهَا لِحَسَبِهَا لَمْ يَزِدْهُ اللّٰهُ اِلَّا دَنَاءَةً وَمَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَأَةً لَمْ يُرِدْ بِهَا اِلَّا اَنْ يَّغُضَّ بَصَرَهٗ وَيُحْصِنَ فَرْجَهٗ اَوْ يَصِلَ رَحِمَهٗ بَارَكَ اللّٰهُ لَهٗ فِيْهَا وَبَارَكَ لَهَا فِيْهِ۔ (شامی ج۲ ص۸)

کل آنگن میں اِک لاڈلی جل رہی تھی
ابھی جس کے ہاتھوں میں مہندی رچی تھی
خطاؤں میں خطا اُس دلہن کی یہی تھی
جہیز کی فہرست میں ابھی کچھ کمی تھی

محترم بزرگو اور دوستو اور دور سے آئے ہوئے مہمانانِ کرام ۔ وقت اتنا نہیں ہے کہ تفصیل سے کچھ عرض کیا جا سکے ۔ کچھ حضرات کا اصرار ہوا کہ نکاح کی اس محفل میں قرآن وسنت کی روشنی میں کچھ عرض کروں ۔ بس اس حکم کی تعمیل میں یہاں بیٹھ گیا ہوں ۔

نکاح کا مقصد

دوستو ــــ اللہ پاک نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا

وَمِنْ اٰیٰتِہٖ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْٓا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً ؕ القرآن

" اور اس کی قدرت نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ بھی ہے کہ اس نے تمہارے (فائدے کے) واسطے تمہاری جنس کی بیبیاں بنائیں (اور وہ فائدہ یہ ہے کہ) تم کو ان کے پاس سکون ملے آرام ملے اور تمہارے درمیان محبت اور ہمدردی پیدا کی ۔"

میرے بھائیو نکاح کے جہاں اور بہت سے فائدے اور نتیجے ہیں ان میں سے ایک بڑا فائدہ قرآن حکیم نے بیان فرمایا ۔ کہ تم کو بیوی کے پاس جاکر سکون واطمینان حاصل ہو ۔ تم اسے اپنے فائدے اور سکون کی دولت محسوس کرو ۔ چنانچہ یہ تجربہ بھی ہے کہ آدمی دن بھر کا تھکا ماندہ جب بیوی کے پاس آتا ہے تو تازہ دم ہو جاتا ہے ۔ پھر سے ویسی ہی توانائی محسوس کرنے لگتا ہے جیسی اسے ضرورت تھی ۔ اللہ پاک اس برکت کو ہر جوڑے کے درمیان ہمیشہ قائم

ودائم رکھے ۔

مقاصد نکاح فوت کرنے کا نتیجہ

لیکن میرے عزیزو اس کے لئے ضروری ہے کہ ہم نکاح کو نکاح باقی رکھیں اسے تجارت کی منڈی نہ بنائیں ۔ بیٹا ، بیٹی کی سامان سمجھ کر خرید وفروخت نہ کریں ۔ ورنہ اگر ایسا ہوا تو پھر بیوی سے مل کر چین وقرار ، اطمینان وسکون نہیں حاصل ہو سکتا ۔ پھر تو نفرت و بغاوت کے شعلے نظر آئیں گے ، طعن وتشنیع کا بازار گرم ہوگا ۔ ذلت ونکبت کی نوبت آئیگی ، پھر طلاق اور موت کے بھیانک سائے دکھائی پڑیں گے ۔ چنانچہ آج یہی ہو رہا ہے ۔ ہر روز اپنے شہر ، قصبوں اور گاؤں میں یہ قصے سننے کو ملیں گے ۔ ہر روز اخباروں کی سرخیوں میں یہ دل دوز واقعات پڑھنے کو ملیں گے کہ فلاں کی بیوی کو تیل چھڑک کر اس لئے جلا دیا گیا کہ وہ منہ مانگا جہیز نہ لا سکی ۔ فلاں بیٹی کے باپ نے اس لئے خودکشی کرلی کہ اس کے پاس جہیز کی مانگ پوری کرنے کی ہمت نہ تھی ۔ فلاں کے والدین نے تمام بیٹیوں سمیت زہر اس لئے کھالیا کہ وہ بیٹیوں کو بہت سی رقم ، بہت سا ساز وسامان جہیز میں نہ دے سکتا تھا ۔

جہیز کا لالچ تباہ کر دیتا ہے

بھائیو غور کرو ۔ جو لوگ شادیاں اس لئے کرتے ہیں کہ انہیں بہت سا مال مل جائیگا ، گاڑی ، بنگلہ اور نوکر چاکر مل جائیں گے ، بہت سی عزت وشہرت بٹور لیں گے ۔ حسن وجمال والی ہوگی تو وہ فخر کر سکے گا ۔ یاد رکھو کہ اسے اللہ کے پاک اور سچے رسول محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے ذلیل اور بدنصیب قرار دیا ہے ۔

عن انس رضی اللّٰہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم مَنْ تَزَوَّجَ اِمْرَاَۃً لِعِزِّھَا لَمْ یَزِدْہُ اللّٰہُ اِلَّا ذُلًّا ؕ وَمَنْ تَزَوَّجَھَا

لمالها لم يزده الله إلا فقراً ، ومن تزوجها لحسبها لم يزده الله إلا دناءة ، ومن تزوج امرأة لم يرد بها إلا أن يغض بصره أو يحصن فرجه أو يصل رحمه بارك الله له فيها وبارك لها فيه ۔

(شامی ج ۳ ص ۸)

صاحب فتح القدیر نے طبرانی سے اور طحاوی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کریگا کہ اسے عزت مل جائے اللہ عز جلالہ اسے ذلت و نکبت کے سوا کچھ نہ دیگا۔

اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کریگا کہ اسے مال مل جائے تو حق تعالیٰ شانہ اسے سوائے فقر و تنگدستی کے کچھ نہ دیگا۔

اور جو شخص کسی عورت سے اس لئے شادی کریگا کہ اس کا خاندان اور نسب بڑا ہے تو اس کی بھی ذلت میں اضافہ ہی ہوگا اور کچھ نہیں۔

ہاں جو شخص اس لئے شادی کریگا کہ اس کی نگاہ نہ بہکے۔ وہ پاک دامن رہے۔ یا صلہ رحمی کرے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ ہر اعتبار سے برکت و رحمت کے فیصلے فرمائیں گے۔ مرد عورت کے لئے اور عورت مرد کے لئے خیر و برکت کا باعث بنیں گے۔"

اس حدیث پاک سے یہ بات اچھی طرح واضح ہو گئی۔ کہ جہیز کا لالچ کرنا اپنے آپکو ذلت و رسوائی کے بازار میں بیچ دینا ہے۔ جہیز کا لالچ کرنا۔ اپنے آپکو فقر و فاقہ اور تنگدستی و بدحالی کے حوالے کر دینا ہے۔ اور میرا پورا یقین ہے کہ یہ بات ہرگز ہرگز غلط نہیں ہے۔ آپ ابھی ابھی پوری حدیث سن چکے ہیں۔ اللہ

کے نبی جو فرماتے ہیں وہ بات اللہ کی طرف سے ہوتی ہے۔

إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۔

اور اللہ پاک جو فرماتے ہیں وہ ہو کر رہتا ہے۔

اب میں ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ بات بھی کھول کر بتا دوں کہ جہیز کیا ہے؟ کیا شریعت میں جہیز جائز ہے؟ کیا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جہیز دیا ہے؟ کیا صحابہ و تابعین میں بھی اس کا رواج تھا؟

جہیز کیا ہے؟

دوستو! شریعت میں جہیز دینا جائز ہے۔ مگر اس کی حقیقت کو سمجھنا ضروری ہے۔ مذہب اسلام میں جہیز ہدیہ اور تحفہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ ماں باپ اپنی بیٹی کو کچھ ضروری سامان دیدیں تو کوئی حرج نہیں۔ حسب استطاعت کچھ خدمت کر دیں تو کوئی مضائقہ نہیں۔ آپ حضرات ہدیہ اور تحفہ کی حقیقت سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ کہ اس میں دینے والے کی مرضی، خوشی اور چاہت کو دخل ہوتا ہے۔ لینے والے کو مطالبہ کا حق نہیں ہوتا۔ خواہش کے مطابق نہ ملنے پر نفرت اور بغاوت کا، اعتراض کرنے کا ادھیکار نہیں ہوتا۔ اس میں کمی اور نقص نکالنے کا بھی اختیار نہیں ہوتا۔ بلکہ ہدیہ دینے والے کی مرضی ہے دے نہ دے، کیا دے؟ کتنا دے؟ کیسا دے؟ کس طرح دے؟

اسوۂ رسول اکرم

چنانچہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لاڈلی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا نکاح فرمایا، بیٹی کو رخصت کیا تو آپ نے بغیر حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے کسی مطالبہ کے خود ہی چند چیزیں عطا فرما دیں۔ نہ ہی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں گنا، نہ ان کی کوالٹی کو دیکھا نہ مزید کا مطالبہ کیا، نہ انھیں کم بتلایا۔ حالانکہ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس وقت

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے گھر میں اتنا اثاثہ نہیں تھا کہ وہ کسی خاتون کو لاکر بٹھا سکیں نہ ان کے پاس اتنا ساز و سامان تھا کہ وہ خود کو یا گھر کو بنا سنوار سکیں، یا کوئی بڑی سی پارٹی دے سکیں، یا پہلے منگنی، پھر نکاح اور رچالے کے اخراجات برداشت کر سکیں۔

تاریخ کی شہادت

چنانچہ تواریخ حبیب الہٰ میں لکھا ہے کہ جب حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کا رشتہ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کے ساتھ طے ہو گیا تو حضرت علیؓ نے درخواست کی یا رسول اللہ میرے پاس مہر کے قابل تو کچھ بھی نہیں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہارے پاس کیا کیا اسباب ہیں؟ انھوں نے بیان کیا کہ ایک زرہ اور ایک گھوڑا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زرہ بیچ دینے کا حکم فرمایا۔ بولی لگائی گئی۔ سیدنا حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے چار سو اسّی (۴۸۰) درم میں خرید لی اور قیمت ادا کرنے کے بعد پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اے علی یہ زرہ بھی تم ہی رکھ لو۔ چنانچہ اس رقم سے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شادی کا نظم کیا گیا۔

فاطمہؓ کے جہیز کی تفصیل

اور جو چیزیں جہیز میں حضرت علیؓ کو دی گئیں ان کی تفصیل بھی علماء نے لکھی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک پلنگ، دو تھالی، دو چادر، ایک تکیہ، دو بازو بند چاندی کے، ایک مشک پانی بھرنے کی اور دو گھڑے مٹی کے۔ اور بعضے لوگوں نے چکی کے بارے میں بھی لکھا ہے۔ بہرحال یہ چند چیزیں ہیں جو حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دی گئیں۔

اگر اس جہیز کے دینے لینے کے حالات کو آج کل کے دور پر قیاس کر کے دیکھا جائے تو پھر اندازہ ہوگا کہ کیا ہونا چاہئے تھا اور کیا ہو گیا؟

اسلاف کے عمل کا جائزہ دورِ حاضر کے معیار پر

اب ایک طرف تو حضرت

محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی شخصیتِ مقدسہ ہے جو شہنشاہوں کے شہنشاہ، سید الانبیاء، تاجدارِ مدینہ اور پوری امت کے سردار ہیں، دوسری جانب حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ جیسا کمانڈر، شجاع، بہادر، خوبرو، صحت مند، علم کا سمندر (کیونکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں علم کا گھر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں) اور کڑیل نوجوان ہے۔

لیکن نہ تو سید الکونین نے جہیز کے نام پر دولت کی ریل پیل کی، نہ قرض مانگا اور نہ ہی حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے علم یا بہادری کے تمغوں کے بل بوتے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی مطالبہ کیا، نہ ہی انہوں نے کبھی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو ستایا، نہ کبھی تیل چھڑک کر مار ڈالنے کی کوشش کی، اور نہ ہی تاریخ میں یہ ثبوت ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے کبھی جہیز کے مطالبات سے تنگ آکر خودکشی اور خود سوزی کی کوشش کی ہو۔

میرے دوستو کبھی اس کی ضرورت ہی پیش نہیں آئی۔ اور آتی بھی کیوں؟ کیونکہ وہاں تو بیٹا بیٹی کے تقویٰ و طہارت، ایمانداری، خودداری اور محنت، جد و جہد کو دیکھا جاتا تھا۔ آج کی طرح نہیں کہ اللہ نے اگر کسی کو کوئی ہنر، ڈگری یا نوکری عطا فرما دی تو بس والدین تو کالے اژدہے کی طرح اپنا پھن اٹھا کر کھڑے ہو جاتے ہیں کہ اب جو بھی آئیگا اسے ڈسے بغیر نہ چھوڑیں گے۔

صحابہ کا عمل اور جہیز

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے دورِ خلافت میں ایک روز رات کو اپنے معمول کے مطابق گشت لگا رہے تھے، ایک مکان سے آواز آئی۔ ایک ضعیفہ اپنی بیٹی سے کہہ رہی تھی کہ دودھ میں پانی ملا دے، لڑکی نے جواب دیا امیر المؤمنین کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ دودھ میں پانی ملا کر نہ بیچا جائے۔ بڑھیا نے کہا کہ اس وقت نہ

امیرالمؤمنین یہاں ہیں اور نہ ہی ان کا منادی۔ بیٹی نے جواب دیا اللہ کی قسم یہ بات ہمارے لئے ہرگز مناسب نہیں کہ ظاہر میں تو اطاعت کریں اور باطن میں مخالفت
یہ سارا مکالمہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ بڑے خوش ہوئے اور اپنے غلام اسلم سے جو اس وقت ان کے ساتھ تھا کہا کہ اس مکان پر نشان بنادو چنانچہ صبح ہوتے ہی آپ نے ایک شخص کو بھیجا۔ اور اس لڑکی کو اپنے صاحبزادے حضرت عاصم کے لئے پیغام نکاح دیدیا اور فرمایا کہ اس نکاح میں برکت ہوگی۔ چنانچہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہ جیسے متقی اور عادل حاکم اسی لڑکی کی نسل سے پیدا ہوئے۔

حضرات سامعین کرام ذرا غور فرمائیں اور ان واقعات پر گہرائی سے سوچیں کہ نہ جہیز کا کوئی ذکر ہے اور نہ ہی اس کا کوئی مطالبہ۔ حالانکہ اس ضعیفہ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ میں کسی بھی طرح کی ہمسری نہیں۔ وہ غریب اور محتاج عورت یہ امیرالمؤمنین، بے تاج بادشاہ، پوری سلطنتِ اسلامیہ کے قائد و رہنما۔

امت کو تڑپ اٹھنا چاہیے

میرے بزرگو آج بہت دکھ ہوتا ہے اور بڑا افسوس ہوتا ہے کہ جہیز کے نام پر ہماری بیٹیوں کے ساتھ جو ظلم و ستم اور زیادتیاں ہوتی ہیں، جس طرح انہیں مارا جاتا ہے ان کے دستِ حنائی کو کچلا جاتا ہے، ان کے سر کے بال پکڑ کر صحن کے بیچ کھینچ دیا جاتا ہے اور جس طرح انہیں زہر کھانے پر، پھانسیاں لگانے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ جس طرح تیل چھڑک کر ان کی جان لی جاتی ہے اس پر تمام امت کو تڑپ اٹھنا بیقرار اور بے چین ہو اٹھنا چاہئے۔ اور سنجیدگی سے اس مہلک مرض کو دفع کرنے کی صورت نکالنی چاہئے اور ایسے مجرم لوگوں کو یہ احساس کرادینا چاہئے کہ تم بھیڑیے ہو جو اللہ کی مخلوق کے دشمن ہو۔ ایک عورت کو تم بے جان چیز سمجھتے ہو کہ جب چاہا توڑ دیا اور جب

چاہا خرید لیا۔

دوستو حقیقت میں تو اس درد کا احساس اور اس درد کی تکلیف اس وقت معلوم ہوتی ہے جب یہ معاملہ ہماری اپنی بیٹی کے ساتھ پیش آئے، یا جب کئی کئی بیٹیاں جوان ہمارے گھر میں ہوں، اور رشتے نہ مل رہے ہوں۔ کیونکہ لڑکے والوں کو منہ مانگی قیمت چاہئے۔ اور وہ ہمارے پاس نہ ہو۔ اس وقت ایک باپ کے دل پر کیا گذرتی ہے، یہ وہی جانتا ہے یا اس کا خدا جانتا ہے۔ راتوں کو نیند نہیں آتی، دن کو چین نہیں ملتا، رشتہ داروں میں جگ ہنسائی ہوتی ہے، سماج والے اس کا مذاق اڑاتے ہیں۔ بیٹیاں اپنے باپ کی مجبوریاں دیکھ دیکھ کر کڑھتی ہیں روتی ہیں اور چاہتی ہیں کہ کسی طرح ان کی موت آجائے، کوئی سانپ نکل آئے جو انہیں ڈس لے یا زمین پھٹے اور وہ اس میں سما جائیں۔

انہیں حالات سے مجبور ہو کر بہت سے باپ خودکشی کر لیتے ہیں۔ بہت سی بیٹیاں زہر کھا لیتی ہیں۔

مفکرِ اسلام حضرت مولانا ابوالحسن علی ندویؒ کے پاس ایک صاحب نے خط لکھا کہ حضرت میرے یہاں چار لڑکیاں ہیں، آپ مسلم پرسنل لا بورڈ کے صدر ہیں، بتلائیے میں کیا کروں؟ ایک آدھ لڑکی کی بات ہوتی تو میں جہیز کے مطالبات پورے کردیتا، قرض لیکر خواہشات کی تکمیل کر دیتا مگر یہاں تو چار کا مسئلہ ہے، جو میری ہمت سے باہر ہے، آپ اجازت دیں تو میں اپنی چاروں بیٹیوں کے ساتھ خودکشی کرلوں۔

حضرت مولانا لرز گئے، ان کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں اور کہا نہ معلوم کتنی لڑکیاں، کتنے باپ اور کتنی مائیں ہیں جو اس جہیز کے رستے ناسور کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ رہے ہیں۔

ملک شام میں جہیز کی کوئی رسم نہیں ہے

جسٹس حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی مدظلہ العالی تحریر فرماتے ہیں کہ شام کے ایک بزرگ شیخ عبد الفتاح ہمارے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے، اتفاق سے ایک مقامی دوست بھی اسی وقت آگئے اور جب انہوں نے ایک عرب بزرگ کو بیٹھے ہوئے دیکھا تو ان سے دعا کی درخواست کرتے ہوئے کہا کہ میری دو بیٹیاں شادی کے لائق ہیں. دعا کیجئے کہ اللہ ان کی شادی کے اسباب پیدا فرمادے، شیخ نے پوچھا کیا ان کے لئے کوئی مناسب رشتہ نہیں مل رہا ہے. اس پر انھوں نے جواب دیا کہ رشتہ تو دونوں کا ہو چکا ہے لیکن میرے پاس اتنے مالی وسائل نہیں ہیں کہ ان کی شادی کرسکوں، شیخ نے یہ سنکر انتہائی حیرت سے پوچھا آپ کی لڑکیاں ہیں یا لڑکے ہیں، کہنے لگے کہ لڑکیاں ہیں، شیخ نے سراپا تعجب بنکر کہا کہ لڑکیوں کی شادی کے لئے مالی وسائل کی کیا ضرورت ہے؟

انہوں نے کہا کہ میرے پاس انہیں جہیز میں دینے کے لئے کچھ نہیں ہے شیخ نے پوچھا جہیز کیا ہوتا ہے؟ اس پر حاضرین مجلس نے انھیں بتایا کہ ہمارے ملک میں یہ رواج ہے کہ باپ شادی کے وقت اپنی بیٹی کو زیورات، کپڑے، گھر کا اثاثہ اور بہت سا ساز و سامان دیتا ہے اسے جہیز کہتے ہیں اور جہیز دینا باپ کی ذمہ داری سمجھی جاتی ہے جس کے بغیر لڑکی کی شادی کا تصور نہیں کیا جاسکتا اور لڑکی کے سسرال والے بھی اس کا مطالبہ کرتے ہیں. شیخ نے یہ تفصیل سنی تو وہ سر پکڑ کر بیٹھ گئے اور کہنے لگے کیا بیٹی کی شادی کرنا کوئی جرم ہے۔

اللہ اس امت کی حفاظت فرمائے کیسے کیسے فتنے جنم لے رہے ہیں۔

ہماری غفلت کا نتیجہ

یہ سب غیروں کے طریقے ہیں، غیروں کی تہذیب ہے جس کو مسلمان بڑے فخر کے ساتھ اپنا رہے ہیں۔

اور یہ بات ان کی آنکھ سے اوجھل ہو جاتی ہے کہ ان رسومات کو نبھانے میں خدا جانے کتنی بہنوں کے سہاگ اجڑ جائیں گے؟ کتنے خاندان پنپنے سے پہلے تباہ ہو جائینگے کتنے بوڑھے والدین اپنی بیٹیوں کے ساتھ یہ خوں ریز اور خونچکاں مناظر کے برداشت کی تاب نہ لاکر دنیا سے چل بسیں گے. کتنی بیٹیاں کنواری ہوتے ہوئے بیواؤں کی طرح زندگی بسر کریں گی. اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

میرے عزیزو. اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو، ایسا نہ ہو کہ کہنے کیلئے ہم مسلمان ہوں، اور عمل کے درجہ میں غیر مسلموں کی طرح ہوں۔

یَا أَیُّهَا الَّذِیْنَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِی السِّلْمِ كَآفَّةً ۝

"اے ایمان والو اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ"

اسلام سے ہٹ کر زندگی گزارو گے تو پھر یاد رکھو کہ جانے نہ جانے میں ہم سے کتنے گناہ اور معاصی ہوں گے، کتنے معصوم لوگوں کی جانیں ہمارے ہاتھ سے چلی جائیں گی۔ اور اس کا علم اس وقت ہوگا کہ جب میزانِ عمل ہمارے سامنے ہوگا، تب ظاہر ہوگا کہ ہماری کون سی بات سے کون ذلیل ہو گیا اور کس عمل سے کس کی جان چلی گئی۔

رشتوں کا معیار ہی الٹ گیا

جہیز کا وہ طریقہ جو اب رائج ہے، جس طرح لیا اور دیا جاتا ہے اس کی اسلام میں کسی بھی طرح اجازت نہیں دی جاسکتی، کیونکہ اس سے امت میں بڑے خلفشار اور انتشار پیدا ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ سے نکاح نہیں تجارت کی منڈی بن رہی ہیں۔ اس میں دولہن دولہا کے لئے نہیں بلکہ سامان دولہا کے لئے ہوتا ہے۔ دولہن تو جہیز کے دوسرے سامان کی طرح ایک سامان شمار ہوتی ہے، اسی لئے یہ نہیں دیکھا جاتا کہ لڑکی لڑکے کے مناسب ہے یا نہیں۔ تعلیم کے اعتبار سے، تقوی و طہارت

Scanned by CamScanner

کے اعتبار سے، ایمانداری ودیانتداری کے اعتبار سے، اطاعت وفرمانبرداری کے اعتبار سے، محنت وخدمت کے اعتبار سے۔

بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ لڑکی ہم سے زیادہ ہے یا نہیں دولت وثروت کے اعتبار سے، شہرت وناموری کے اعتبار سے، عزت ووجاہت کے اعتبار سے حسب ونسب کے اعتبار سے، حسن وشباب کے اعتبار سے۔

جب رشتوں کو جانچنے اور پرکھنے کا معیار ہی الٹا ہوگیا تو پھر فتنے کیوں بپا نہ ہوں! فساد کیوں پیدا نہ ہو، خلفشار وانتشار کیوں پروان نہ چڑھے، وہ لڑکیاں شوہر کی جی حضوری کیوں کریں، اس کے والدین کی خدمت واطاعت کیسے ہو۔ اس لئے کہ جو مقصود تھا وہ مل گیا، جس کے لئے محنت وجد وجہد کی اس میں کامیابی ہوگئی۔ جو چاہا، جتنا چاہا وہ حاصل ہوگیا۔ اب ایسے مجرم لوگوں کا ان دولہنوں کی طرف سے حرف شکایت لب پر لانا بے جا ہے بے فائدہ ہے۔

تنبیہ میرے دوستو ہم اپنے آپ کو پہچانیں، ہم اللہ اور اس کے حبیب محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والے ہیں، ہم ان سے ہٹ کر کامیاب نہیں ہوسکتے۔ ان سے ہٹ کر چلنے والا ظالم ہے ان کی حدود کو توڑنے والا نا شکرا ہے۔

وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝

"اور جو لوگ اللہ کے ضابطوں سے باہر نکل آئیں وہ ظالم ہیں۔"

آج سے کوشش کریں خود کو بچانے کی، اپنے رشتہ داروں اور عزیزوں کو بھی سمجھائیں کہ وہ اس مکروہ رسم سے حتی الوسع پرہیز کریں اور ضرور ایسی تدبیر کریں کہ امت اس فتنہ سے بچ جائے اللہ پاک آپ تمام حضرات کو ہمت وحوصلہ اور قوت عطا فرمائے۔ اور ہم سب کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جہیز کے مسائل

حضرات فقہاء ومحدثین نے جہیز کی شرعی حیثیت اور اس کے لین دین کے مسائل بیان فرمائے ہیں۔ کتب فقہ میں اسکی وضاحت ہے کہ کن حالات میں جہیز عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور کن صورتوں میں جہیز شوہر وبیوی کا مشترک تصور کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس سلسلہ کے فقہی مسائل نقل کئے جاتے ہیں۔ (بحوالہ جہیز ایک سماجی لعنت)

مصنف مولانا خورشید حسن قاسمی، دار الافتاء دار العلوم دیوبند

مسئلہ: — جہیز لڑکی کی ملکیت ہوتا ہے۔

مسئلہ: — جو چیزیں لڑکی کو والدین کے گھر سے دی جاتی ہیں ان کی مالک لڑکی ہی ہوتی ہے، اور جہیز میں دی گئی اشیاء واپس لینے کا والدین کو اختیار نہیں، نہ ان کے بعد کوئی وارث ان اشیاء کو واپس لے سکتا ہے بشرطیکہ والدین نے ان چیزوں کو صحت کی حالت میں لڑکی کو نامزد کیا ہو۔ مثلاً اس کے بچپن میں ان چیزوں کو اس کے جہیز کے لئے خریدا گیا ہو۔ اگر جہیز میں دی ہوئی چیزوں کی نسبت دولہن کا والد یہ کہے کہ میں نے یہ چیزیں جہیز میں نہیں دی تھیں بلکہ عارضی طور پر دی تھیں تو اس صورت میں اس علاقہ کا دستور اور رواج دیکھا جائیگا۔ اگر وہاں جہیز مانگی ہوئی چیز (عاریت) کے طور پر دینے کا دستور ہو تو باپ حلف لیکر اس کی بات مان لی جائے گی۔ اور جن جن اشیاء کی نسبت وہ کہتا ہے

کر میں نے عارضی طور پر دی تھیں، وہ اشیا، اس کو واپس دلوا دی جائیں گی۔

مسئلہ:۔ والدہ نے جب بالغہ لڑکی کو جہیز دیا اور بعد میں اس نے دعویٰ کر دیا کہ جہیز میں دی گئی اشیاء عارضی طور پر دی گئیں تھیں۔ ان کا مکمل مالک نہیں بنایا گیا تھا۔ اور اس علاقہ میں دستور دونوں قسم کا ہو، یعنی جہیز میں دی گئی اشیاء عارضی طور پر بھی دیجاتی ہوں، اور لڑکی کو ان اشیاء کا مالک بھی بنایا جاتا ہو، اس صورت میں ماں کا قول معتبر ہوگا، لیکن یہ قول اس صورت میں معتبر ہوگا جبکہ ماں بحلف کہے۔

مسئلہ:۔ بالغہ لڑکی کو جہیز کے علاوہ دوسرا کوئی سامان دیا گیا پھر لڑکی کا انتقال ہوگیا تو اس صورت میں بھی بحلف ماں کا قول معتبر ہوگا اور لڑکی کے انتقال کے بعد اس مال میں وراثت جاری ہوگی۔ اور دیگر ترکہ کی طرح وہ جہیز بطور ترکہ تقسیم ہوگا اور ماں کا بھی اس میں حق ہوگا۔

مسئلہ:۔ جہیز شرعاً عورت کی ملکیت ہوتا ہے اور اس کے بارے میں عموماً عارضی طور پر دیئے جانے اور اس بنا پر واپس لینے کا حق نہیں ہوتا۔ البتہ اگر جہیز کے بارے میں کسی جگہ تمام جہیز عارضی طور پر دیا جاتا ہو، یا تصور کیا جاتا ہو تو اس صورت میں باپ کا قول معتبر ہوگا۔

مسئلہ:۔ جہیز عورت کی ہی ملکیت ہوتا ہے، شوہر کے طلاق دینے یا تفریق شرعی (شرعی پنچایت وغیرہ کی طرف سے دی گئی طلاق) کے بعد تمام سامانِ جہیز عورت وصول کرنے کی حقدار ہے۔ اور جب عورت کا انتقال ہو جائے تو شوہر بھی جہیز میں اسلامی قانون کی رُو سے حقدار ہے۔ اور دیگر وارثین بھی اس میں حصہ دار ہوں گے۔

مسئلہ:۔ شوہر۔ بیوی کو جو سامان جیسے زیورات وغیرہ

دیتا ہے۔ یا سسرال کی جانب سے جو سامان عورت کو دیا جاتا ہے تو اگر وہ سامان زیورات وغیرہ بطور بخشش کے بیوی کو دیئے جاتے ہیں جیسے ہمارے علاقوں میں شوہر کی جانب سے بری کا سامان چڑھایا جاتا ہے، تو اس سامان کی بھی مالک لڑکی ہی ہوتی ہے۔ اور اگر ضرورت کا سامان ہو تو اس کا مالک شوہر ہوتا ہے۔ اور اگر دیتے وقت کوئی وضاحت نہیں کی گئی تو علاقہ کے دستور اور رواج کے مطابق حکم ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

Scanned by CamScanner

وہ منیٰ دیکھو جہاں سبھی کے دل مچلتے ہیں
جہاں خاکی بدن انوار کے سانچے میں ڈھلتے ہیں

حج

عشقِ خداوندی کا بے مثال نمونہ

مفکرِ ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور
خلیفۂ اجل
فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی
مرتبہ
محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

حرمین شریفین سے

عشق و محبت کا سبب

کعبہ و مدینہ اور ان بیابانوں، ریگزاروں، ٹیلوں، چٹانوں اور جھلستے پتھروں سے محبت کیوں نہ ہو! دلوں کی کشش و جاذبیت اس مقدس گھر سے کیوں نہ ہو، جب کہ رب البیت کے خلیل "معمار کعبہ" سیدنا ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دعا اسی کی کی تھی۔ اور وادیٔ غیر ذی زرع میں ایک گھر تعمیر کرکے پُرسوز لہجے اور دل کی تڑپ کے ساتھ دلوں کو تڑپنے اور اس گھر اور قلب میں مقناطیسی رابطہ پیدا کرنے کے لئے معجزانہ کلمات کہے تھے فَاجْعَلْ اَفْئِدَۃً مِّنَ النَّاسِ تَھْوِیْٓ اِلَیْھِمْ "[1] اے اللہ لوگوں کے قلوب اس کی طرف مائل فرما۔

(بشکریہ: ہندوستان سے دیارِ حرم تک)

حج

عشقِ خداوندی کا بےمثال نمونہ

الحمد للہ الذی لم یزل ولا یزال حیاً قیوماً عالماً قدیراً مدبراً سمیعاً بصیراً۔ واشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لا شریک لہٗ واشھد انّ محمداً عبدہٗ و رسولہٗ صلی اللہ علیہ وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔

اَمَّا بَعْدُ!

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ۝ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ ۝

آج بھی ہو گر ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کرسکتی ہے اندازِ گلستاں پیدا

محترم قائدین، حجاجِ کرام، اور عزیز دوستو!

آج کی یہ مجلس بڑی ہی مبارک ہے، بڑی ہی مقدس ہے۔ اس میں شریک ہونے والے اور اس کے سننے والے بھی بڑے خوش نصیب ہیں، حتیٰ کہ اس محلہ اور بستی کے رہنے والے بھی بڑے باسعادت ہیں۔ اس لئے کہ آج یہاں وہ مبارک اور بزرگ حجاجِ کرام تشریف فرما ہیں جو حرمین شریفین کی زیارت کرکے ابھی ابھی لوٹے ہیں، جنھوں نے سفرِ حج بیت اللہ کیا ہے، جنھوں نے بچشم خود خانۂ کعبہ کو دیکھا ہے، جنھوں نے اپنے ہاتھوں سے غلافِ کعبہ کو چھوا ہے، جنھوں نے حجرِ اسود کو محبت وعقیدت کے بوسے دیئے ہیں، جنھوں نے خانۂ کعبہ کے چکر لگائے ہیں، جنھوں نے خوب رو رو کر خوب آہ وزاری کرکے اللہ کی بارگاہ میں دعائیں مانگی ہیں، جنھوں نے منیٰ و مزدلفہ کی وادیوں میں، عرفات کے وسیع وعریض میدان میں شب و روز اللہ کی یاد میں گزارے ہیں۔ ایسی مبارک ہستیاں جہاں تشریف فرما ہوں بھلا اس سرزمین کو کیوں نہ مبارک و مسعود کہا جائے۔ جبکہ ان کے بارے میں اللہ کے آخری رسول سردارِ دو جہاں محبوب رب العالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ حَجَّ لِلّٰہِ فَلَمْ یَرْفُثْ وَلَمْ یَفْسُقْ رَجَعَ کَیَوْمٍ وَلَدَتْہُ اُمُّہٗ۔

جو شخص اللہ کیلئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ رفث ہو (یعنی فحش بات) اور نہ فسق ہو (یعنی حکم عدولی) وہ حج سے ایسا واپس ہوتا ہے، جیسا اس دن میں تھا جس دن اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔ (مشکوٰۃ جلد اول، کتاب المناسک ص ۲۲۱)

جس طرح بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو اس کے سر کوئی گناہ نہیں ہوتا، وہ بالکل معصوم ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ پاک اس شخص کو یہ مرتبہ عنایت فرماتے ہیں، جو اپنے اہل وعیال، تجارت و کاروبار کو چھوڑ کر اپنا مال، جان اور وقت لگا کر اللہ کے راستہ میں جاتا ہے۔ راستہ کی

صعوبتیں، مشقتیں اور تکلیفیں جھیلتا ہوا، تمام فواحش اور گندی باتوں سے پرہیز کرتا ہوا اس سفر کو مکمل کرتا ہے، جسے حاجی کہتے ہیں۔ اور حاجی کا مقام یہ ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے وہ فرماتے ہیں کہ "حاجی کی بھی اللہ کے یہاں مغفرت ہے اور حاجی ۲۰ ربیع الاول تک جس کے لئے دعاءِ مغفرت کرے اس کی بھی مغفرت ہے۔" (بحوالہ فضائلِ اعمال)

میرے دوستو! حج اسلام کا اہم ترین رکن ہے اور بڑی ہی عجیب وغریب عبادت ہے ایسی عبادت جو انسان کی تمام کوششوں، کاوشوں اور قربانیوں کا مجموعہ ہوتی ہے۔ جو تمام عبادات کی جامع ہوتی ہے۔ مثلاً نماز ایک ایسی عبادت ہے جس میں انسان کا وقت صرف ہوتا ہے۔ روزہ ایسی عبادت ہے کہ جس میں انسان کی جان لگتی ہے، زکوٰۃ ایسی عبادت ہے جس میں انسان کا مال خرچ ہوتا ہے۔ لیکن حج ..... حج ان تمام کوششوں اور عبادات کا مجموعہ ہے۔ اس میں جان، مال اور وقت سب کچھ بیک وقت صرف ہوتا ہے۔ اس میں نماز، روزہ اور صدقہ و قربانی کی ادائیگی کی جاتی ہے۔

چنانچہ جب کوئی شخص حج بیت اللہ کو جانے کا ارادہ کرتا ہے، تو پہلے بہت رقم خرچ کرتا ہے پھر جب وہ منزلِ مقصود پر پہنچ جاتا ہے، تو حج کی ادائیگی کے لئے مسلسل پانچ دنوں تک محنت کرنی پڑتی ہے۔ جیسے منیٰ و مزدلفہ اور عرفات کے میدانوں میں جانا آنا، شیطانوں کو کنکریاں مارنا، قربانی کرنا، طوافِ زیارت کرنا وغیرہ۔ اسی طرح اس سفر میں بہت سا وقت صرف ہوتا ہے۔ پہلے لوگ چار پانچ ماہ میں اپنے وطن کو لوٹتے تھے اور اب الحمد للہ سوا مہینہ ہی کافی ہو جاتا ہے۔ مگر بہرحال آج کی مصروف ترین زندگی میں تجارتی اور کاروباری آدمی کے لئے تو ایک سوا مہینہ خرچ کر دینا بھی بڑی بات ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اس عجیب وغریب عبادت میں یہ جان و مال اور وقت کی زبردست قربانی حاجی عشقِ خداوندی میں ڈوب کر کرتا ہے۔ جب دل کی گہرائیوں میں عشقِ خداوندی کی آگ بھڑک جاتی ہے تو پھر سب کچھ کر گزرنا آسان ہو جاتا ہے، اسی لئے یہ عبادت اللہ پاک کو اتنی پسند ہے کہ وہ اس کے صدقے اور طفیل میں

حاجی کے تمام گناہ معاف فرما دیتے ہیں اور وہ بالکل ایسا ہو جاتا ہے جیسے ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اسی لئے میرے بھائیو! آج ان حجاج کرام کی خوب جی بھر کر زیارت کر لو، ان سے اپنے لئے دعائیں کرالو، کیونکہ انہوں نے کعبۃ اللہ کی چوکھٹ سے چمٹ چمٹ کر اور اس کے پردوں سے لپٹ لپٹ کر دعائیں مانگی ہیں، انہوں نے مقام ابراہیم پر بلک بلک کر اللہ سے مانگا ہے، انہوں نے چاہ زمزم پر خدا کو یاد کیا ہے اور صفا و مروہ پر دوڑ دوڑ کر اس پاک پروردگار کو پکارا ہے۔ اللہ پاک ہم سب کو اپنے گھر کی بار بار زیارت کی توفیق عطا فرمائے۔

عشقِ خداوندی کا مظہر

میرے دوستو یہ سفر صرف اور صرف عشقِ خداوندی کا مظہر ہوتا ہے، حاجی پر اللہ کی محبت اور اللہ کے عشق کی ایسی دیوانگی سوار ہو جاتی ہے کہ سوائے اللہ کے کچھ نظر ہی نہیں آتا۔ اسی لئے ہر حاجی اٹھتے بیٹھتے، سوتے جاگتے اللہ کا ذکر کرتا رہتا ہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ وہ خدا کو بھول جاتا ہو، کیونکہ وہاں ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے، ہر طرف عشقِ خداوندی کی داستانیں بکھری پڑی ہیں۔ حاجی جب سرزمین حجاز پر قدم رکھتا ہے تو کعبۃ اللہ، مشاعرِ حرم اور خود مکۃ المکرمہ ایک ایسی ہستی کی یاد دلاتے ہیں جو سراپا عشق و محبت میں ڈوبی ہوئی تصویر تھی اور وہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں۔ جنہوں نے اللہ کی بارگاہ میں اپنی زندگی کی سب سے عزیز ترین چیز اپنی اولاد کو بھی بے دریغ قربان کر دیا تھا۔ اپنی ننھی سی اولاد کے ہاتھ پاؤں میں ایک شفیق باپ نے خود رسی باندھی، خود نیچے لٹایا، چھری کو تیز کیا اور خود اپنا گھٹنا اپنے لختِ جگر کے سینے پر رکھا، آنکھوں پر پٹی باندھی اور دل کو مضبوط کر کے سیدنا اسمٰعیل علیہ السلام کے حلقوم پر چھری چلا دی

ؔ زمیں سہمی پڑی تھی آسماں ساکن تھا بیچارہ
نہ اس سے پیشتر دیکھا تھا حیرت کا یہ نظارہ

زمین، آسمان، چاند، سورج، ستاروں نے کبھی اس سے پہلے یہ حیرت انگیز نظارہ نہیں

دیکھا تھا، فرشتے دم بخود تھے کیونکہ فرشتوں کی اطاعت گذاری اور وفاداری سے کہیں آگے بڑھ گئی تھی، ابراہیم و اسمٰعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اطاعت گذاری اور وفاداری ——— فکر جو اس فرشتوں کو سوچنے پر مجبور کر رہا تھا کہ کیا ایک انسانی باپ اپنی انسانی اولاد کو اس طرح بے دریغ ذبح کر سکتا ہے؟ مگر انہوں نے کر دکھایا۔ وحیٔ الٰہی کا نزول ہوا

قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا   اے ابراہیم واقعی تم نے اپنا خواب سچ کر دکھایا

میرے بزرگو اور دوستو! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ حج صرف اور صرف عشقِ خداوندی کا مظہر ہوتا ہے، وہاں ہر طرف اللہ ہی اللہ ہے۔ اللہ اللہ بولتے بولتے اللہ حاجی کے دل کی گہرائیوں میں ایسا اتر جاتا ہے کہ پھر اللہ کے بغیر دل کو قرار نہیں ملتا۔ نس نس اور رگ رگ اللہ اللہ پکارتی ہے اور اسی لئے حاجی جب بیت اللہ سے رخصت ہوتا ہے، جب وہ طواف وداع کرتا ہے تو اس سے پوچھ کر دیکھو کہ اس کے دل پر کیا قیامت گذرتی ہے۔ جب اللہ کا وہ گھر نظروں سے اوجھل ہونے لگتا ہے تو حاجی سے رہا نہیں جاتا، وہ بیت اللہ کی جدائی پر افسوس کرتا ہوا بچوں کی طرح بلک بلک کر رونے لگتا ہے، دل بیت اللہ کو ایک بار پھر چمٹ جانا چاہتا ہے۔ لیکن سفر کی مجبوری پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیتی ہے۔ مکہ کی گلیوں اور بازاروں کو حاجی حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتا ہوا اللہ کی بارگاہ میں آہ و فغاں کرتا ہوا اور یہ دعا کرتا ہوا واپس ہوتا ہے کہ اے اللہ میری اس حاضری کو آخری حاضری نہ بنانا بلکہ بار بار حاضری کی توفیق دیتے رہنا۔

حج کے فضائل و فرائض

دوستو آج اس مجمع میں سب حضرات نیت کریں کہ ہم انشاء اللہ، اللہ کے گھر ضرور جائیں گے۔ ہمارے بہت سے بھائیوں پر حج فرض ہو گیا ہے لیکن وہ یہ سوچتے ہیں کہ سفرِ حج میں خرچ کر دینے سے مال کم ہو جائیگا۔ یاد رکھو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے کم نہیں ہوتا بلکہ اور بڑھ جاتا ہے

لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ   اگر تم شکر کرو گے تو میں اور زیادہ دونگا۔

حاجی کبھی بھوکا نہیں مرتا۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ اور خصوصی طور پر
"حاجی نقیر ہرگز نہیں ہوسکتا" اس سے بڑا اور کیا انعام ہوگا۔
اسی کے ساتھ ساتھ ہمارے بہت سے وہ بھائی بھی ہیں جن کے پاس اتنی رقم نہیں کہ وہ حج کرسکیں، ان کے سامنے جب حج کے مبارک سفر کا تذکرہ ہوتا ہے یا وہ کسی حاجی کو حج کیلئے جاتا ہوا دیکھتے ہیں تو اپنے نقر و فاقہ اور تنگدستی کو دیکھ کر رو بیٹھتے ہیں، اپنی مجبوریوں، الجھنوں اور بےبسیوں کو سوچ کر سراپا حسرت و یاس کی تصویر بن جاتے ہیں، آہ بھرتے ہیں اور زبان حال سے یوں گویا ہوتے ہیں: ہائے کاش ـــــ ہمارے پاس بھی اتنی دولت ہوتی کہ ہم بھی حج کو چلے جاتے، کاش ہماری بھی اتنی استطاعت ہوتی کہ ہم بھی بیت اللہ کی زیارت کرکے اپنے دل کی پیاس بجھا لیتے۔

مگر میرے دوستو ـــــ یہ وہ سفر ہے جس میں اسباب پر توجہ نہیں کی جاتی بلکہ دل کی تڑپ، بےچینی، لگن اور کسک کو دیکھا جاتا ہے۔ جس دل میں جتنی چاہت ہوگی خانۂ کعبہ اتنی ہی جلد اس دل کو کھینچ لیگا۔ آپ بس اللہ سے مانگیں اللہ پاک خود حالات تیار فرما دیں گے۔ راستہ خود بخود بن جائیگا، مشیتِ ایزدی کشاں کشاں خود بخود اس دیار تک پہنچا دیگی۔

حج کرنے کیلئے دل کی چاہت اور تڑپ کی ضرورت

ایک صاحب نے مکۃ المکرمہ میں مولانا سعید احمد خان صاحبؒ مکی کو خط لکھا کہ میں حج کرنا چاہتا ہوں، مگر میرے پاس اسباب نہیں ہیں۔ حضرت والاؒ نے اسی وقت اس کا جواب لکھوایا: "حج کرنے کے لئے اسباب کی ضرورت نہیں۔ حج کرنے کے لئے دل کی چاہت، تڑپ اور لگن کی ضرورت ہوتی ہے، جتنی دل میں لگن ہوگی انشاء اللہ اتنی ہی جلد حج مبارک نصیب ہو جائے گا۔ اپنی نگاہ اسباب سے ہٹالو، اللہ کی ذات پر یقین کرکے اللہ سے مانگو کیونکہ یہ سب اسباب و وسائل تو خود اللہ نے پیدا فرمائے ہیں۔ وہ پاک ذات ان اسباب کی محتاج نہیں۔ وہ بغیر اسباب

و انتظام کے بھی کرشمہ سازی کرکے دنیا کو حیرت و استعجاب میں ڈال دیتا ہے۔"

میرے بھائیو ہم کسی بھی کام کو کرنے کے لئے اسباب پر توجہ کرتے ہیں اور اس کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ اللہ کی ذات اور اس کی قدرت کا خیال ہی دلوں سے نکل گیا، حالانکہ اسباب اللہ نے پیدا کئے ہیں، جب وہ چاہتا ہے اسباب کو ختم کر دیتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ ہم پہلے اللہ کی ذات پر یقین کرکے پورے اطمینان کے ساتھ اللہ سے مانگتے اس کے بعد اسباب اختیار کرتے۔ لیکن حال یہ ہے کہ اسباب ہی کو سب کچھ سمجھا جاتا ہے، اللہ کی ذات سے ہونے کا یقین جاتا رہا، اللہ کی ذات سے ہونے کے یقین کے کھوکھلے دعوے تو سب کرتے ہیں لیکن واقعی اللہ کی ذات سے ہوتا ہے اس کا اطمینان ۵ فیصدی کو بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ ہمارے یقین متزلزل ہو رہے ہیں، ڈگمگا رہے ہیں۔

یقین اور اطمینان کیساتھ مانگنا چاہئے

یقین اور اطمینان دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ایک مرتبہ سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خداوندِ قدوس کی بارگاہ میں یہ سوال کیا تھا کہ اے ربّ ذوالجلال آپ مُردوں کو کیسے زندہ کرتے ہیں؟

وَإِذْ قَالَ إِبْرَاهِيمُ رَبِّ أَرِنِي كَيْفَ تُحْيِي الْمَوْتَىٰ "اور وہ وقت یاد کرنے کے قابل ہے جبکہ ابراہیم علیہ السلام نے کہا میرے پروردگار، مجھے دکھلا دے کہ آپ کیسے زندہ کرتے ہیں مردوں کو" تو اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

أَوَلَمْ تُؤْمِن "اے ابراہیم کیا تمہیں یقین نہیں؟"

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا:

بَلَىٰ وَلَٰكِن لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِي "ہاں یقین ہے لیکن صرف اطمینانِ قلبی کیلئے پوچھتا ہوں"

قَالَ فَخُذْ أَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ "اللہ پاک نے فرمایا: اے ابراہیم چار پرندوں

[illegible] ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ ادْعُهُنَّ يَأْتِيْنَكَ سَعْيًا

[illegible] کو جو تو پھر انہیں اپنے پاس بلاؤ (کہ جب تم بلاؤ تو دوڑے آئیں) پھر انہیں ذبح کر کے ان کا ایک ایک حصہ [illegible] پہاڑ پر رکھ دو اور پھر ان سب کو بلاؤ تو دیکھو، تمہارے پاس زندہ ہو کر دوڑتے چلے آئیں گے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یقین اور اطمینان دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ پس پورے یقین اور اطمینان کے ساتھ [illegible] اللہ چاہے اور اسی طرح خدا کی ذات کسی سبب کی محتاج نہیں، اس [illegible] کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

میرے [illegible] یہ عرض کرنا تھا کہ حج بیت اللہ کا سفر بڑا عجیب و غریب سفر ہے [illegible] دیکھی جاتی ہے۔ اللہ نے خانۂ کعبہ میں زبردست کشش رکھی ہے [illegible] کھینچ لیتا ہے جن میں تڑپ زیادہ ہوتی ہے۔ جتنا زیادہ اضطراب ہوگا، جتنی [illegible] گھر کے دیدار کی بے چینی ہوگی وہ اتنا ہی جلد کھینچ لیا جائے گا۔ اس مبارک سفر میں [illegible] تدبیریں ساتھ نہیں چلتیں، انسان وہ سوچ بھی نہیں سکتا جو ہو جاتا ہے۔

[illegible] حضرات جن کے پاس اسباب نہیں وہ ناامید نہ ہوں بلکہ اللہ سے مانگیں، بیشمار واقعات ہیں جن کے پاس اسباب نہیں تھے اور بالکل نہیں تھے وہ بلا لئے گئے۔ خلاصہ یہ ہے کہ حجاج کرام اس مبارک سفر میں اپنے مال و جان اور وقت کو لگا کر اللہ کی رضا و خوشنودی حاصل کرتے ہیں، نتیجۃً اللہ پاک بندوں کی اس قربانی کو دیکھ کر اپنی رحمت کے دروازے کھول دیتے ہیں اور انہیں سراپا قبولیت بنا دیتے ہیں چنانچہ ہر شخص ان سے پیار کرنے لگتا ہے۔ ان کا احترام کرتا ہے، حج کی زیارت کو اپنی سعادت سمجھتا ہے، ان کی ملاقات کو اپنی خوش نصیبی تصور کرتا ہے، ان کی دعوتیں کی جاتی ہیں، نذرانے پیش کئے جاتے ہیں، ان سے دعائیں کرائی جاتی ہیں۔ یعنی اس قربانی کے بعد اللہ پاک اپنی محبوبیت ان پر اتار دیتے ہیں۔

میرے [illegible] دوستو! یہ معاملہ تو حج کا تھا۔ اگر ہم فی الوقت اپنے مقام پر

رہتے ہوئے بھی اپنی جان، مال اور وقت کی قربانی اپنی طاقت کے مطابق اللہ کے راستہ میں دیتے رہیں جو ہمارا اسلامی، ایمانی اور اخلاقی فریضہ بھی ہے تو یقیناً اللہ پاک دین پر چلنے کی وجہ سے ہمیں بھی انشاء اللہ سراپا قبولیت بنا دیں گے۔

سراپا قبولیت کا راز

یہ بات صرف کہنے سے تعلق نہیں رکھتی بلکہ یہ تاریخ کا وہ سنہرا باب ہے جو قیامت تک مٹ نہیں سکتا۔ آج سے تقریباً چودہ سو برس پہلے مسلمانوں کی ایک ایسی جماعت تیار ہوئی جنہوں نے اپنے بچوں کو یتیم کیا، عورتوں کو بیوہ بنایا، زمین، جائداد دھن، دولت سب کچھ اللہ کے راستہ میں لٹا دیا اور اپنی چوبیس گھنٹہ کی زندگی اللہ کے حوالے کر دی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ نے انھیں سراپا قبولیت بنا دیا۔ اور اب تقریباً ڈیڑھ ہزار سال کا ایک طویل عرصہ گذرا جاتا ہے لیکن ان کے نام، ان کے کارنامے، ان کی تجارت و معیشت کے تذکرے اس طرح زندہ ہیں جیسے کل کی بات ہو۔ حالانکہ وہ ڈگریوں والے نہیں تھے، عہدوں والے نہیں تھے، جائدادوں والے نہیں تھے۔ لیکن جان، مال اور وقت کی قربانی دینے کا بے مثال جذبہ ان میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ ان چودہ سو سالوں کے بیچ بہت سے بادشاہ آئے، بہت سے حاکم آئے، بہت سی حکومتیں تہ و بالا ہوئیں۔ لیکن عوام ان کے کام تو کیا ان کے ناموں سے بھی واقف نہیں ہے۔

حج کا سفر بڑی عبرت و موعظت والا ہے

میرے بھائیو! حج بیت اللہ کا سفر بڑی عبرت اور درس والا ہے۔ اس سے بہت سے سبق ملتے ہیں۔ یہ کوئی تفریح یا پکنک کا سامان نہیں ہے، بلکہ اس سے بہت سی نصیحتیں ملتی ہیں۔ جس طرح ایک حاجی چند دنوں کے لئے اپنے دل و نگاہ، جسم و جان اور مال و وقت کو بالکل ذاتِ باری تعالیٰ کو سونپ دیتا ہے، اور اس مکمل سفر میں ایک حقیقی مسلمان کی طرح

زندگی گذار کر عملی نمونہ پیش کرتا ہے اسی طرح اس کی بقیہ زندگی بھی گذرنی چاہئے ۔ یہی وجہ ہے کہ کل قیامت کے دن کوئی یہ سوچ کر دم نہیں مار سکتا کہ اے اللہ ایک سچے اور حقیقی مسلمان کی عملی زندگی ہم نے آنکھوں سے نہیں دیکھی ورنہ تو ہم بھی سچے مسلمان بن جاتے ۔ یاد رکھو حاجیوں کی وہ زندگی جو حج کے دوران گذرتی ہے اللہ تعالیٰ شہادت اور گواہی میں پیش کر دیں گے کہ تم نے حج کیا، یا حاجیوں کے بارے میں حاجیوں کی زبانی بہت سے تفصیلی قصے سنے، حاجیوں کو آتے جاتے دیکھا کہ ایک حاجی اپنے دشمنوں سے کتنے پیار اور کتنے خلوص سے مل کر سفر حج پر جاتا ہے اپنے قصور اور زیادتیوں کی معافی مانگتا ہے، آئندہ کسی طرح نقصان نہ پہنچانے کا عہد کرتا ہے بیوی، بچوں اور والدین و اعزاء کے حقوق پورے کر کے جاتا ہے، کسی کا دل دکھا کر نہیں جاتا۔ چلتے، پھرتے، اٹھتے، بیٹھتے اس کی زبان پر اللہ کا ذکر ہوتا ہے، فواحش و منکرات سے بچتا ہے، غلط چیزوں پر نگاہ نہیں ڈالتا، غلط بات نہیں سنتا، جتنا وقت اللہ کی یاد میں گذر جائے اللہ کی رضا میں گذر جائے اسے قیمتی جانتا ہے ۔ بس یہی سچے مسلمان کی زندگی ہے ___ یہ اسلامی زندگی کا عملی نمونہ دیکھ کر انسان کی زبان بند ہو جائے گی ۔

حج کی عالمی خصوصیت کا منظر

حاضرین میں عرض کر رہا تھا کہ یہ سفر بڑی عبرت اور نصیحت والا ہے، اس میں انسان کی عقل بڑھتی ہے، ذہن کھلتا ہے، خیالات وسیع ہوتے ہیں اور فکر و نظر کا زاویہ بدلتا ہے ۔ چنانچہ جب حاجی سرزمین مکہ پر قدم رکھتا ہے تو اسے انسانوں کا ایک ہجوم اور جم غفیر نظر آتا ہے، جدھر دیکھو لوگ فوج در فوج حرم کی طرف کھنچے چلے آرہے ہیں ۔

ان میں بادشاہ اور وزراء بھی ہیں، امراء و رؤساء بھی ہیں، غرباء اور مساکین بھی ہیں تو علماء اور جہلاء بھی۔ کالے اور گورے بھی ہیں تو ناٹے اور موٹے بھی، سیکڑوں زبانیں، ہزاروں بولیاں، مزاج و مذاق کا کھلا فرق، جداگانہ طرز معاشرت لیکن ان سب کے باوجود زبردست

اتفاق و اتحاد، یگانگت و بھائی چارگی، خیر سگالی و ہمدردی، ایثار و قربانی، سچائی و دیانتداری کا کوئی امتیاز نہیں، کوئی تکلف نہیں، کوئی تعصب نہیں، کوئی اختلاف نہیں سب بھائی بھائی کوئی الگ نہیں ؎

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ بندہ نواز

پوری دنیا میں لوگ ہزاروں قسم کی حقیر اور ہیچ باتوں کو ہوا دے کر اختلافات کا فتنہ کھڑا کرتے ہیں۔ چنانچہ کوئی کالے گورے کی بات کرتا ہے، کوئی ذات پات کو بنیاد بناتا ہے کوئی علاقائی تعصب کو بڑھاوا دیتا ہے ۔ افسوس انہیں ان شکلوں میں اتفاق و اتحاد نظر آتا ہے جبکہ یہ خالص اختلافات کی بنیادیں ہیں ۔ دو مسلمانوں، دو خاندانوں اور دو قوموں کے درمیان اس بنیاد پر اختلاف کوئی معنی نہیں رکھتا ۔ اللہ نے اس کا عملی نمونہ سفر حج بیت اللہ میں دکھایا کہ اتفاق و اتحاد کی عملی صورت یہ ہے، یہ اتفاق صرف اسلام کی بنیاد پر ہے، ایمان کی بنیاد پر ہے، اور اسی بنیاد پر پوری دنیا عمل پیرا ہو سکتی ہے، اگر چاہے ___ یہ اس عبادت کی عالمی خصوصیت ہے جو تمام ادیان، تمام قوموں بلکہ تمام عالموں کیلئے عملی نمونہ ہے ۔

میرے بھائیو ___ میں نے شروع خطبہ میں قرآن حکیم کی ایک آیت تلاوت کی تھی جس میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے :

" پہلا گھر جو لوگوں کے لئے بنایا گیا وہ ہے جو مکہ میں ہے، بڑی برکت والا ہے، اور تمام عالموں کے لئے ہدایت والا ہے "

اللہ نے وہاں قدم قدم پر عبرت و موعظت کی واضح علامتیں رکھی ہیں، جو وہاں جاتا ہے وہ عبرتوں اور نصیحتوں کا انبار لیکر آتا ہے، ہدایت کا نور لیکر آتا ہے جو زندگی بھر اسے ایک سچا مومن ایک حقیقی مسلمان بنائے رکھتا ہے ۔ قدم قدم پر اسکی رہنمائی کرتا ہے ۔

آج بھی ہو گر ابراہیم سا ایماں پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

اللہ پاک ہم سبکو بار بار اپنے گھر کی زیارت کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنے نیک بندوں میں شامل فرمائے، آمین
وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

Scanned by CamScanner

یہ سنگِ گراں جو حائل ہے
راستے سے ہٹا کر دم لیں گے

ہم پھول بھی ہیں تلوار بھی ہیں
باطل کو مٹا کر دم لیں گے

جنگِ آزادی
اور مسلمانوں کی قربانی

مفکرِ ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور
خلیفۂ اجل
فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی
مرتبہ
محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

Scanned by CamScanner

ہمارے اسلاف

ہمارے آبا و اجداد نے ہندوستان کی عظمت اور آزادی کو پامال کرنے والی اس سفید فام قوم کو اپنی رگوں کے خون کے آخری قطرے تک برداشت نہیں کیا۔ ہندوستان میں بسنے والی ہندوستانی قوم جو مختلف مذاہب اور مکتبۂ فکر کی تہذیب اور تمدن کے مختلف و متضاد عناصر کو لے کر وجود میں آئی تھی، اس کی عزت و حرمت کو بچانے کے لئے سب سے پہلے ہم نے خود اپنی ذات کو قربانی کیلئے پیش کیا۔

۱۸۵۷ء کے بعد نصف صدی تک انگریزی سامراج کو شکست دینے کیلئے ہم ہی تنہا جنگ آزادی کے میدان میں زور آزمائی کرتے رہے۔ اور ہم نے اس راہ میں اتنا خون بہایا کہ پوری جنگ آزادی میں دوسروں نے اتنا پسینہ بھی نہیں بہایا ہوگا۔

(بحوالہ تحریک آزادی اور مسلمان)

جنگ آزادی اور مسلمانوں کی قربانی

الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه ونعوذ بالله من شرور انفسنا ومن سيئات اعمالنا من يهده الله فلا مضل له ومن يضلله فلا هادی له ونشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له ونشهد ان سيدنا ومولانا محمداً عبده ورسوله وصلى الله عليه وعلى آله واصحابه اجمعين، برحمتك يا ارحم الراحمين۔ اما بعد

سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا
ہم بلبلیں ہیں اس کی یہ گلستاں ہمارا
غربت میں ہوں اگر ہم رہتا ہے دل وطن میں
سمجھو وہیں ہمیں بھی دل ہو جہاں ہمارا
پربت وہ سب سے اونچا ہمسایہ آسماں کا
وہ پاسباں ہمارا وہ سنتری ہمارا

Scanned by CamScanner

یوم جمہوریہ منانے کا مقصد محاسبہ کرنا ہے

حضرات سامعین کرام اور عزیز طلبہ ـــــ سالہائے گذشتہ کی طرح ایک بار پھر یوم جمہوریہ ہمارے سامنے جلوہ نما ہے۔ اور ہم اس کی خوشیاں اور سالگرہ منانے میں مگن ہیں۔

دوستو ہم اللہ کی ذات سے یہ امید رکھتے ہیں کہ جس طرح یہ دن پچاس سال سے اپنی رنگینیوں اور رعنائیوں کے ساتھ آرہا ہے قیامت تک اسی طرح آتا رہے گا۔ یوم جمہوریہ آتا ہے، بچے اسکولوں اور مدرسوں میں ترانے گنگناتے ہیں، بڑے جھنڈے لہراتے ہیں، جوشیلی تقریریں کرتے ہیں ہر چھوٹا بڑا لیڈر یوم جمہوریہ میں کم از کم ایک بیان تو دینا ہی چاہتا ہے۔ میڈیا بھی جنگ آزادی کے حالات، واقعات بیان کرنے اور ممتاز مجاہدین آزادی کی سیرت قید و بند سنانے میں اپنا پورا زور صرف کر دیتی ہے۔ لیکن یہ دن جو پیغام لے کر آتا ہے اس پر توجہ کم لوگوں کی ہوتی ہے، کم اخبار اور رسائل ہیں جو محاسبہ کرتے ہیں، کم مقررین ہیں جو گذرے ہوئے حالات کو موجودہ حالات سے ملا کر نتیجہ نکالتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آج ہمارے نوجوان، ہماری نئی نسل، ہمارے اسکولی بچے یہ تو جانتے ہیں کہ جواہر لال نہرو کون تھے، مہاتما گاندھی کون تھے، سبھاش چندر بوس کون تھے، ابوالکلام آزاد کون تھے، اور انہوں نے کیا کیا؟ ابھی آپ اگر اس پروگرام میں بیٹھے کسی ذہین طالب علم کو پکڑ کر پوچھیں کہ بیٹے بتاؤ مہاتما گاندھی، موتی لال نہرو اور سبھاش چندر بوس کون تھے، یقیناً وہ یہی جواب دیگا کہ وہ مجاہدین آزادی تھے اور انھوں نے ہندوستان آزاد کرایا۔ اس کے علاوہ کسی اور نوجوان سے سوال کریں وہ بھی تقریباً یہی جواب دے گا۔

معزز حاضرین میں پوچھنا چاہتا ہوں اپنے غافل ساتھیوں سے کہ کیا جنگ آزادی دو بھائیوں کے بٹوارے کی لڑائی تھی جس میں موتی لال نہرو اور مہاتما گاندھی جی نے آکر صلح کرادی تھی۔ کہ ہوگئی آزادی۔ یا وہ کشتی میں سوار تھے۔ وہ ڈوبنے کو تھی تو وہ کود گئے اور ہوگئی آزادی۔ نہیں اور ہرگز نہیں۔ جنگ آزادی پر پوری دو صدیاں گزری ہیں اور اس میں ہزاروں لوگوں نے اپنی جان کی قربانیاں دے کر ہندوستان کو آزاد کرایا ہے۔

جنگ آزادی کی دو سو سالہ تاریخ کا سرسری جائزہ

میرے دوستو ـــــ یہ دن ہمیں سوچنے سمجھنے اور کوئی لائحہ عمل تیار کرنے کا پیغام دیتا ہے، یہ دن ہمیں اپنے اسلاف اور بزرگوں کی قربانیوں کو یاد کر کے ان سے سبق سیکھ کر زندگی گذارنے کا حکم دیتا ہے میں عرض کروں کہ جنگ آزادی کی دو سو سالہ تاریخ ہے۔ اس تاریخ کی ابتدا اس وقت ہوگئی جب ۱۷۵۶ء میں نواب سراج الدولہ جیسے جری بہادر بادشاہ کا دور حکومت آیا اور تاریخ کا یہ روشن باب اس وقت مکمل ہوگیا جب وہ مشہور و معروف تاریخ دوہرائی گئی جس میں خون کی ندیاں بہہ گئیں، گاجر مولی کی طرح محبین وطن کو کاٹ کر رکھ دیا گیا۔ بقول غالب

گھر سے بازار میں نکلتے ہوئے
زہرہ ہوتا ہے آب انساں کا
چوک جس کو کہیں وہ مقتل ہے
گھر بنا ہے نمونہ زنداں کا

آج جسے غدر ۱۸۵۷ء کے نام سے یاد کیا جاتا ہے پھر دوسرا دور اس وقت مکمل ہوا جب انگریزوں کی غلامی کی زنجیر سے قانونی طور پر ہماری

گردنوں سے نکالی گئیں اور وہ وقت ہے ۱۹۴۷ء
میرے عزیزو۔ اگر ہم ان ہزدہ تاریخوں کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا ۱۷۵۷ء
سے ۱۸۵۷ء تک تن تنہا مسلم قوم نے یہ آزادی کی لڑائی لڑی ہے۔ جس میں ہمارے
امراء، رؤسا اور شاہانِ مملکت نے گردنیں کٹوائیں، جس میں ہمارے علماء صلحاء
اور بزرگانِ دین اپنی خانقاہوں، مسندوں اور بوریوں کو چھوڑ کر کفن بردوش
ہو گئے اور سرزمین ہند کو انگریز سے آزاد کرانے کے لئے اپنا خون بہا کر تاریخ
کو ایک نیا موڑ دیا۔

محبِ وطن ٹیپو سلطان ایک عظیم مجاہدِ آزادی

یہ ایک صدی کی تاریخ مسلمانوں کی بے نظیر اور بے لوث
قربانیوں سے بھری پڑی ہے جسے کبھی بھلایا نہیں جا سکتا۔ خصوصاً اس حساس
بلند ہمت، بالغ نظر اور دور اندیش بہادر بادشاہ کو جسے ٹیپو سلطان کہا جاتا ہے
جب اس نے دیکھا کہ انگریز یہیں آپس میں لڑا کر آندھی طوفان کی طرح سرزمین
ہند کو روندتے ہوئے قبضہ کرتے چلے جا رہے ہیں تو اس نے سوچا اگر کوئی منظم
طاقت ان کے مقابلہ پر نہ آسکی اور اگر ان کے بڑھتے ہوئے سیلاب کو نہ روکا گیا
تو وہ دن قریب ہے کہ جب پورا ملک ان کی جھولی میں ہوگا۔ چنانچہ ٹیپو سلطان
نے منظم طور پر انگریزوں سے معرکہ آرائی شروع کر دی۔
انگریزوں کو بھی یہ احساس ہو چلا تھا کہ ٹیپو ہی ایک ایسی چٹان ہے جسے
راستہ سے ہٹایا جانا ضروری ہے، اگر سلطان زندہ رہے گا تو ہم اپنے ناپاک
ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ سلطان نے کسی بھی حال میں انگریز
کے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکے۔ اپنی شجاعت و بسالت، دلیری و بہادری کے بل
بوتے پر لڑتا رہا۔ اس کا یہ قول مشہور ہے کہ گیدڑ کی سو سالہ زندگی سے شیر

کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے۔

> شیر اچھا ہے جسے مہلت ایک روزہ ملی
> یا وہ گیدڑ جسے بخشا گیا صد سالہ خلود

آخر کار اپنوں کی غداری اور جنوبی ہند کے امراء کی انگریز کی چاپلوسی کی
وجہ سے یہ مجاہد بادشاہ ۱۷۹۹ء کو سرنگا پٹنم کے معرکہ میں شہید ہو کر کاروانِ
حریت کو نقوش راہ دے گیا۔ اس کی نعش پر کھڑے ہو کر جنرل ہارس نے کہا
تھا "آج سے ہندوستان ہمارا ہے۔"

شاہ عبد العزیزؒ نے جہاد کا فتویٰ دیا

سامعین کرام! اس کے بعد اب
کوئی طاقت ایسی نہیں رہ گئی تھی جو
انگریزوں کا مقابلہ کر سکتی۔ مغل بادشاہ صرف لال قلعے کے حکمراں رہ گئے تھے۔
یہ نعرہ بلند کیا جانے لگا حکومتِ شاہِ عالم از دہلی تا پالم۔
اور ملک پادشاہ سلامت کا حکم کبھی بہادر کا، پھر ملک میں بے چینی پھیلنی
شروع ہو گئی، استخلاصِ وطن کی دوڑ دھوپ تیز تر ہوئی۔ ۱۸۵۷ء عظیم بغاوت
سے بہت پہلے شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کے بڑے بیٹے شاہ عبد العزیزؒ نے
انگریزوں کے خلاف جہاد کا مشہور فتویٰ دیدیا۔ اور ظلم و ستم کے کسی بھی تازیانہ
کے سامنے سر نہ جھکا کر برابر جہاد کا اعلان کرتے رہے۔

علماء کی ایک بڑی جماعت وطن پر قربان ہو گئی

سید احمد شہید اور شاہ
اسمٰعیل شہید نے مجاہدین
کی تحریک کا آغاز دہلی کی مسجد اکبر آبادی سے کیا۔ اس مقدس جماعت نے
انگریزوں سے زبردست لڑائی کا منصوبہ بنایا تھا مگر ۱۸۱۳ء میں یہ تحریک
بالاکوٹ کے میدان میں دفن ہو گئی لیکن حقیقت ہے کہ یہ تحریک ہی آئندہ

مجاہدین آزادی کی تحریکات و تنظیموں اور سرگرمیوں کا سنگِ بنیاد بن گئی۔ ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا انگریز نے مسلمانوں سے سخت انتقام لیا۔ ان کے محلے کے محلے اجاڑ دیئے، مساجد کو ویران کر دیا، ناحق گولیاں چلائیں، دہلی کا چاندنی چوک ہی نہیں بلکہ ہر چوراہے پر سولیاں نصب کر دی گئیں، دہلی اور دہلی کے باہر درختوں پر پھانسی کے پھندے لٹکا دیئے گئے اور مسلمانوں کو پکڑ کر انگریز ہاتھی پر بٹھاتے پھندے گلے میں ڈالتے اور ہاتھی آگے بڑھا دیتے، پھر کیا تھا نعش جھول جاتی آنکھیں ابل پڑتیں، تڑپ تڑپ کر دوہری ہو جاتی۔ کتنا دلدوز منظر تھا کہ مسلمانوں کو بورے میں بھر کر توپ کے منہ میں باندھ دیا اور توپ داغ دی جاتی پھر جسم کاغذ کے پرزوں کی طرح اڑ جاتے۔ بہادر شاہ ظفر پر بغاوت کے جرم میں مقدمہ چلایا گیا اور مجرم قرار دے کر انکو جلا وطن کر دیا گیا۔ تاریخ نے وہ منظر بھی دیکھا کہ ان کے بیٹے صاحبزادوں مرزا مغل، مرزا خضر سلطان، مرزا ابوبکر، مرزا عبداللہ کو قتل کر کے طشتری میں رکھ کر ان کے سامنے پیش کیا گیا تو بادشاہ نے حیرت انگیز صبر و ضبط کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا "الحمدللہ تیمور کی اولاد ایسے ہی سرخرو ہو کر باپ کے سامنے آیا کرتی ہے۔" اس عظیم مجاہد کو اپنے ہی وطن میں دفن کے لئے دو گز جگہ بھی نہ مل سکی۔

کتنا ہے بدنصیب ظفر دفن کے لئے ؎
دو گز زمین بھی نہ ملی کوئے یار میں

مسلم قوم کی انگریز قوم سے نفرت کی حد

دوستو ــــ یہ مسلم قوم ہی ہے جس نے سب سے پہلے آزادی کا بگل بجایا، جس نے مختلف تحریکوں کو جنم دیا، جس کے مجاہدین نے ہند و بیرونِ ہند میں آزادی کے لئے ناقابلِ فراموش دوڑ دھوپ کی اور انگریز

ہم ہی سے آزادی کے نعرہ کا زیادہ بدلہ لیتے رہے۔ کیونکہ ملک مسلمانوں سے چھینا گیا تھا۔ اور پھر وطن سے محبت اس کے ایمان کا ایک حصہ ہے۔ اس لئے اس کی جدوجہد لازمی اور ضروری تھی۔ یہی وہ قوم تھی جس نے ان سے نفرت کی اسکی تہذیب پر لعنت بھیجی ان کے ملبوسات کو پاؤں تلے روند ڈالا، ہمارے بزرگوں کی اسی نفرت و مخالفت کا نتیجہ تھا کہ ملک آزاد ہوا۔ حضرت شیخ الہند سے تو اگر کوئی انگریز ہاتھ ملا لیتا تو اس وقت تک کوئی چیز نہ چھوتے جب تک ہاتھ کو دھل کر صاف نہ کر لیتے۔ انگریز خود کہتا تھا کہ اگر اس محمود الحسن کو جلا دیا جائے اور جلا کر اس کی راکھ کو سونگھا جائے تو بھی اس کی راکھ سے انگریزی سامراج کے خلاف ہی بو آئے گی، انھیں شیخ الہند کو مالٹا کے زنداں خانوں میں وہ دردناک سزائیں دی گئیں کہ ان کے بیان سے بدن لرزتا ہے آنکھیں روتی ہیں۔ شیخ الہند کے انتقال کے بعد غسل کے لئے جب انہیں تخت پر لٹایا گیا تو دیکھنے والے حیرت زدہ تھے کہ شیخ الہند کی کمر پر گوشت نام کی کوئی چیز نہیں صرف ہڈیاں ہیں۔ حضرت مولانا حسین احمد مدنیؒ سے معلوم کیا گیا کہ یہ کیا واقعہ ہے؟ مولانا مدنیؒ کی آنکھیں اشکبار ہو گئیں اور فرمانے لگے میرے شیخ نے مجھے منع فرمایا تھا کہ اس کا کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اے لوگو مالٹا کے جیل خانے میں آزادی کے نعرے کے جرم میں انگریز میرے شیخ کی کمر مبارک کو لوہے کی گرم گرم سلاخوں سے داغتا تھا۔ یہاں تک کہ گوشت نام کی کوئی چیز باقی نہ رہ گئی تھی۔

وطن پر قربانی کا بے مثال کارنامہ

حضرت مولانا یحییٰ علی، مولانا جعفر علی تھانیسری اور مولانا محمد شفیع لاہوری کو انگریز عدالت نے پھانسی کا حکم سنایا اور جج نے کہا کہ کل تم کو پھانسی کی سزا

Scanned by CamScanner

دی جائیگی اور کل تمہاری جائداد بھی ضبط کر لی جائے گی اور تمہاری لاش تمہارے وارثین کو نہیں دیجائیگی بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ گورستانِ جیل میں گاڑ دی جائیگی میں تم کو پھانسی پر لٹکتا دیکھ کر بہت خوش ہونگا۔ لیکن ......

سامعینِ کرام! آپ کو حیرت ہوگی کہ یہ تینوں مسلمان یہ سزا سنکر مسکرا دیئے ان کے چہرے کھل اٹھے، مسرت ان کے چہرے پر رقص کرنے لگی۔ انگریز حیران تھا کہ یہ کیسے ہیں نہ تو پریشان ہیں نہ مضطرب۔ انگریز مجسٹریٹ نے اپنی بات دہرائی کہ شاید یہ سمجھ نہ پائے ہوں مگر ان کی خوشی میں کوئی کمی نہ تھی اور فرمایا کہ تمہیں شہادت کی لذت کی کیا خبر، حوریں ہمارے لئے فرشِ راہ ہیں۔ اور بہشت بریں ہماری منتظر ہے۔

شہادت ہے مطلوب و مقصودِ مومن
نہ مالِ غنیمت نہ کشور کشائی

انگریزوں کے پایۂ تخت میں ایک عالم کا نعرۂ آزادی

حضرت مولانا محمد علی جوہر مولانا شوکت علی نے آزادی کی خاطر دردناک سزاؤں کو برداشت کیا، انھوں نے انگریز کے پایۂ تخت لندن میں جاکر کہا تھا کہ میں ہندوستان اس صورت میں واپس جاؤنگا کہ میرے ہاتھ میں آزادی کا پروانہ ہوگا، میں غلام ملک میں واپس نہیں جا سکتا، اگر تم ہمیں آزادی کا پروانہ نہ دو گے تو اس سرزمین پر دفن کے لئے تو دو گز جگہ دینی ہی ہوگی کئی بار انہیں جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈالا گیا۔ ایک مرتبہ وہ جیل میں تھے ان کی بیٹی آمنہ بیمار اور لاغر و کمزور ہو گئی مگر یہ کمزوریاں ان کے راستے میں حائل نہ ہوسکیں انھوں نے ایک پیغام بھیجا جو ان کی ایمانی طاقت و قوت کا مظہر تھا اعتماد و توکل کا شاہکار تھا ؎

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں
تجھ سے میں دور سہی وہ تو مگر دور نہیں
تو تو مُردوں کو جِلا سکتا ہے قرآں میں کہا
مُخْرِجُ الْحَيِّ مِنَ الْمَيِّتِ مذکور نہیں ؟

مسلم عورتوں میں آزادی کا جوشِ جنوں

اور ۱۹۲۰ء میں خلافت کے وفد کے قائد بن کر انگلستان بھی گئے، اس سے پہلے بھی انہوں نے ہی نہیں بلکہ ان کی بوڑھی ماں نے بھی ماحول کو گرمایا یہ اشعار اسی وقت سے زبان زد تھے،

بولی اماں محمد علی کی جان بیٹا خلافت پہ دے دو
ساتھ ہیں تیرے شوکت علی بھی جان بیٹا خلافت پہ دیدو
ہوتے اگر میرے سات بیٹے کرتی انکو بھی خلافت پہ صدقے
ہے یہی دینِ احمد کے رستے جان بیٹا خلافت پہ دیدو

مولانا حسرت علی موہانی جیل کی سختیاں برداشت کرتے انہیں ہر روز ایک من گیہوں پیسنے پڑتے اور طرح طرح کی تعذیب کی ان پر مشق کی جاتی وہیں انھوں نے فرمایا تھا ؎

ہے مشقِ سخن جاری اور چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

بہار جواب ہند میں آئی ہوئی ہے

حضرات! آزادی کی اس طویل ترین تاریخ میں ہماری عورتوں کو بھی بے حرمت کیا گیا اور ہمارے بچوں کو بھی ذبح کیا گیا، ہمارے کاروبار بھی تباہ کئے گئے اور املاک پر بھی ڈاکہ زنی کی گئی، ہمیں کالے پانی کی اذیتیں بھی برداشت

Scanned by CamScanner

کرنی پڑیں اور مالٹا کے زندان خانوں میں بھی ہمارے صبر وضبط کا امتحان لیا گیا پانی پت وشاملی کے میدانوں میں بھی ہمارا خون جذب ہوا ہے اور احمد نگر کے قید خانوں کو بھی ہم ہی نے اپنے عزم وحوصلوں کا نظارہ کرایا ہے، جلیانوالہ باغ کے خونی منظر سے بھی ہم گذرے ہیں، لاہور کی شاہی مسجد بھی ہماری قربانیوں کی شاہد ہے۔ اور ہندوستان کے جس چپہ پر بھی آپ دیکھیں گے، جس اینٹ کو اٹھائیں گے وہاں ہمارے خون کی مہک، ہمارے بزرگوں کے گرم گرم آنسوؤں کی نمی اور ہمارے جیالوں کے ولولے اور عزائم وحوصلے ملیں گے

بہار اب جو ہند میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پودا انہیں کی لگائی ہوئی ہے

حضرات سامعین کرام میں بہت تفصیل میں جانا نہیں چاہتا کیونکہ کافی دیر سے آپ بہت سے دانشوروں کی تقاریر سماعت فرمارہے ہیں اب مزید گنجائش نہیں۔ بس صرف اتنا کہہ دینا چاہتا ہوں۔ آزادی کی لڑائی دو چار یا دس بیس لوگوں کی قربانیوں کا نتیجہ نہیں ہے۔ بلکہ آج ملک کو اس مقام تک لانے کے لئے بے شمار لوگوں نے اپنی جان سے ہاتھ دھوئے ہیں۔ جن کا ہم نام تک نہیں جانتے، ان کے گلی کوچوں اور مکانوں سے ہم واقف نہیں ایسے ایسے لوگ جن کے قدموں کے نیچے لوگ اپنی آنکھیں بچھاتے تھے، جن کے پسینے پر اپنا خون بہانے کے لئے تیار رہتے تھے، جن کی ایک آواز پر اپنی جان نچھاور کر دیتے تھے وہ اپنے ملک کو آزاد کرانے کے لئے میدان میں آئے تو اس وقت تک نہ لوٹے جب تک انکی ایک سانس بھی باقی رہی۔

چند ذلیل لوگوں نے پورے ملک کو نفرت کی آگ میں جھونک دیا ہے

مگر آج میرے عزیزو یہ آزادی

جو ہمیں وراثت میں ملی اس کی ہمیں قدر نہیں۔ اب سے ۵۵ برس پہلے جو انگریز قوم ہم ہندوستانیوں کے ساتھ کرتی تھی آج اس سے کہیں بڑھ کر ہم خود اپنے اور اپنوں کے ساتھ کرتے ہیں۔ آج جب ہندوستان آزاد ہوگیا، ہمارا ملک ہمارا ہوگیا، خون کی ندیاں بہا کر اپنی عورتوں کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنا کر جب ہم نے غلامی کی سرحد کو پار کرلیا اور آزادی کے ماحول میں سانس لینے لگے تو اب ہماری مثال اس مگرمچھ کی سی ہوگئی جو خود ہی اپنے بچوں کو جنم دیتی ہے اور خود ہی انہیں کھا جاتی ہے۔ شاید ہمارے برادران وطن میں سے کچھ لوگوں کو آزادی کا کچھ غلط ہی مطلب سمجھ میں آگیا۔ افسوس! وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اب جتنا چاہو نفرت کا ماحول پیدا کرو کیونکہ ملک آزاد ہے۔ اب جتنے چاہو فسادات کرادو، کیونکہ ملک آزاد ہے۔ اب اکثریت والے اقلیت والوں پر جتنا چاہیں ظلم کریں، کیونکہ ملک آزاد ہے۔ اب جس طرح چاہو لوگوں کو ٹاڈا میں ڈال دو، جیل میں سلاخوں کے پیچھے سڑا دو، کیونکہ ملک تو آزاد ہے۔

ملک ایک بار پھر قربانی مانگ رہا ہے

دوستو میں آج اس تاریخی دن میں جسے یوم جمہوریہ کہتے ہیں تمام ہندوستانیوں کو اس خطرہ سے آگاہ کر دینا چاہتا ہوں کہ ایکبار پھر آپ کو اپنے قلم سے، اپنی زبان سے، اپنی ذہانت وذکاوت سے اپنی ہوشیاری وتدبر سے اپنی جان اور مال سے نفرت وعداوت، فسادات اور ظلم وزیادتی کے خلاف اپنی آواز کو بلند کرتے رہنا پڑیگا اور اس وقت تک یہ لڑائی جاری رکھنی پڑیگی جب تک اس ناسور سے ہندوستان کی سرزمین پاک نہ ہو جائے۔

ورنہ یاد رکھو وہ دن دور نہیں جب آپسی اختلافات، تعصب اور نفرت وعداوت ہمارے ملک کو توڑ دیگی۔ اور پھر ہم پہلے کی طرح غلام بن جائیں گے۔

یہ مادرِ وطن ہے تو ہر شخص اس کا فرزند ہے

یہاں آج جو بھی رہتا ہے وہ برابر کا حصہ دار ہے، ہر فرقہ نے آزادی کی لڑائی لڑی اور ملک کو آزاد کرایا ہے اور خصوصاً مسلمانوں نے انگریزی سامراج کے خلاف، جو جنگ لڑی وہ ایک بیش رو کی حیثیت رکھتی ہے، مسلمانوں نے ہی جنگ آزادی کا بگل بجایا اور آخر تک اسی طنطنہ و طمطراق کے ساتھ لڑتے رہے یہاں تک کہ ملک آزاد ہو گیا۔

میری تقریر کا ثبوت تاریخ کی گواہی

یہ میں نہیں کہتا، بلکہ تاریخ کے وہ اوراق بولتے ہیں جو اب سے برسوں پہلے لکھے گئے تھے اور لکھنے والے بھی وہ تھے جنھوں نے صعوبتیں برداشت کیں، جو زخمی ہوئے، اپنے آباء و اجداد کو سولیوں پر لٹکتے دیکھا جنھوں نے اپنے اسلاف کو گولیوں سے بھنتے دیکھا، جنھیں کالے پانی بھیجا گیا، جن کی زمینیں ضبط کرلی گئیں، جنھوں نے انگریزی حکومت کے ایوانوں کو تہ و بالا کردیا۔ اس لئے آج اس اسٹیج سے

ٹیپو سلطان کا ایک حامی
شاہ عبدالعزیزؒ کا ایک وفادار
مفتی کفایت اللہؒ کا ایک متبع
مفتی محمود الحسنؒ کا ایک علم بردار
گاندھی و نہرو کا ایک سفیر
سبھاش چندر بوس کا ایک سپاہی

یہ کہدینا چاہتا ہے کہ یہ ملک آزاد ہے۔ اسے آزاد رہنے دو، تمام اقوام کا رل مل کر رہنا ہندوستان کی سالمیت کا ثبوت ہے۔ اگر ان اقوام میں

سے کوئی ایک قوم بھی کسی دوسرے کو پچھاڑ دینے کی کوشش کرے گی تو پھر یہ ملک سالم نہیں رہ سکتا بلکہ ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے گا۔ اور جو بھی ایسا کریگا وہی غدار ہے، اس سے پورے ملک کو نبرد آزما ہونا چاہئے۔

ایک پیغام

میں یہ پیغام سنا کر اپنی بات ختم کر رہا ہوں۔ آیئے ہم عہد کریں کہ دوسرا یوم جمہوریہ اس حال میں آئے کہ ہم پوری طرح آزاد ہوں۔ اور ہمارا ملک لمحہ بہ لمحہ ترقی کررہا ہو۔ ہم اپنے بزرگوں کی قربانیوں کا لحاظ کرکے اپنے ملک کی روایات و اقدار کو برقرار رکھ کر فخر کے ساتھ کہہ رہے ہوں کہ ہمیں فخر ہے کہ ہم ہندوستانی ہیں۔

خدا ہم سب کو اتفاق و اتحاد کے ساتھ رہنے اور اس ملک کی بقا و ترقی کے لئے صدقِ دل سے خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین۔

باسمہ تعالیٰ

بہار اب جو ہند میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انھیں کی لگائی ہوئی ہے

مدارسِ اسلامیہ

کا وجود

وقت کی اہم ضرورت

افکارِ ذہن: خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

ایک بغدادی عالم کی نصیحت

میرا یہ پیغام آپ اپنے ملک کے اہل علم و عوام تک پہنچا دیجئے کہ اللہ کے لئے ہر چیز کو برداشت کرلینا مگر اس طرح کے مدرسوں کے ختم کرنے کو ہرگز برداشت نہ کرنا۔ دشمنانِ اسلام اس راز سے واقف ہیں کہ جب تک یہ سیدھا سادہ بوریہ پر بیٹھنے والا اس معاشرہ میں موجود ہے مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کو کھرچا نہیں جا سکتا۔ لہٰذا دشمنانِ اسلام نے اس کے خلاف پروپیگنڈہ کے اوپر اپنی پوری تیزی لگائی ہوئی ہے۔

(بحوالہ اصلاحی خطبات)

مدارسِ اسلامیہ کا وجود وقت کی اہم ضرورت

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضل لہٗ ومن یضللہٗ فلا ھادی لہٗ ونشھد ان لا الٰہ الّا اللّٰہ ونشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہٗ ۔ وصلی اللّٰہ علیہ وعلیٰ اٰلہ واصحابہ اجمعین برحمتك یا ارحم الراحمین ۔

شب گریزاں ہوگی آخر جلوۂ خورشید سے
یہ چمن معمور ہوگا نغمۂ توحید سے

معزز حاضرین، عزیز دوستو اور طلبائے مدارس۔

اللہ پاک آپ کے یہاں جمع ہونے کو، بیٹھنے کو اور دینی مدارس کے علماء وصلحاء اور بزرگانِ دین کے ارشادات سننے کو قبول فرمائے۔ آمین۔

میرے بھائیو یہ مدرسہ جس کی فکر پر آج ہم جمع ہوئے ہیں اور جس کا یہ عالیشان پروگرام اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ منعقد کیا جارہا ہے، حفاظِ کرام کی دستار بندی ہورہی ہے، فارغین قراء کو بھی اسناد تقسیم ہورہی ہیں۔ اللہ پاک ان حضرات کی محنتوں، کاوشوں اور جد وجہد کو محض اپنے فضل سے قبول فرمائے۔ آمین۔ اور ادارہ کے لئے بھی خوب اللہ سے مانگیں کہ وہ اس کے فیض کو جاری وساری رکھے، اس سے نکلنے والے فضلاء کو پوری امت کی اصلاح کا ذریعہ ووسیلہ بنائے۔

مدارسِ اسلامیہ کی ضرورت وحاجت مزید بڑھ رہی ہے

عزیزو ــــــ یہ مدارس اسلامیہ جو اس وقت جگہ جگہ اور چپہ چپہ پر نظر آرہے ہیں ان کی حاجت وضرورت زمانۂ قدیم سے چلی آئی ہے لیکن حالات دن بہ دن بگڑتے چلے جارہے ہیں۔ اور پوری امت میں کافرانہ ومشرکانہ افعال کا سیلاب سا آگیا ہے۔ مسلمان ان تمام شعائر کو جن کے خاتمہ کے لئے اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا بڑے فخر کے ساتھ اپنا رہے ہیں اور ایسی تہذیب وکلچر کے ساتھ جینے اور زندگی گذارنے میں اپنی کامیابی تصور کرتے ہیں۔ کہ جس پر اللہ نے نفریں بھیجی ہے۔ ہر طرف دین اور دین داروں کو طعن وتشنیع کے گھیرے میں لاکھڑا کیا جارہا ہے۔ ڈاڑھی اور ڈاڑھی والوں کو دہشت گرد گردانا

جارہا ہے، نمازیں پڑھنے والوں، روزہ رکھنے والوں اور حج کرنے والوں کو کٹھ ملا اور دقیانوسی کہا جارہا ہے۔ خدا کی پناہ، قرآن وحدیث اور دینی کتب سے غفلت ولاتعلقی اور نفرت کی جارہی ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پوری امت میں اتنا اور ایسا بگاڑ آگیا ہے کہ اس کی کوئی سمت متعین نہیں رہا ہے۔ ہر دن نئے فتنے، ہر دن نیا شورشہ پورے زور وشور سے آتا ہے اور امت کو دوچار کر جاتا ہے۔ ان کا گلہ نہیں ہے جو بے دین ہیں، افسوس ان کا ہوتا ہے جو مسلمان نام رکھتے ہیں، مسلمان گھرانوں میں پیدا ہوتے ہیں، اپنے آپ کو سچا پکا مسلمان گردانتے ہیں۔ لیکن جب کسی فتنہ کا جھونکا آتا ہے تو کوڑا کرکٹ کی طرح بہہ جاتے ہیں۔ اپنے ہی مذہب پر شکوک وشبہات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر آپ ان سے بات کریں تو ایسا لگتا ہے کہ وہ دل برداشتہ ہو چکے ہیں۔ باطل قوتوں کی تلملاوری انہیں یہ سوچنے پر مجبور کردیتی ہے کہ وہ مسلمان کیوں پیدا ہو گئے؟ یا ان کے نام سے اسلامی شان کا اظہار کیوں ہوتا ہے؟ یا ان کی شناخت مسلمان نام سے کیوں بن گئی ہے؟

اللّٰھمّ احفظنا منھم۔

بنیادی مقاصد

ایسے پُرفتن دور میں اور ایسے پُر آشوب ماحول میں ان مدارس کی ضرورت اور بڑھ گئی ہے۔ ان کی ذمہ داریوں میں اور اضافہ ہوگیا ہے۔ کیونکہ یہ مدارس دینیہ جو قائم کئے گئے ہیں ان کے مقاصد میں سے اولین فریضہ یہ ہے کہ ایک مسلمان ایمانی عقائد اور اسلامی شعائر کے ساتھ زندہ رہے۔ اور وہ اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ زندگی گذارنے میں کامیابی کا تصور رکھے، اپنے اسلاف اور اپنے بزرگوں کے زریں کارنامے اس کے لئے مشعلِ راہ ہوں۔

کام کی نوعیت کے لحاظ سے تعداد کم ہے

آج الحمد للہ گاؤں گاؤں

اور شہر شہر مدارس و مکاتبِ دینیہ کی بھیڑ بھاڑ ہے جو وقت کی اہم ضرورت ہے مگر میں اس سے بڑھ کر یہ کہنا چاہوں گا کہ جتنا بگاڑ اور فساد امت میں آچکا ہے اور بلا امتیازِ مذہب و ملت جس طرح عیاشی اور فحاشی کے اڈے قائم ہو رہے ہیں، جس طرح منظم طور پر اور منصوبہ بند طریقے سے قتل و غارت گری اور لوٹ مار کے بازار گرم کئے جا رہے ہیں، اس نوعیت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ مدارس و مکاتب اپنی تعداد اور معیارِ تعلیم کے لحاظ سے بہت کم ہیں، امت میں کام کرنے کا میدان زیادہ ہے اور اس کے لئے افراد کی قلت اور کمی ہے۔

مدارسِ اسلامیہ سب کیلئے یکساں مفید ہیں

کیونکہ یہ مدارسِ دینیہ کسی مخصوص دائرہ کار میں محدود نہیں۔ ان کا طرزِ فکر علاقائی یا نسلی بندھنوں میں جکڑا ہوا نہیں ہے بلکہ یہ مدارس پوری امت پوری دنیا اور تمام مکاتبِ فکر کے لوگوں کے لئے لائحۂ عمل تیار کرتے ہیں۔

تعلیمی اعتبار سے، تعمیری اعتبار سے، تربیتی اعتبار سے، سیاسی اعتبار سے سماجی اعتبار سے، اتحاد و یکجہتی کے اعتبار سے۔ اور یہی نہیں بلکہ ان تصورات کو ____ پوری ہمدردی، دلسوزی اور خیر خواہی کے ساتھ پورے معاشرے میں منصفانہ اور عادلانہ طریقے سے پیش کرتے ہیں۔ اور اس بات کا اثر دلوں پر چھوڑ جاتے ہیں۔

وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا۔

ترجمہ: کہ سب لوگ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لو اور الگ الگ نہ ہو۔

اور اس سے بھی بڑھ کر ان مدارسِ اسلامیہ کی ضرورت و اہمیت کو یوں واضح کیا جا سکتا ہے کہ جس طرح زندگی کے لئے آب و ہوا اور غذا کی ضرورت ہے اسی طرح ملی تشخص اور قومی بقا کیلئے ان مدارسِ دینیہ کی ضرورت ہے۔

مدارس روح کی ضرورت کا سامان ہیں

دوستو ____ انسان کا جسم مٹی سے بنا ہے، روح پڑنے سے اسے زندگی ملی۔

پروردگارِ عالم نے اپنے فضل و کرم سے دونوں کی غذا کا انتظام کیا، جسم کا مادہ مٹی ہے تو مٹی سے ہی اس کی ضروریات کو پورا فرمایا۔ خوراک، پوشاک دیگر ضروریات زمین سے ہی پوری ہوتی ہیں۔ روح عالم بالا سے آئی تو اسکی ضروریات بھی وہیں سے پوری فرمائیں، چنانچہ قرآنِ مقدس نازل فرما کر نبی کو بھیج کر اس کی غذا فراہم کی۔

اتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیا ساتھ لایا
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہوگئی ساری کھیتی خدا کی

آج ستم بالائے ستم یہ ہے کہ جسم کی نشو و نما کے لئے ساری دنیا متحرک حکومتیں، وزارتیں، دوکاندار، کاشتکار، بڑے چھوٹے کارخانے، ہزاروں فیکٹریاں جسم کی پرورش اور عیش و راحت کے لئے سرگرم عمل ہیں۔ روح جو اصل ہے وہ کس حال میں ہے اس کی کسی کو فکر نہیں۔ روح فاقوں کی وجہ سے نڈھال ہے، تڑپ رہی ہے، جاں بلب ہے۔ سواری کو خوب عمدہ سے عمدہ چارہ دیا جا رہا ہے، ہمہ وقت اس کو تر و تازہ رکھنے کے لئے تگ و دو ہے، لیکن سوار جو اصل ہے اس کی پرواہ نہیں، غفلت کے نتیجہ میں سوار لاغر و کمزور ہو رہا ہے۔ اب آپ خود ہی فیصلہ فرمالیں کہ سوار اصل ہے یا سواری؟ یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ روح کے بغیر جسم ایک بے جان لاشہ ہے۔ روح نکل جائے ہاتھ موجود ہے لیکن اٹھ نہیں سکتا، آنکھ ہے لیکن دیکھ نہیں سکتی، پیر ہیں لیکن چل نہیں سکتے۔

Scanned by CamScanner

روح کی غذا میرے عزیزو ـــــ جسم سے زیادہ روح کو غذا کی ضرورت ہے توحید و سنت کا اتباع ہو، قرآن کریم کی تلاوت ہو، ذکر اللہ کا اہتمام ہو، روز جزا کا استحضار ہو، گناہوں سے استغفار ہو ان سے روح کو تقویت ملتی ہے۔ روح کی طاقت کے سامنے ساری مادی طاقتیں ہیچ ہیں صحابہ کے اندر یہی روحانی طاقت تھی جس سے قیصر و کسریٰ کی عظیم طاقتیں لرزہ براندام ہو گئیں ؎

قباؤں میں پیوند پتھر شکم پر
مگر قدموں کے نیچے تاجِ کسریٰ و قیصر

حاضرین مجلس ـــــ آج کے مادی دور میں مدارس اسلامیہ روحانیت کے سرچشمہ ہیں، اسلامی تشخص اور ملی شعار ان سے باقی ہے اور انشاء اللہ تم انشاء اللہ باقی رہے گا۔

قیامِ مدارس جب ۱۸۵۷ء میں انگریزوں کا خونی پنجہ ہندوستان کے قلب و جگر میں اتر چکا تھا تو اس وقت کے دردمند اصحابِ فکر علمائے کرام نے اسلامی ثقافت اور دعوت و تبلیغ کے لئے سب سے مؤثر ہتھیار مدارس اسلامیہ کو اپنایا۔ دارالعلوم دیوبند، مظاہر علوم سہارنپور جیسے تاریخ ساز اداروں کا قیام عمل میں آیا۔ الحمدللہ آج ان ہی کی ضیا پاش کرنوں سے پورا عالم منور ہو رہا ہے۔

ابنائے مدارس کا کردار انہی مدارس کے بوریہ نشین فرزندوں نے باطل اور طاغوتی طاقتوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا آج ہندوستان ہی نہیں بلکہ برصغیر میں جو کچھ اسلامی تعلیمات کی چمک نظر آرہی ہے وہ انہیں علمائے کرام کی قربانیوں کا حسین ثمرہ ہے، جو بطنِ مدارس سے پیدا ہوئے۔

تاریخ گواہ ہے کہ طاغوتی اور سرکش فرقۂ باطلہ کا مقابلہ انہیں مردانِ خدا نے کیا ہے، ظالم و جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا ہے۔ ؎

آئینِ جواں مرداں حق گوئی و بے باکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

جب بھی اسلامی نظام پر کوئی ضرب لگائی گئی یا اس کے خلاف کوئی سازش رچی گئی تو ہمیشہ یہی طبقہ بے چین ہوا، اور سر سے کفن باندھ کر میدان میں اتر آیا اور دنیا والوں پر اپنے بے مثال کردار سے ثابت کر دیا ؎

جان چاہو جان دیں گے، مال چاہو تو مال دیں گے
مگر نہ ہوگا ہم سے ہرگز نبی کا جاہ و جلال دیں گے

امام احمد بن حنبل کی حق گوئی و بیباکی محترم بزرگو اور دوستو ـــــ اس وقت کو یاد کرو جب عباسی سلطنت کی طرف سے امت پر جبریہ خلقِ قرآن کا عقیدہ مسلط کیا جانے لگا تو اس خطرناک تحریف اور اس غیر اسلامی عقیدہ کے خلاف وقت کی سب سے بڑی شہنشاہی کے مقابلہ میں حفاظتِ دین کے لئے جو شخص تنہا میدان میں آیا وہ جماعتِ علماء کا ممتاز فرد امام احمد بن حنبلؒ تھا۔ جس کے عزم و استقامت اور ایمان کے سامنے حکومتِ وقت کو جھکنا پڑا۔

شیخ احمد سرہندیؒ کا جہادِ اکبر دسویں صدی ہجری میں شہنشاہ اکبر نے قرآن و سنت کے خلاف دینِ الٰہی ایجاد کیا، یہ ایک زبردست فتنہ تھا، اسلام کے خلاف ایک ایسی ناپاک تحریک تھی جس کی باگ ڈور عظیم فاتح اور کشورکشا سلطانِ وقت اکبر کے ہاتھ میں تھی جس کی تلوار کی دھاک پورے ہندوستان پر بیٹھی ہوئی تھی، جس میں جوانی کا خون تھا

اور اپنے جد اعلیٰ تیمور کی حوصلہ مندی، بابر کی مشکل پسندی اور جرأت و شجاعت میراث میں پائی تھی۔ اس کے مقابلہ میں کون کھڑا ہوا، اس بحر ذخار کی لہروں اور موجوں سے کون ٹکرایا۔

بقول حضرت مولانا علی میاںؒ ایک مرد خدا سیاسی افق سے نہیں، کسی مادی افق سے نہیں صرف اسی ایمان اور روحانیت کے گوشہ سے، اسی اخلاص و للّٰہیت کے گوشہ سے، اسی علم و حکمت کے گوشہ سے جو ہمیشہ اپنا کام کرتا رہا ہے اور جس نے گرتوں کو سنبھالا ہے ایک ستارہ طلوع ہوتا ہے جس کو دنیا شیخ احمد سرہندی اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کے نام سے جانتی ہے۔ جن کے متعلق علامہ اقبالؒ نے کہا ہے ؎

وہ ہند میں سرمایۂ ملّت کا نگہباں
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفس گرم سے ہے گرمیٔ احرار

میرے عزیز دوستو ــــــ اسلام کے خلاف اس سازش کو رچانے کے لئے اس وقت کے ذہین ترین انسان شامل تھے۔ بس ایک فقیر بے نوا سرہند کے گوشہ میں بیٹھ کر یہ عزم کرتا ہے کہ انشاء اللہ میں اس کا مقابلہ کروں گا چاہے مجھے جان دینا پڑے۔ چنانچہ انھوں نے بادشاہ کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر زور دار آواز میں پکارا کہ مسلمان اس ملک میں باعزت اور آزادانہ طریقے پر رہنے اور اپنے دینی شعائر کو باقی رکھنے کے حق سے کیوں محروم کئے جارہے ہیں؟ اور صرف انہی پر زندگی کا میدان کیوں تنگ کیا جارہا ہے؟

دوستو یہ ایک درد تھا جو انہیں بے چین کئے ہوئے تھا۔ بدعت

و ضلالت کے اندھیروں میں شعلۂ جوالہ بنکر نمودار ہوا۔ بقول علامہ اقبالؒ ؎

شعلہ بن کر پھونک دے خاشاکِ غیر اللہ کو
خوفِ باطل کیا کہ ہے غارت گرِ باطل بھی تو

چنانچہ حضرت مجدد الف ثانیؒ باطل کے سیلاب کے سامنے سدِ سکندری بن کر کھڑے ہوگئے۔ اللہ نے مدد فرمائی جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔

ترجمہ "سچ آگیا اور جھوٹ چلا گیا، کیونکہ جھوٹ تو ہے ہی جانے کے لئے"

پھر تو نقشہ سب کے سامنے تھا رنگ ہی بالکل بدل گیا۔

ہندوستان کو علمی مرکزیت ملی

اس مردِ خدا کی جد و جہد سے ہندوستان پورے عالم اسلام کے لئے مرکز بن گیا۔ انہی جیسے علماء کی علمی کاوشوں کی بدولت ہندوستان کو وہ دینی مرکزیت حاصل ہوئی کہ اگر یمن میں، مراکش میں کسی شخص کو علم حدیث میں کمال پیدا کرنا ہوتا تو وہ سیدھا ہندوستان آتا۔

بہرحال ہر دور میں انہی مدارس اسلامیہ کے ذریعے ایسے افراد وجود میں آتے رہے ہیں جنھوں نے ناسازگار حالات میں بدعت و ضلالت کی پُرزور آندھیوں میں چراغِ روحانیت کو بجھنے نہیں دیا۔

انگریز کا مقابلہ علماء نے کیا

حاضرین و سامعین ہندوستان میں جب انگریزوں کا تسلط ہوا تو ان کا پہلا نشانہ مسلمان اور قرآن تھا۔ ان کے چیلنج کو قبول کرنے والا کوئی صاحبِ ثروت، دولتمند فیکٹریوں کا مالک نہیں تھا بلکہ انہیں مدارس اسلامیہ کا فارغ، ایک مرد درویش ایک بوریہ نشین عالم تھا جس کو تاریخ مولانا رحمت اللہ کیرانوی کے نام سے

جاتی ہے۔ آگرہ کے مناظرہ میں فنڈر پادری کو ایک بڑے مجمع کے سامنے شکستِ فاش دی۔

علماء کی کوششوں کا نتیجہ

انگریز نے قرآن پاک کو مٹانے کا سلسلہ شروع کیا، ہزاروں لاکھوں قرآن پاک نذرِ آتش کر کے دریا برد کئے گئے جب قرآن پاک نہ ہوگا تو اسلام ختم ہوجائیگا۔ اسی دوران جب انگریز پانی پت پہنچا (جو اس وقت تعلیم قرآن کا گہوارہ تھا) تو ایک معلم حافظ صاحب نے چھوٹے چھوٹے دو بچے ان کے سامنے پیش کئے۔ ایک سے کہا تم پڑھو، دوسرے سے کہا تم سنو۔ اگر یہ بھول جائے تو تم لقمہ دینا، یہ منظر دیکھ کر وہ ششدر رہ گیا۔

دین و سنّت کی حفاظت کا ذریعہ مدارس ہیں

آج الحمدللہ ایسے ہزاروں بچوں جوانوں اور بوڑھوں کے سینہ میں قرآن پاک محفوظ ہے۔ آج اگر ساری دنیا میں پریس اور چھاپہ خانے بند کردیئے جائیں، ساری دنیا کی لائبریریاں اور کتب خانے نذرِ آتش کردیئے جائیں اور آئندہ کے لئے کتابوں کی کتابت طباعت اور اشاعت پر پابندی لگادی جائے تو چند دن نہیں گزریں گے کہ پورے عالم سے کتاب نام کی ہر چیز ناپید ہوجائے گی لیکن ان تمام اسباب کے معطل ہوجانے کے باوجود قرآن کریم پھر بھی اسی شکل وصورت میں باقی رہے گا۔ اس لئے کہ قرآن کریم کی حفاظت کا مدار نہ کتابت پر ہے، نہ طباعت پر، نہ کاغذ قلم اور دوات پر۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کے لئے انسان کے سینے کو منتخب کیا ہے۔ چھوٹے چھوٹے بچے اس عظیم کتاب کو اتنی آسانی سے پختہ یاد کرلیتے ہیں، کہ دنیا کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ نہ صرف الفاظ بلکہ طرزِ ادا اور رسم الخط بھی یہاں تک کہ

لہجہ کی بھی حفاظت کرتے ہیں۔ پریس اور چھاپے خانے تو آج کی ایجاد ہیں۔ نزولِ قرآن کریم کے وقت تو ان چیزوں کا تصور بھی نہیں تھا، صحابۂ کرام کے سینے ہی پریس تھے۔ بحمد اللہ آج ہمارے ہاتھوں میں وہی قرآن مجید موجود ہے جو لوحِ محفوظ میں تھا۔ جو نبی آخرالزماں صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا تھا۔ اس کے لئے پروردگارِ عالم نے ان مکاتب ومدارس کو ذریعہ اور وسیلہ کے طور پر قبول فرمالیا ہے۔ یہ مدارس رحمتِ الٰہی کو کھینچنے والے مقناطیس ہیں۔ خدائے لم یزل ولایزال ہمیں قدر دانی کی توفیق نصیب فرمائے۔

ان مدارس کی نسبت صفّہ سے ملتی ہے

یہ ادارے کوئی نئی تحریک نہیں ہیں، بلکہ ان کا سلسلہ مسجدِ نبوی علیہ السلام کی اس درسگاہ سے ملتا ہے جس کو صفّہ کہا جاتا ہے۔ جو دیکھنے میں ایک چبوترہ ہے، اس پر بیٹھ کر پڑھنے والے فضلاء جن کا نصابِ تعلیم قرآن و حدیث کے سوا کچھ نہ تھا۔ وہ دنیا کے امام بنے۔ اسی درسگاہِ نبوی علیہ السلام سے بڑے بڑے نامور سیاست داں، بے مثال حکمراں، شب بیدار، عابد وزاہد پیدا ہوئے۔ آج جن کی نظیر دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

ع
یہ اسی کا کرشمہ تھا کہ عرب کے رہزن
فاش کرنے لگے جبرئیل امین کے اسرار

آج کی دانش گاہیں

ساری دنیا کی یونیورسٹیاں اور کالجز مل کر آج تک ایک عمر فاروقؓ، خالد بن ولیدؓ، عبیدہ بن جراحؓ سعد بن وقاصؓ، عبداللہ بن مسعودؓ، ابی بن کعبؓ جیسے انسان پیدا نہ کرسکیں۔

صفّہ کے فارغین کو ذمہ داری کا احساس

حضرات ـــــ حضرت عمر فاروقؓ کا دورِ خلافت ہے، جن کی حکمرانی

Scanned by CamScanner

نہ صرف انسانوں پر بلکہ چرندوں، پرندوں اور درندوں پر بھی، ہواؤں اور دریاؤں پر بھی دبدبہ کے ساتھ جاری ہے، باطل طاقتیں لرزہ براندام ہیں۔
لوگ عید کی مبارکباد پیش کرنے آئے۔ خلیفۂ دوم کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے، یہ حالت دیکھ کر لوگوں نے وجہ پوچھی تو آپ نے فرمایا خدا کی قسم مجھے ڈر ہے، خوف ہے کہ آج عید کے دن بھی اگر کوئی اللہ کا بندہ بھوکا رہ گیا تو میں کل خدا کو کیا جواب دوں گا۔ انور صابری نے اس کا جواب یوں نظم کیا ہے

ہچکیوں کے ساتھ فرمایا کہ اے مردانِ حق
تم کو سوزِ اندروں کا میرے اندازہ نہیں
آج بھی بھوکا اگر ہوگا کوئی مومن کہیں
سوچتا ہوں حشر میں دوں گا جا کر کیا جواب

خدا ہمیں بھی یہ درد نصیب فرمائے۔ آمین۔

آج کے دانشوروں کی صورتِ حال

لیکن دوستو آپ ذرا غور فرمائیں کہ آج کی صورتِ حال کیا ہے!
ملک کا دیوالیہ ہو جائے، قوم برباد ہو جائے۔ بس میرا بنگلہ بن جائے۔

قوم جائے بھاڑ میں ملک ہو جائے تباہ
آپ اپنی زندگی کو وقفِ صہبا کیجئے

معزز حاضرین اور عزیزو۔ میں آخر میں پھر یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ جب انسان روحانیت سے خالی ہوگا، قرآنی تعلیمات سے نا آشنا ہوگا، مادہ پرستی کا دل دادہ ہوگا تو یہی سوچ پیدا ہوگی۔ آج جس کے خطرناک نتائج ہمارے سامنے آ رہے ہیں۔

ہندوستان اندلس بننے سے بچ گیا

اور یاد رکھو کہ اگر ہندوستان

میں یہ مدارس بند کر دیئے گئے تو پھر اس کا حال بھی اندلس جیسا ہوگا، جہاں آٹھ سو سال تک اسلامی پرچم لہرایا، جس سرزمین پر آٹھ سو سال تک اذانیں گونجیں وہاں خدا کا نام لینا جرم قرار دیدیا گیا۔ خدا بے شمار رحمتیں نازل کرے ان اکابرین پر جنہوں نے قریہ قریہ، بستی بستی مکاتب کا جال پھیلا کر ہندوستان کو دوسرا اندلس بننے سے بچا لیا۔

کوتاہ اندیشی کا نتیجہ

میرے دوستو آخر میں ایک کڑوی بات عرض کرنی ہے جسے آپ کو حلق سے نیچے اتارنا ہی ہوگا۔ وہ بات یہ ہے کہ یہ مدارس اسلامیہ نہایت احتیاط اور صبر و ضبط کے ساتھ جیسے کیسے حالات سے نپٹتے ہوئے پوری یکسوئی کے ساتھ اشاعتِ حق اور اشاعتِ دین کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔ لیکن اس وقت بڑا دکھ ہوتا ہے جب ہمارے کچھ ایمان والے بھائی' نادانی اور کوتاہ اندیشی کے سبب اہلِ مدارس کو صنعت و حرفت کے مختلف شعبے قائم کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ہمیں یقیناً اس کی ضرورت کا انکار نہیں ہے لیکن کیا کبھی کسی ہمدرد نے ان فرزندانِ اسلام کو جو بڑی بڑی ملیں، کارخانے اور فیکٹریاں چلا رہے ہیں ان میں دینی شعبے قائم کرنے کا نیک مشورہ دیا ہے؟ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی کو دینداری کا ذرا خیال ہے اور حال یہ ہے کہ اس کے یہاں دو بچے ہیں۔ ایک ذہین دوسرا غبی۔ ذہین کو نرسری اور کونونیٹ اسکول میں بھیجیں گے۔ غبی اور کند ذہن کو ان مدارس کے حوالہ کر دیں گے۔ کیا اسی کا نام محبتِ دین ہے؟ کیا اسی کا نام حقیقتِ دین ہے؟ کیا اسی کا نام الفتِ دین ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین۔

ان مدارس کی قدر کر لو

میرے دوستو۔ یہ مدارس اپنے وجود کے

Scanned by CamScanner

اعتبار سے بڑے مبارک اور اپنی نوعیت کے اعتبار سے بڑے قیمتی ہیں۔ انکی قدر کرلو۔ ان کا تعاون کرو۔ ان کا خیال رکھو۔ اور امت کے سامنے ان کی اہمیت وضرورت کو خوب واضح کرو۔ اور پوری کوشش کرو کہ یہ مدارس امت کی ضرورت وحاجت کے لحاظ سے اپنے معیار پر پورے اتر جائیں۔ اور کسی لمحہ بھی اپنے جملہ مقاصد وفوائد کو ہاتھ سے نہ جانے دیں۔

اللہ پاک مدارس اسلامیہ کے فیوض وبرکات قائم ودائم رکھے اور ہم سب کو اپنے فضل سے استفادہ کی توفیق دیتا رہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

مسجد کا مقام اور اس کی تعمیر

منظریات خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے
ہزار سجدوں سے آدمی کو دیتا ہے نجات
ادب سے رکھو قدم اس جا در مشکل کشا ہے
ملائک اس کے درباں ہیں خدا ملنے کی جا ہے یہ

مسجد کا مقام اور اس کی تعمیر

الحمد للّٰہ وکفیٰ والصلوٰۃ والسلام علیٰ سید الرّسل وخاتم الرّسل ارسلہ اللّٰہ الی النّاس بشیراً ونذیراً وداعیاً الی اللّٰہ باذنہٖ وسراجاً منیراً وعلیٰ اٰلہٖ واصحابہٖ وازواجہٖ وبارک وسلّم تسلیماً کثیراً کثیراً۔

امّا بعد: فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ○ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم ○
اِنَّمَا یَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللّٰہِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوۃَ وَاٰتَی الزَّکٰوۃَ وَلَمْ یَخْشَ اِلَّا اللّٰہَ فَعَسٰٓی اُولٰٓئِکَ اَنْ یَّکُوْنُوْا مِنَ الْمُھْتَدِیْنَ ○

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلّم مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِداً بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتاً فِی الْجَنَّۃِ او کما قال صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔

؎ بے طلب خیر کی گر خیر کے اسباب بنا
پل بنا، چاہ بنا، مسجد و تالاب بنا

Scanned by CamScanner

محترم بزرگو اور دوستو ــــــ اللہ رب العزت کا یہ بے پایاں احسان ہے کہ اس نے اپنے فضل و کرم سے ایک عظیم الشان کام کے لئے مجتمع ہونے کی توفیق نصیب فرمائی۔ آج کا یہ اجتماع جس میں عوام و خواص چمکتے چہروں کے ساتھ موجود ہیں مہمان خصوصی کی حیثیت سے حضرت مولانا محمد ناظم صاحب قاسمی مدرس جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور تشریف فرما ہیں۔ جو ابھی آپ حضرات کو اپنے ایمان افروز بیان سے مستفیض فرما رہے تھے۔ اللہ پاک عمل کی توفیق دے۔ آمین۔

انسان کے فعل سے عمل کی حیثیت کا اندازہ ہوتا ہے

دوستو ــــــ میرا دل چاہتا ہے کہ میں بھی مسجد کی تعمیر سے متعلق قرآن و حدیث کی روشنی میں کچھ عرض کروں۔ لیکن پہلے ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ واضح کردوں کہ ہم جو کام کرنے جا رہے ہیں، یا عنقریب کریں گے وہ کتنا اہم ترین کام ہے! کتنا مہتم بالشان کام ہے؟ اس لئے کہ انسان کی عادت ہے کہ جب اس پر کسی چیز کی اہمیت، افضلیت اور حیثیت واضح ہوجاتی ہے تو پھر انسان اسی قدر و معیار کے مطابق اس کے حصول کی کوشش کرتا ہے۔ اسے پانے کے لئے اسی سطح کی جدوجہد کرتا ہے۔ انسان کے فعل سے اس عمل کی حیثیت کی وضاحت ہوجاتی ہے۔ چنانچہ آپ تجربہ کریں کہ اگر ایک شخص راستہ کو چلا جا رہا ہو، اچانک اس کے سامنے کوئی ایسی چیز آجائے کہ جس سے راہ گیروں کو تکلیف پہنچنے کا اندیشہ ہو تو اب اس شخص کا اسلامی اعتبار سے، ایمانی اعتبار سے، انسانی اعتبار سے یہ فریضہ ہے کہ اس تکلیف دہ چیز کو راستہ سے ہٹادے اور یہ صدقہ کا ثواب رکھتی ہے۔

لیکن چونکہ اس کے دل میں اس چیز پر ملنے والے ثواب کی اہمیت

نہیں، اس پر ملنے والے اجر کی وقعت نہیں اس لئے وہ اس چیز کو نہیں ہٹائیگا بلکہ دل میں یہ خیال کریگا کہ اس چیز کو اٹھانے کے لئے مجھے جھکنا پڑے گا۔ پھر اٹھانا پڑیگا۔ پھر ذرا ہٹ کر پھینکنا پڑیگا تو کون یہ سر دردی مول لے گا؟ بس وہ اسے چھوڑ کر چلا جائیگا۔

اس کے بالمقابل اگر کوئی شخص مکان کی دوسری منزل پر کھڑا ہو۔ اور نیچے راستہ میں ایک دس کا نوٹ پڑا ہو تو یقین جانئے کہ وہ اس نوٹ کو دیکھتے ہی فوراً زمین پر اتر آئیگا اور اس کو اٹھالے جائیگا۔ حالانکہ یہاں نوٹ کو اٹھانے کے لئے اسے نیچے آنا پڑا پھر چڑھنا پڑا اب دیکھئے کہ اس چڑھنے میں، اترنے میں اُسے کتنی تکلیف ہوئی ہوگی، کتنا وقت لگا ہوگا۔ اور اس شرمندگی کا خوف الگ کہ اگر کسی نے دیکھ لیا اور کہہ دیا کہ یہ نوٹ تو میرا ہے، تم کہاں لے جا رہے ہو؟ تو جواب دینا مشکل ہوجائیگا۔ اس سب کے باوجود اس کے لئے یہ کام کرنا آسان ہے۔ کیونکہ دس کے نوٹ کی اہمیت، قدر و منزلت اور حیثیت اس کے دل میں اتر گئی ہے، اسکے بالمقابل راستہ سے تکلیف دہ چیز کے ہٹانے پر ملنے والے اجر و ثواب کی اہمیت اس کے دل میں نہیں ہے۔

مسجد کا مقام

اس لئے دوستو ــــــ پہلے یہ واضح کردینا ضروری ہے کہ مسجد کا مقام کیا ہے؟ مسجد کی حیثیت و اہمیت کیا ہے؟ جب یہ معلوم ہوجائیگا کہ اللہ اور اس کے رسول کی نظر میں مسجد کا مرتبہ کیا ہے؟ تو پھر انشاء اللہ مسجد تعمیر کرنا، اسے بنانا، اسے آباد کرنا، آسان ہوجائیگا اور پھر اس کے تقاضہ کی اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے اسے انجام دینا آسان ہوجائیگا۔

Scanned by CamScanner

میرے بزرگو اور بھائیو — مسجد وہ مقدس جگہ ہے جہاں خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی عبادت کی جاتی ہے، اس کی یاد کی جاتی ہے، زمین کے جو سب سے مبارک حصے ہیں، سب سے اچھے حصے ہیں، سب سے قیمتی حصے ہیں وہ مسجدوں کے نام سے جانے جاتے ہیں۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وسلم اَحَبُّ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ مَسَاجِدُھَا وَاَبْغَضُ الْبِلَادِ اِلَی اللّٰہِ اَسْوَاقُھَا۔ (رواہ مسلم)

ترجمہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا شہروں میں اللہ کے نزدیک سب سے پسندیدہ جگہ وہاں کی مسجدیں ہیں اور شہروں میں سب سے ناپسندیدہ جگہ وہاں کے بازار ہیں"

اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے

خَیْرُ الْاَمَاکِنِ مَسَاجِدُھَا وَشَرُّ الْاَمَاکِنِ اَسْوَاقُھَا

ترجمہ "زمین کی بہترین جگہوں میں مسجدیں اور بری جگہوں میں بازار ہیں"

ان احادیث مبارکہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ زمین میں سب سے مبارک اور مقدس جگہ مسجد کی ہے۔ چنانچہ مسجد حرام کی اہمیت سے کون ناواقف ہوگا، صبح و شام پانچوں وقت اسی کی طرف رخ کر کے نماز پڑھتے ہیں، وہاں کعبۃ اللہ ہے، ہر سال حاجی لوگ وہاں جاتے ہیں، طواف کرتے ہیں اور خوب مسجد حرام کا روحانی لطف اٹھاتے ہیں۔

اللہ نے زمین میں سب سے پہلے سب سے مقدس جگہ کعبہ کو بنایا۔ اسی کے اطراف و جوانب کے محدود حصہ کا نام مسجد حرام ہے۔ آج پوری دنیا

کی تمام مساجد مسجد حرام ہی کا پَرتو ہیں، یہی وجہ ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ سب سے زیادہ ثواب مسجد حرام ہی کا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آدمی نے اپنے گھر میں جو نماز پڑھی وہ بس ایک نماز ہے، اور اس نے جو محلہ کی مسجد میں نماز پڑھی وہ پچیس نمازوں کے برابر ہے، اور اس نے جامع مسجد میں جو نماز پڑھی وہ پانچ سو نمازوں کے برابر ہے۔ اور اس نے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) میں جو نماز پڑھی وہ پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے، اور اس نے میری مسجد (مسجد نبوی) میں جو نماز پڑھی وہ بھی پچاس ہزار نمازوں کے برابر ہے اور اس نے مسجد حرام (مکۃ المکرمہ) میں جو نماز پڑھی وہ لاکھ نمازوں کے برابر ہے۔ (ابن ماجہ)

اللہ پاک ہم سب کو قدر دانی کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازی اللہ کا مہمان ہے

میرے دوستو اللہ کا ایک بندہ مسجد میں اگر نماز ادا کرتا ہے تو اس نے ایک فرض ادا کیا ہے لیکن عجیب بات ہے۔ کہ اللہ اپنے گھر میں آنیوالے کا اعزاز فرماتے ہیں اس کی ضیافت کرتے ہیں، کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اور گھر والا میزبان ہوتا ہے اور آنیوالا مہمان ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَنْ غَدَا اِلَی الْمَسْجِدِ اَوْ رَاحَ اَعَدَّ اللّٰہُ لَہٗ نُزُلَہٗ مِنَ الْجَنَّۃِ کُلَّمَا غَدَا اَوْ رَاحَ۔ (متفق علیہ)

ترجمہ "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص صبح کو مسجد میں جائے یا شام کو جائے تو

Scanned by CamScanner

صبح کو یا شام کو۔"

اللہ اس کی مہمانی تیار رکھے گا خواہ وہ جب بھی جائے۔

مہمانوں کے بھی درجے ہوتے ہیں

اور یہی نہیں بلکہ اللہ کے یہاں مہمانوں کے درجے اور مرتبے ہیں، کچھ لوگ بہت دور سے آتے ہیں، کچھ بہت قریب سے آتے ہیں۔ کچھ بہت پہلے مسجد میں آجاتے ہیں، کچھ بہت بعد میں آتے ہیں۔ ان سب کے درجے اور مرتبے اسی حساب سے ہیں۔ چنانچہ حدیث میں آتا ہے

عَنْ أَبِي مُوسَى رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْظَمُ النَّاسِ أَجْرًا فِي الصَّلٰوةِ أَبْعَدُهُمْ فَأَبْعَدُهُمْ مَمْشًى وَالَّذِي يَنْتَظِرُ الصَّلٰوةَ حَتّٰى يُصَلِّيَهَا مَعَ الْإِمَامِ أَعْظَمُ أَجْرًا مِنَ الَّذِي يُصَلِّي ثُمَّ يَنَامُ (متفق علیہ)

ترجمہ "حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں نماز کے ثواب کے اعتبار سے بڑے درجے کا آدمی وہ ہے جو ان میں سب سے دور کا ہے کہ اس کو سب سے زیادہ چلنا پڑتا ہے اور جو شخص نماز کے لئے ٹھہرا رہے یہاں تک کہ امام کے ساتھ اس نماز کو پڑھے تو ثواب کے اعتبار سے اس کا درجہ اس شخص سے بڑا ہے جو نماز پڑھ لے اور سو جائے۔"

مسجد پوری امت کا اسلامی مرکز ہے

حاضرینِ مجلس اور عزیز دوستو یہ چند احادیث و روایات جو پیش کی ہیں ان سے مسجد کا مقام و مرتبہ خوب اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے اور اس موضوع پر تو احادیث میں ایک بڑا ذخیرہ موجود ہے۔ اور کیوں نہ ہو اللہ کا گھر پوری امت کا ایمانی، اسلامی اور روحانی مرکز ہوتا ہے۔

وہاں اللہ کی یاد سے دلوں کو گرمایا جاتا ہے۔ سینوں میں معرفتِ حق کی آگ لگائی جاتی ہے۔ وہاں اللہ کی فرمانبرداری اور اطاعت گزاری کے عہد و پیمان کئے جاتے ہیں، پروردگارِ عالم سے رحمت و مغفرت کی بھیک مانگی جاتی ہے، خالقِ کون و مکان کے جاہ و جلال کے آگے خشیت و انابت کا اظہار کیا جاتا ہے۔

یہی اللہ کا گھر امتِ مسلمہ اور دینِ اسلام کی ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اجتماعیت اور اجتماعی قوت کی بنیاد مسجد میں ہوتی ہے، باہمی اخوت و محبت اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہونے کی صورتیں یہیں سے نکلتی ہیں، مساوات کا بے مثال منظر یہیں پیش ہوتا ہے۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

نبی اکرم کے زمانہ میں مسجد کا مقام

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مسجد اسلامی سیاست و قیادت کا پارلیمنٹ اور مرکز ہوتی تھی۔ دینِ حق کے تمام امور یہیں انجام دیئے جاتے تھے، یہیں تعلیم و تربیت کی درسگاہیں لگتی تھیں۔ جن سے عالمی سطح کے نامور علماء، فضلاء، اکابرین، مفسرین، محدثین، جید فقہاء اور صوفیاء نکلتے تھے۔ یہی مسجد عدالتِ عالیہ ہوتی تھی جہاں ایسے ایسے بے نظیر فیصلے ہوتے کہ آج جن کی مثال دنیا کی عظیم ترقی یافتہ عالیشان عدالتیں پیش کرنے سے قاصر ہیں۔

تعمیرِ مسجد

معزز حاضرینِ کرام یہ ہے مسجد کا مقام و مرتبہ۔ اور اب میں اپنے مقصود کو عرض کرنا چاہتا ہوں۔ آج جہاں یہ مجلس منعقد ہوئی ہے ظاہر بات ہے کہ یہاں دینی اللہ کا گھر بنانے کی ضرورت

Scanned by CamScanner

پیش آئی ہے جس کی اہمیت پر میں نے ابھی روشنی ڈالی۔

دوستو ایک مسلمان کے ایمان کا تقاضہ یہ ہے کہ وہ اپنی ضرورت پوری کرنے سے قبل اللہ کے گھر کی ضرورت پوری کرے۔ یہ نہ صرف اپنی ضرورت ہے بلکہ پوری ملت اور امت کی حاجت ہے۔ اللہ سے ڈرنے والے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت رکھنے والے اس کارِ خیر میں پیچھے نہیں رہ سکتے۔

مسجد کی تعمیر جنت میں اپنا گھر تعمیر کرنا ہے

اس لئے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ بَنٰی لِلّٰہِ مَسْجِدًا بَنَی اللّٰہُ لَہٗ بَیْتًا فِی الْجَنَّۃِ

"جس نے اللہ کے لئے مسجد بنائی۔ اللہ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنائے گا"۔ کتنا آسان ہے نیکی میں سبقت کرنے والوں کیلئے جنت میں اپنا مکان بنا لینا۔

مدینہ میں حضورؐ کا سب سے پہلا کارنامہ

اسی لئے ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مبارکہ میں یہ فعل مقدم دیکھا ہے۔ چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکۃ المکرمہ سے ہجرت فرما کر مدینۃ المنورہ تشریف لائے تو آپ نے کسی بیوی کا حجرہ نہیں بنایا، اپنے لئے کسی مکان کی تعمیر کی فکر نہیں کی بلکہ محبوب رب العالمین محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے اللہ کا گھر بنایا۔ آج جسے ہم مسجد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کہتے ہیں۔

تاریخ مسجدِ نبوی ؑ

یہ زمین دو یتیم بچوں کی تھی جن کا نام سہل اور سہیل تھا۔ یہ دونوں زرارہ بن ربیع کی پرورش و کفالت میں رہا کرتے تھے۔ آپ نے ان سے دس دینار میں یہ زمین کا ٹکڑا خریدا تھا جس

کی رقم حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ادا کی۔ محسنِ انسانیت کی زبانِ مبارک سے نکلا "ابوبکر جب تک اس مسجد میں عبادت اور نماز ہوتی رہے گی (یعنی) قیامت تک اس کا ثواب تیرے حصے میں لکھا جاتا رہے گا، تیری قبر پر رحمت برستی رہے گی"۔

مسجد کی تعمیر صدقۂ جاریہ ہے

دوستو مسجد کی تعمیر ایک عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اِذَا مَاتَ ابْنُ اٰدَمَ انْقَطَعَ عَمَلُہٗ اِلَّا مِنْ ثَلٰثٍ

ترجمہ "جب ابن آدم مرجاتا ہے تو اس کے عمل کا سلسلہ بھی ختم ہوجاتا ہے مگر تین چیزیں"۔

یعنی جب تک زندگی ہے انسان اچھے یا برے عمل کرنے پر قادر ہے روح نکلتے ہی عمل کا دروازہ بند ہوجاتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اگر آدمی اس حیاتِ فانی میں کوئی صدقۂ جاریہ کر کے جائے تو مرنے کے بعد بھی یہ عمل لکھا جاتا رہے گا، مثلاً کسی نے نل لگوا دیا، کنواں بنوا دیا، مدرسہ میں کمرہ بنوا دیا، مسجد بنوا دی۔ جب تک یہ چیزیں باقی رہیں گی برابر ثواب ملتا رہے گا۔

کسی نے مسجد میں رقم لگائی، کسی نے جان لگائی، کسی نے اس کے بنانے کی فکر کی، کسی نے اینٹ پتھر اٹھا اٹھا کر دیئے۔ بندگانِ خدا جب تک سجدہ ریز ہوتے رہیں گے، اعتکاف کرتے رہیں گے، دوسری عبادات اللہ کے گھر میں انجام دیتے رہیں گے تو حصہ لینے والوں کو ثواب ملتا رہے گا۔ قیامت تک کتنے سجدے ہوں گے، لاکھوں کروڑوں سجدوں کا اجر حصہ لینے والوں کو ملتا رہے گا۔

Scanned by CamScanner

سیدنا حضرت عمرؓ کا سب سے بڑا کارنامہ

خلیفۂ دوم سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں نہ ایوانِ خاص بنوایا نہ ایوانِ عام ، نہ پارلیمنٹ ہاؤس ، نہ گیسٹ ہاؤس ، نہ ریسٹ ہاؤس بلکہ فاروقِ اعظمؓ نے پانچ ہزار مسجدیں بنوائیں ، نو سو جامع مسجدیں بنوائیں۔

میرے بزرگو اور بھائیو۔ مسجد کی تعمیر اور اس کی خدمت بہت اونچا عمل ہے۔ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَسْرَجَ سِرَاجًا فِی الْمَسْجِدِ نَوَّرَ اللّٰہُ قَبْرَہٗ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔

ترجمہ "جو اللہ کے گھر میں روشنی کا انتظام کریگا ، اللہ قیامت تک اس کی قبر کو نور سے روشن رکھے گا۔"

مَنْ اَلْقٰی حَصِیْرًا فِی الْمَسْجِدِ کَسٰی لَہٗ

ترجمہ "جو شخص مسجد میں چٹائی اور قالین کا انتظام کرے گا خدا تعالیٰ اس کو داپنے ہاتھوں سے جنت کا سبز لباس پہنائیں گے۔"

بھائیو ہمیں اپنے بنگلے ، اپنے قلعے ، اپنے محلات بنانے کا بہت شوق ہے۔ لاکھوں ، کروڑوں روپئے بے دریغ خرچ کردیں گے۔ محلہ میں مسجد ہے جگہ جگہ لگو اکر دو چار سو روپئے دیں گے۔ حالانکہ مال اللہ کا دیا ہوا ہے اور مسجد اللہ کا گھر ہے ، تو اللہ کا دیا ہوا اللہ کے گھر میں لگ جائے تو کیا حرج ہے؟

شاہانِ ہند کے جلیل القدر کارنامے

شاہجہاں نے شاہی قلعہ کے سامنے مسجد بنوائی ، اس کے پتھر ایران سے منگوائے ، یہ شاہی مسجد تیرہ ایکڑ میں ہے۔ اورنگ زیب نے کہا قلعہ کے دروازے کے سامنے مسجد بنادو تاکہ میں نکلوں تو میری پہلی نگاہ

مسجد پر پڑے ، میرا پہلا سفر اللہ کے گھر سے ہو۔

قلعہ کے اندر موتی مسجد بنوائی ، جب سنگِ بنیاد رکھنے کا وقت آیا اعلان کرادیا ، سات ہزار آدمی جمع ہوگئے۔ بادشاہ نے حکم نامہ جاری کیا کہ اس بادشاہی مسجد کا سنگِ بنیاد وہ رکھے گا جس کی بلوغت کے بعد سے کبھی تہجد کی نماز قضاء نہ ہوئی ہو۔ میرے جیسے بڑے بڑے جبّوں ، قبّوں والے اور سبز پگڑیوں والوں کے سر جھک گئے ، بادشاہ نے کہا تم نے میرا راز ظاہر کروادیا۔ اورنگ زیب پیدا تو تخت پر ہوا ہے لیکن میں قسم کھا کر کہتا ہوں جب سے میں بالغ ہوا ہوں اس دن سے آج تک میری تہجد قضا نہیں ہوئی۔ یہ تھے مساجد کے سچے عاشق۔ کتنا اہتمام کیا ، کیا شوق وجذبہ تھا۔ اللہ ہمیں بھی نصیب فرمائے۔

عبرت وموعظت

میرے دوستو ــــ اللہ سے بڑھ کر کوئی قدردان نہیں اور اس سے بڑھ کر کوئی انعام دینے والا نہیں۔ لوگ مٹی کی اینٹیں مسجد میں لگاتے ہیں ، خالقِ کائنات چاندی اور سونے کی اینٹوں سے بنا محل عطا فرمائیں گے۔ کیا خوب فرمایا صادق المصدوق محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اللہ کے لئے مسجد بنوائے ، شہرت اور ناموری مقصود نہ ہو ، صرف رضائے الٰہی کے لئے تعمیر کرے تو اللہ پاک جنت میں ایسا گھر عطا فرمائیں گے جس کا مسالہ مشک وعنبر کا ہوگا ، اینٹیں چاندی سونے کی ہونگی ، ہیرے جواہرات سے مزیّن ہوگا۔

آج موقع ہے خبر پر اعتماد کرتے ہوئے جان و مال اللہ کے گھر کے لئے وقف کردو ، نظر آنے پر یہ موقع ہاتھ سے نکل جائیگا۔ جب ملک الموت روح نکالنے کے لئے آئے گا تو انسان کہے گا۔ مجھے تھوڑی سی مہلت دیدے۔

فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ۔

ترجمہ "میں صدقہ کرکے صالحین کے زمرہ میں شامل ہوجاؤں"

وَلَنْ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا

ترجمہ "ایک سانس کی بھی مہلت نہیں ملے گی"

میرے عزیزو

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
کہ آنا نہ ہوگا یہاں بار بار

خبر پر یقین کی مثال

حضرت سرمدؒ ارضِ ہند کے نہایت جلیل القدر بزرگ اور دست قلندر گذرے ہیں، عہدِ عالمگیر میں جلوہ گر ہوکر عالم گیر شہرت حاصل کی اور مرجع خلائق بنے رہے۔ انکی شہرت شاہ و گدا تک پہنچ چکی تھی۔

ایک دفعہ شہزادی زیب النساء کی سواری کہیں جارہی تھی، دور سے دیکھا کہ جنگل میں ایک طرف کوئی فقیر بیٹھا ہوا ہے، پوچھا یہ کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا حضور یہ سرمد ہیں۔ شہزادی کے دل میں شرفِ نیاز حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا۔ قریب گئی تو دیکھا کہ بے خیالی میں تنہا بیٹھے ہوئے کچھ گھروندے بنارہے ہیں، مٹی کے چھوٹے چھوٹے گھر ہیں، جن میں کنگورے بھی بنے ہوئے ہیں۔ کچھ دیر کھڑی غور سے دیکھتی رہی، اس کے بعد پوچھا سرمد چہ می کنی (کیا کررہے ہو) فرمایا قصرِ خلد می سازم (جنت کے محل بنارہا ہوں)، شہزادی نے پوچھا برائے فروخت می سازی (بیچنے کے واسطے بنارہے ہو؟) پھر فرمایا بچہ قیمت خواہی فروخت بیک قصر (ایک محل کی قیمت کیا ہے؟) فرمایا بیک سلفہ۔ شہزادی نے فوراً سوار دوڑاکر ایک سلفہ منگوایا اور دیدیا حضرت سرمد نے سلفہ لے لیا۔ اور ایک گھروندے کے گرد انگلی سے حلقہ کھینچکر

اس کے برابر میں لکھدیا۔

من ایں قصرِ خلد بنام شاہزادی زیب النساء بیگم بیک سلفہ فروخت کردم۔ (میں نے جنت کا یہ محل ایک سلفہ کے عوض زیب النساء کے ہاتھ فروخت کیا) اس کے بعد ہاتھ مار کر تمام گھروندے مٹادیئے اور منہ وہاں سے ایک طرف بھاگ کھڑے ہوئے۔ شہزادی بھی محل میں واپس چلی آئی۔ اسی شب کو تقریباً تین بجے جو بادشاہ نے آکر شہزادی کے محل پر دستک دی، شہزادی گھبرا کر اٹھی، پوچھا کیا بات ہے؟ عرض کیا جہاں پناہ بلا رہے ہیں۔ رات کے وقت اس طرح بلاوے سے شہزادی کے حواس اڑ گئے، گھبرائی ہوئی پہونچی۔ شہنشاہِ وقت اورنگ زیب نمازِ تہجد میں مشغول تھے وہ دست بستہ مؤدب کھڑی رہی۔ نماز سے فارغ ہوکر بادشاہ نے پوچھا آج تم نے کوئی خرید و فروخت کی ہے؟ شہزادی کا ذہن بھی حضرت سرمدؒ کے معاملہ کی طرف منتقل نہ ہوا، بہت معمولی بات تھی۔ ایک مجذوب کا کھیل تھا۔ اورنگ زیب نے کہا کوئی جنت کا محل خریدا ہے۔ شہزادی خوف کی وجہ سے خاموش رہی۔ بادشاہ نے کہا ڈرو مت واقعہ بیان کرو۔ میں خواب میں وہ محل دیکھ آیا ہوں۔ جس پر لکھا ہوا تھا کہ شاہزادی زیب النساء کے ہاتھ ایک سلفہ میں خریدا گیا ہے۔ میں نے اندر جانے کی کوشش کی مگر کسی نے داخل نہ ہونے دیا۔ اب شہزادی نے سارا واقعہ بیان کردیا۔ فرمایا ٹھیک ہے چنانچہ صبح ہوتے ہی بادشاہ خود اٹھ کر حضرت سرمدؒ کی طرف گیا۔ وہی الفاظ کہے جو شاہزادی نے کہے تھے۔ حضرت سرمدؒ نے جواباً کہا۔ جاؤ اورنگ زیب یہ خرید و فروخت روز نہیں ہوا کرتی۔

مسجد کی تعمیر ایمان والوں کا کام ہے

میرے دوستو میں یہ عرض کررہا تھا کہ آنکھ سے دیکھ کر سب پکار اٹھے

اے پروردگار اب دنیا میں دوبارہ بھیجدے، نیک عمل کرکے آئیں گے مسجد آباد کرکے آئیں گے۔ اللہ پاک فرمائیں گے کلا ہرگز نہیں۔ آج اللہ اور اس کے رسول کے فرمان پر خلوص سے عمل کرتے ہوئے ان مساجد کو آباد کریں۔ کیونکہ مساجد اللہ کے گھر ہیں اور ان کو وہی آباد کرتے ہیں جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں جو آخرت کے حساب وکتاب کو برحق جانتے ہیں۔ چنانچہ قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ۝

ترجمہ: اللہ کے گھروں کو آباد کرنا ان لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت پر یقین رکھتے ہوں، نماز قائم کرتے ہوں، زکوٰۃ دیتے ہوں۔ اور سوائے اللہ کے کسی سے نہ ڈرتے ہوں۔ سو ایسے ہی لوگوں کی نسبت یہ امید ہے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے" (یعنی جنت حاصل کرلیں گے)۔

اس آیت میں اللہ پاک نے صاف اور واضح طور پر ارشاد فرمادیا کہ مسجد کو وہی لوگ آباد کرتے ہیں جنھیں اللہ کی ذات پر بھروسہ اور یقین ہو اور انہیں آخرت کے حساب وکتاب، جزا وسزا کا بھی یقین ہو کہ یہاں جو کچھ کرکے جائیں گے وہ وہاں مل جائے گا۔

اس آیت میں اللہ نے عمارت مسجد کا جو تذکرہ فرمایا وہ کئی معنیٰ میں استعمال کیا جاتا ہے۔ ایک ظاہری در ودیوار کی تعمیر، دوسرے مسجد کی حفاظت، صفائی اور دیگر ضروریات کا انتظام، تیسرے عبادت کیلئے مسجد میں حاضر ہونا۔

مسجد کی تعمیر پر توجہ آج الحمدللہ آپ کی مسجد میں نمازیوں کا ہجوم اور جم غفیر

دیکھ کر یہ تو ثابت ہوگیا کہ مسجد میں حاضری کی تو پابندی ہے جو اصل اور لازمی ہے اسی کے ساتھ انتظامی ضروریات بھی تقریباً مکمل نظر آتی ہے مثلاً مسجد میں امام کا تعین اور مؤذن کا تقرر، روشنی اور پانی کا بھی انتظام نظر آتا ہے۔ لیکن تیسری چیز وہ ہے جس کے لئے آج کی یہ مجلس منعقد کی گئی۔ وہ مسجد کے در ودیوار کو درست کرنا ہے۔ اسکی توسیع کرنا اسکی بنیادوں اور دیواروں کو مضبوط بنانا ہے۔ اس کے لئے آپ حضرات قدم بڑھائیں اور اس وقت تک پیچھے نہ ہٹیں جب تک اللہ کا یہ گھر مکمل نہ ہوجائے۔ کیونکہ ہم سب محتاج ہیں جنت کے اور جنت کے بے داغ محلوں کے، اللہ کی رحمت کے، قیامت تک صدقۂ جاریہ کے اور اس آیت کے مصداق بننے کے کہ اللہ کے گھروں کو آباد کرنا انہیں لوگوں کا کام ہے جو اللہ پر اور آخرت پر سچا ایمان ویقین رکھتے ہیں، نماز بھی پڑھتے ہیں۔ زکوٰۃ بھی دیتے ہیں اور اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے اور پوری پوری امید رکھتے ہیں کہ ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہوجائیں گے۔ اللہ پاک ہم سب کو قدردانی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

Scanned by CamScanner

احکام و مسائل اور متعلقات مسجد

مسجد کی فضیلت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک یہودی عالم نے آنحضرتؐ سے پوچھا فرمایئے سب سے بہتر جگہ کونسی ہے؟ آپ یہ کہہ کر خاموش رہے کہ میں ذرا جبرئیلؑ کے آنے تک خاموش رہتا ہوں، اس کے بعد جبرئیل آگئے، آپ نے ان سے یہ سوال کیا انھوں نے عرض کیا جس سے آپ پوچھ رہے ہیں اس کو بھی سائل سے زیادہ اس کا علم نہیں لیکن دیکھئے میں اپنے پروردگار سے جاکر پوچھتا ہوں اس کے بعد انھوں نے عرض کیا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آج مجھے اللہ تعالیٰ سے اتنا قرب نصیب ہوا کہ اس سے قبل کبھی نصیب نہیں ہوا تھا۔ آپؐ نے پوچھا اے جبرئیل آخر کتنا قرب نصیب ہوگیا؟ عرض کیا کہ میرے اور اس کے درمیان نور کے ستر ہزار حجاب قائم تھے، ان حجابات کے اندر سے ارشاد فرمایا سب سے بدتر مقامات بازار ہیں اور سب سے بہتر مسجدیں ہیں۔

مساجد کو خوبصورت بنانے کی ممانعت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نہیں دیا گیا ہے مسجدوں کو بلند اور شاندار بنانے کا۔ یہ حدیث بیان فرمانے کے بعد حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے (بطور پیشین گوئی) فرمایا

یقیناً تم لوگ اپنی مسجدوں کی آرائش و زیبائش اسی طرح کرنے لگو گے جس طرح یہود و نصاریٰ نے اپنی عبادت گاہوں میں کی ہے۔ (سنن ابی داؤد)۔

سنن ابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہی کی ایک روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے۔

اَرَاكُمْ سَتُشَرِّفُوْنَ مَسَاجِدَكُمْ بَعْدِيْ كَمَا شَرَّفَتِ الْيَهُوْدُ كَنَائِسَهُمْ وَكَمَا شَرَّفَتِ النَّصَارٰى بِيَعَهَا۔

ترجمہ:۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم لوگ بھی ایک وقت جب میں تم میں نہ ہوں گا اپنی مسجدوں کو اسی طرح شاندار بناؤ گے جس طرح یہود نے اپنے کنیسے بنائے ہیں اور نصاریٰ نے اپنے گرجے۔ (کنز الاعمال بحوالہ ابن ماجہ، معارف الحدیث)

مسجد کے آداب

مسجد میں صفائی حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس نے مسجد میں سے ایسی چیز باہر کردی جس سے تکلیف ہوتی تھی (جیسے کوڑا کرکٹ، فرش پر کنکر پتھر) اللہ تعالیٰ اس کے لئے جنت میں ایک گھر بنا دے گا۔

(ابن ماجہ، حیٰوۃ المسلمین)

مسجد جانے کا ثواب حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص جماعت کے لئے مسجد کی طرف چلے تو اس کا ایک قدم ایک گناہ کو مٹاتا ہے اور ایک قدم اس کے لئے نیکی لکھتا ہے۔ جاتے میں بھی اور لوٹتے میں بھی۔

(احمد و طبرانی و ابن حبان۔ حیوۃ المسلمین)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے اور وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا جو شخص رات کی اندھیری میں مسجد کی طرف چلے اللہ تعالیٰ سے قیامت کے روز نور کے ساتھ ملے گا۔

(طبرانی، سنن ابی داؤد، جامع ترمذی، حیوۃ المسلمین)

مسجد میں چھوٹے بچوں کو لانے اور شور و شغب کی ممانعت

واثلہ ابن الاسقع رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم اپنی مسجدوں سے دور اور الگ رکھو اپنے چھوٹے بچوں کو اور دیوانوں کو (ان کو مسجد میں نہ آنے دو) اور اسی طرح مسجدوں سے الگ اور دور رکھو اپنی خرید و فروخت کو اور اپنے باہمی جھگڑوں اور قصوں کو اور اپنے شور و شغب کو اور حدود کے قائم کرنے کو اور تلواروں کو نیام سے نکالنے کو، یعنی ان میں سے کوئی بات بھی مسجد کی حدود میں نہ ہو، یہ سب باتیں مسجد کے تقدس اور احترام کے خلاف ہیں (سنن ابن ماجہ)

مسجد میں قدم رکھنے کا ادب

جب مسجد میں داخل ہوں تو باہر پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکالیں پھر داہنا پاؤں، اور مسجد میں پہلے داہنا قدم رکھیں پھر بایاں قدم۔ اسی طرح مسجد سے نکلتے وقت پہلے بایاں قدم باہر نکالیں پھر داہنا قدم، پھر جوتا پہننے میں پہلے داہنے پاؤں میں پہنیں پھر بائیں پاؤں میں۔ (بہشتی گوہر)

نماز تحیۃ المسجد

یہ نماز اس شخص کے لئے سنت ہے جو مسجد میں داخل ہو۔ اس نماز سے مسجد کی تعظیم مقصود ہے، دو رکعت نماز پڑھے بشرطیکہ مکروہ وقت نہ ہو، یعنی ظہر، عصر اور عشاء میں پڑھے۔

(بخاری، موطا امام مالک، درمختار، بہشتی گوہر)

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کوئی مسجد میں داخل ہو تو بیٹھنے سے پہلے دو رکعت نماز نفل پڑھے۔

(صحیح بخاری، صحیح مسلم، معارف الحدیث)

اگر وقت مکروہ ہو تو صرف چار مرتبہ یہ کلمات کہہ لئے جائیں: سُبْحَانَ اللّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ۔ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ اور اس کے بعد درود شریف پڑھے۔ (بہشتی گوہر)

مسجد میں تسبیحات پڑھنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جب تم بہشت کے باغوں میں جاؤ تو وہاں میوے کھاؤ۔ آپ سے پوچھا گیا یا رسول اللہ! جنت کے باغ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: مسجدیں۔ پوچھا گیا یا رسول اللہ ان کا میوہ کیا ہے؟ فرمایا سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ (ترمذی، مشکوٰۃ)

مسجد سے بلا عذر باہر جانا

حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو شخص مسجد میں ہو اور اذان ہو جائے اور وہ اس کے بعد بھی کسی خاص ضرورت سے مسجد سے باہر چلا جائے اور نماز میں شرکت کے لئے واپسی کا ارادہ بھی نہ رکھتا ہو تو وہ منافق ہے۔ (ابن ماجہ۔ معارف الحدیث)

بدبودار چیز کھا کر مسجد میں آنے کی ممانعت

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اس بدبودار درخت (پیاز یا لہسن)

سے کھائے وہ ہماری مسجد میں نہ آئے، کیونکہ جس چیز سے آدمیوں کو تکلیف ہوتی ہے اس سے فرشتوں کو بھی تکلیف ہوتی ہے۔

(صحیح بخاری و صحیح مسلم۔ معارف الحدیث)

صف کی درستی کا اہتمام

حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری صفوں کو اس قدر سیدھا اور برابر کرتے تھے کہ گویا ان کے ذریعے تیروں کو سیدھا کریں گے یہاں تک کہ آپ کو خیال ہو گیا کہ اب ہم لوگ سمجھ گئے کہ ہم کو کس طرح برابر کھڑا ہونا چاہیئے۔ اس کے بعد ایک دن ایسا ہوا کہ آپ باہر تشریف لائے اور نماز پڑھانے کے لئے اپنی جگہ پر کھڑے بھی ہو گئے یہاں تک کہ قریب تھا کہ آپ تکبیر کہہ کر نماز شروع فرما دیں، کہ آپ کی نگاہ ایک شخص پر پڑی جس کا سینہ صف سے کچھ آگے نکلا ہوا تھا تو آپ نے فرمایا "اللہ کے بندوں اپنی صفوں کو سیدھا اور بالکل برابر کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے رخ ایک دوسرے کے مخالف کر دیگا۔

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں (یعنی نماز کے لئے جماعت کھڑے ہونے کے وقت) ہمیں برابر کرنے کے لئے ہمارے مونڈھوں پر ہاتھ پھیرتے تھے اور فرماتے تھے برابر برابر ہو جاؤ اور مختلف یعنی آگے پیچھے نہ ہو کہ خدانہ کرے کہ اس سزا کی پاداش میں تمہارے قلوب باہم مختلف ہو جائیں، اور فرماتے تھے کہ تم میں سے جو دانشمند اور سمجھدار ہیں وہ میرے قریب ہوں اور ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا درجہ اس صفت میں ان کے قریب ہو اور ان کے بعد وہ لوگ ہوں جن کا درجہ ان کے قریب ہو۔

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

صفوں کی ترتیب

حضرت ابو مالک اشعری رضہ سے روایت ہے کہ انھوں نے لوگوں سے کہا میں تم سے رسول اللہ کی نماز کا حال بیان کروں؟ پھر بیان کیا کہ آپ نے نماز قائم فرمائی، پہلے آپ نے مردوں کو صف بستہ کیا ان کے پیچھے بچوں کی صف بنائی پھر آپ نے ان کو نماز پڑھائی اس کے بعد فرمایا کہ یہی طریقہ ہے میری امت کی نماز کا۔

(سنن ابی داؤد۔ معارف الحدیث)

ایک یا دو مقتدیوں کی جگہ

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لئے کھڑے ہوئے یعنی آپ نے نماز شروع فرمائی، اتنے میں میں آ گیا اور (نیت کر کے) آپ کے بائیں جانب کھڑا ہو گیا تو آپ نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے پیچھے کی جانب سے مجھے گھما کے اپنی داہنی جانب کھڑا کر لیا، پھر اتنے میں جبار بن صخر رضہ آ گئے وہ نیت کر کے آپ کے بائیں جانب کھڑے ہو گئے تو آپ نے ہم دونوں کے ہاتھ پکڑ کے پیچھے کی جانب کر دیا اور پیچھے کھڑا کر لیا۔

(صحیح مسلم، معارف الحدیث)

پنجگانہ نماز کیلئے مسجد میں جانیکے بیس آداب ۲۰

مسجد جاتے وقت مندرجہ ذیل سنتوں کا خیال رکھیں اور یہ پانچوں وقت خیال رکھنا ہوگا:

۱) ہر نماز کے لئے باوضو ہو کر گھر سے چلنا۔ (بخاری)

۲) گھر سے چلتے وقت نماز پڑھنے کی نیت سے چلنا یعنی اصل اور مقدم

Scanned by CamScanner

نیت نماز پڑھنے ہی کی کرنی چاہئے۔ (بخاری)

۳۔ اذان سن کر نماز کے لئے اس طرح دنیوی مشاغل کو ترک کر دینا گویا ان کاموں سے کوئی سروکار ہی نہیں ہے۔ (نشر الطیب، ترمذی)

۴۔ گھر سے باہر آکر یہ دعا پڑھتے ہوئے چلے: بِسْمِ اللّٰهِ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔ (ترمذی)

۵۔ راستہ میں چلتے ہوئے یہ دعا پڑھنا بھی احادیث میں ہے ستر ہزار فرشتے اس کے پڑھنے والے کے لئے دعا کرتے ہیں:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِحَقِّ السَّائِلِیْنَ عَلَیْكَ وَبِحَقِّ مَمْشَایَ هٰذَا فَاِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشَرًا وَّلَا بَطَرًا وَّلَا رِیَاءً وَّلَا سُمْعَةً وَّخَرَجْتُ اِتِّقَاءَ سَخَطِكَ وَابْتِغَاءَ مَرْضَاتِكَ وَاَسْئَلُكَ اَنْ تُنْقِذَنِیْ مِنَ النَّارِ وَاَنْ تَغْفِرَ لِیْ ذُنُوْبِیْ فَاِنَّهٗ لَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ۔

ترجمہ: اے اللہ اس حق سے کہ جو سوال کرنے والوں کو تیری جناب میں حاصل ہے اور اس حق سے کہ جو تیری عبادت کرنے والوں کو تیری جناب سے ہے عرض کرتا ہوں کہ میں نے کسی تکبر یا تمکنت کے جذبے یا دکھاوے کی غرض سے قدم باہر نہیں نکالا بلکہ تیری ناراضگی کے خوف سے اور تیری رضا کی جستجو میں چلا ہوں اور تجھ ہی سے التجا کرتا ہوں کہ مجھے آگ کے عذاب سے پناہ دیدے، میرے گناہ معاف فرما دے تیرے سوا اور کوئی نہیں جو گناہ معاف کر سکے۔ (ابن ماجہ)

۶۔ نماز پڑھنے کے لئے چلے تو باوقار ہو کر قدرے چھوٹے قدم رکھتا ہوا چلے کہ یہ نشان قدم لکھے جاتے ہیں اور ہر قدم پر ثواب ملتا ہے (الترغیب)

۷۔ مسجد میں داخل ہونے لگے تو پہلے بایاں پاؤں جوتے سے نکال کر بائیں جوتے

پر رکھ لے اور داہنا پاؤں جوتے سے نکال کر اول دایاں پاؤں مسجد میں رکھے۔

۸۔ بلا ضرورت شدیدہ دنیوی باتیں نہ کرے، لوگ نماز پڑھ رہے ہوں تو تلاوت اور ذکر آہستہ کرے، قبلہ رُخ نہ تھوکے نہ قبلہ رُخ پاؤں پھیلائے نہ گانا گائے نہ باہر گم ہو جانے والی چیزوں کو مسجد میں تلاش کرے نہ اسکا اعلان کرے، بدن کے کپڑے یا اور کسی چیز سے کھیل نہ کرے، انگلیوں میں انگلیاں نہ ڈالے۔ الغرض مسجد کے احترام کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔

(طبرانی مسند امام احمد)

۹۔ تکبیر اولیٰ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہتمام رکھے، ہمیشہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کرنے کا اہتمام رکھے۔ (مسلم)

۱۰۔ جب جماعت کھڑی ہونے لگے تو تکبیر ہونے سے پہلے صفوں کو سیدھا کرے اس کے بعد تکبیر کہی جائے۔

۱۱۔ ہمیشہ جہاں تک ممکن ہو اگلی صف میں جا کر بیٹھے امام کے بالکل پیچھے یا دائیں طرف ورنہ بائیں طرف۔ اگلی صف میں جگہ نہ ہو تو اسی ترتیب سے دوسری اور پھر تیسری صف بنا کر بیٹھیں، الغرض جب تک اگلی کسی صف میں جگہ ملتی ہو تو پیچھے نہ بیٹھے (مسلم، ابوداؤد)

۱۲۔ صفوں کو بالکل سیدھا رکھیں، مل کر کھڑے ہوں، درمیان میں خالی جگہ نہ چھوڑیں کندھے اور ٹخنے ایک دوسرے کے بالمقابل ہوں۔ (صحاح)

۱۳۔ ہر نماز کو اس طرح خشوع و خضوع سے ادا کریں گویا یہ میری زندگی کی آخری نماز ہے۔ (الترغیب)

۱۴۔ نماز میں دل بھی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکا ہوا ہو اور اعضاء بدن بھی سکون میں ہوں۔ (ابوداؤد، نسائی)

Scanned by CamScanner

آنکھیں کھول کر نماز ادا کریں، آنکھیں بند کرنا خلافِ سنت ہے۔ (مدارج النبوۃ)

۱۵۔ فجر کے فرضوں کے بعد تھوڑی دیر ذکر الٰہی میں مشغول ہونا۔ (الترغیب)

۱۶۔ پانچوں وقت میں نماز سے فارغ ہو کر جب تک نمازی اپنی نماز کی جگہ بیٹھا رہتا ہے اس کے لئے فرشتے برابر دعائے مغفرت و دعائے رحمت کرتے رہتے ہیں (الترغیب)

۱۸۔ نماز فجر سے فارغ ہو کر اشراق کے وقت تک ذکر الٰہی میں مشغول رہنا۔ (ترمذی)

۱۹۔ جب تک نمازی جماعت کے انتظار میں بیٹھے رہتے ہیں ان کو برابر نماز پڑھنے کا ثواب ملتا رہتا ہے۔ (بخاری شریف)

۲۰۔ سنتوں اور فرضوں کے درمیان کوئی ذکر، تسبیح یا درود وغیرہ جاری رکھیں تو مزید ثواب کے مستحق ہوں گے۔ فجر کی سنتوں اور فرضوں کے درمیان ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ اور ایک تسبیح سُبْحَانَ اللّٰہِ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ وَلَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ۔ کی پڑھ لیں تو بہت ثواب ہوتا ہے۔

علم کسے کہتے ہیں

مفکر ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہٗ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

Scanned by CamScanner

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد :

لَاخَيْرَ فِيْ مَنْ كَانَ مِنْ اُمَّتِيْ لَيْسَ بِعَالِمٍ وَلَا مُتَعَلِّمٍ۔

ترجمہ:

میری امّت کے اس شخص سے خیر (کی کوئی توقع) نہیں جو عالم اور طالب علم نہ ہو۔

(یعنی یا تو خود سیکھے یا اوروں کو سکھائے)

علم کسے کہتے ہیں؟

الحمد للّٰہ نحمدہٗ ونستعینہ ونستغفرہٗ ونؤمن بہ ونتوکّل علیہ ونعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیّئات اعمالنا من یھدہ اللّٰہ فلا مضلّ لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ ونشھد اَن لا الٰہ الّا اللّٰہ وحدہٗ لا شریك لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمداً عبدہٗ ورسولہ صلی اللّٰہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین ۰ اما بعد

قال اللّٰہ تبارك فی القراٰن المجید ۰ اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ط بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۰ یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ط صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ۔

قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْعِلْمُ ثَلٰثَةٌ اٰیَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِیْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰی ذٰلِكَ فَھُوَ فَضْلٌ۔ اَوْ كَمَا قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

شعر: بے علم چوں شمع باید گداخت
کہ بے علم نتواں خدارا شناخت

حاضرین محترم، بزرگ سامعین اور عزیز دوستو!

الحمدللہ آج آپ کے یہاں تعلیمی اجلاس منعقد ہو رہا ہے اور اس مبارک موقع پر آپ نے بہت سے دانشوران قوم اور عزیزان ملت کو جمع کیا ہے یہ بڑی مسرت کی بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ تعلیمی اجلاس منعقد کرنے کا مقصد یہ ہے کہ تعلیم کو فروغ دیا جائے، اس کی اہمیت وافادیت کو سامنے لایا جائے۔ قوموں کی زندگی میں تعلیم کے ذریعہ کیسے کیسے انقلابات رونما ہوئے؟ ان کا تذکرہ کیا جائے۔ جن قوموں نے تعلیم پر توجہ نہ کی اور وہ بے بہرہ رہیں ان کا کیا انجام ہوا؟ بہرحال تعلیم کے بنیادی مقاصد وفوائد کو بیان کیا جائے تاکہ ایک عام آدمی بھی اسے اپنی زندگی کی ضرورت اور زندگی کا مقصد جان کر آگاہ ہو۔

میرے دوستو! میں نے اسی ضمن میں قرآن کریم کی آیت کا ایک ٹکڑا اور ایک حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم تلاوت کی ہے۔ دل چاہتا ہے کہ اس تعلیمی اجلاس میں قرآن وحدیث کی روشنی میں تعلیم کی فضیلت واہمیت بتانے کیساتھ ساتھ یہ بھی واضح کروں کہ تعلیم کس چیز کی ہونی چاہیے۔ یعنی یہ بات متعین کی جائے کہ وہ کونسی چیز ہے جسے علم کہتے ہیں اور جو ان مدارس ومکاتب کا مقصد اور طرۂ امتیاز ہے اور جس ضمن میں یہ تعلیمی اجلاس بھی منعقد ہو رہا ہے۔

علم کی فضیلت کلام الٰہی سے

پہلے آیت کی تشریح بطور فضیلت...... اللہ پاک نے ارشاد فرمایا "اللہ درجات کو بلند کر دیتا ہے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور جنہیں علم دیا گیا"

اس آیت میں ایمان بھی درجات کی بلندی کا سبب بتایا گیا۔ اور علم بھی۔ معلوم یہ ہوا کہ جس کے پاس علم ہو اللہ پاک دنیا وآخرت میں ان کے درجات کو بلند فرماتے ہیں۔ یعنی دنیا میں بھی لوگ ان کی عزت کرتے ہیں اور آخرت میں بھی ان

کا پورا پورا اعزاز ہوگا۔ دنیا میں اس کی مثال حضرت عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے واقعہ سے دی جا سکتی ہے۔

علم والوں کا دنیا میں اعزاز واکرام

حضرت مولانا مفتی محمد تقی صاحب عثمانی مدظلہ العالی نے "اصلاحی خطبات" میں ارشاد فرمایا ہے کہ:

"بغداد کے قریب رقہ نام کا ایک شہر تھا جو اس وقت بغداد شہر کا ایک محلہ بن گیا ہے۔ ایک مرتبہ بادشاہ ہارون رشید اپنی بیوی کے ساتھ شاہی برج میں بیٹھا ہوا تھا، اتنے میں ایک شور سنائی دیا کہ شہر کی فصیل کے باہر بہت زور شور سے آوازیں بلند ہو رہی ہیں، ہارون رشید کو خیال ہوا کہ شاید کسی دشمن نے حملہ کر دیا ہے۔ معلوم کرنے کے لئے فوراً آدمی دوڑا دیئے۔ پتہ چلا کہ حضرت عبداللہ بن مبارک رقہ شہر میں تشریف لا رہے ہیں اور لوگ قافلے بنا بنا کر ان کے استقبال کے لئے شہر سے باہر نکلے ہیں، یہ اس کا شور ہے۔ اسی دوران حضرت عبداللہ بن مبارک کو چھینک آگئی، تو اس پر انہوں نے الحمدللہ کہا اس کے جواب میں اس پورے مجمع نے یرحمک اللہ کہا، اس کا بھی بہت شور بلند ہوا، جب ہارون رشید کی بیوی نے یہ صورتِ حال دیکھی تو ہارون رشید سے کہا کہ ہارون! تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بڑے بادشاہ ہو، اور آدھی دنیا پر تمہاری حکومت ہے حقیقت یہ ہے کہ بادشاہت تو ان علم والے لوگوں کا حق ہے، جو اپنے علم کے سبب دلوں پر حکمرانی کر رہے ہیں اور اس قدر بے پناہ تعظیم وتکریم اور عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھے جا رہے ہیں۔ لوگ محبت سے ان اہل علم حضرات کے سامنے اپنے بازو جھکاتے ہیں۔

سبحان اللہ کیا شان ہے اہل علم حضرات کی، دنیا میں یہ مقام ــــ کہ

بادشاہوں کو نصیب نہیں اور آخرت میں تو کیا اعزاز ہوگا، وہ پروردگارِ عالم ہی خوب جانتا ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سے اس اعزاز کا ذرا سا نقشہ نظر آتا ہے۔

علم والوں کا آخرت میں اعزاز واکرام

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مفتیٔ اعظم پاکستان نے اپنی مشہور زمانہ تفسیر "معارف القرآن" میں ایک روایت حضرت ثعلبہ بن الحکمؓ سے نقل کی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز علمائے امت سے خطاب فرما کر کہیں گے۔ میں نے تمہارے سینوں میں اپنا علم وحکمت صرف اسی لئے رکھا تھا کہ میرا ارادہ یہ تھا کہ تمہاری مغفرت کردوں، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا وہ قول یوں نقل کیا گیا ہے:

" اِنِّیْ لَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ اِلَّا لِعِلْمِیْ بِکُمْ وَلَمْ اَضَعْ عِلْمِیْ فِیْکُمْ لِاُعَذِّبَکُمْ اِنْطَلِقُوْا فَقَدْ غَفَرْتُ لَکُمْ "

ترجمہ: یعنی " میں نے اپنا علم تمہارے قلوب میں اسی لئے رکھا تھا کہ میں تم سے واقف تھا میں نے اپنا علم تمہارے سینوں میں اس لئے نہیں رکھا تھا کہ تمہیں عذاب دوں، جاؤ میں نے تمہاری مغفرت کردی "

دوستو یہ ہے رفعِ درجات دنیا وآخرت میں کہ اللہ تعالیٰ اس علم کے ذریعے سے دنیا میں بھی درجوں کو بلند فرماتے ہیں اور آخرت میں بھی ان کی شایانِ شان اعزاز کیا جائے گا۔

علم کی فضیلت میں مختلف آیاتِ قرآنیہ

اسی فضیلت کو اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں دوسری جگہ یوں ارشاد فرمایا: قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ

لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ: " (اے نبیؐ) آپ کہہ دیجئے (اپنی امت کو) کہ وہ لوگ جو علم والے ہیں اور وہ لوگ جو علم والے نہیں ہیں (جاہل ہیں) کبھی برابر نہیں ہوسکتے "

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

وَمَا يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۝ وَلَا الظُّلُمٰتُ وَلَا النُّوْرُ ۝ وَلَا الظِّلُّ وَلَا الْحَرُوْرُ ۝ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ۝

ترجمہ: " برابر نہیں ہوسکتے بینا اور نابینا، نہ اندھیرا اور اجالا، نہ سایہ اور گرمی اور برابر نہیں ہوسکتے زندہ اور مردہ "

مطلب یہ ہے کہ جس طرح بینا اور نابینا، اندھیرا اور اجالا، سایہ اور گرمی برابر نہیں ہوسکتے اسی طرح علم والے اور بغیر علم والے کبھی برابر نہیں ہوسکتے بینا آدمی صبح میں شام میں، دن میں رات میں کہیں بھی جاسکتا ہے۔ اونچی نیچی زمین میں، پتھروں میں، پہاڑوں میں کہیں بھی چل سکتا ہے۔ گڈھے سے کنویں سے، ندی سے، نالے سے اچھی طرح بچ سکتا ہے۔ سانپ سے، بچھو سے ہاتھی سے، شیر سے اپنی حفاظت کرسکتا ہے۔ اس کے بالمقابل نابینا اور اندھا آدمی کچھ نہیں کرسکتا۔ اسی طرح زندہ آدمی کھا پی سکتا ہے، چل پھر سکتا ہے، لے دے سکتا ہے، بل جل سکتا ہے، شادی بیاہ کرسکتا ہے، سیر وتفریح کرسکتا ہے، پڑھ لکھ سکتا ہے، ہنس اور رو سکتا ہے۔ اس کے بالمقابل مردہ آدمی کچھ نہیں کرسکتا۔ بس ان آیات میں اللہ پاک نے علم والے اور بغیر علم والے کا یہی فرق بیان فرمایا ہے۔ جس سے واضح ہوتا ہے کہ علم والا آدمی بینا ہے ہر فعل کرنے پر قدرت رکھتا ہے، زندہ ہے، دنیا کی ہر لذت حاصل کرسکتا ہے۔ اور بغیر علم والا نابینا ہے، محتاج ہے اور یہ زندگی دوسروں پر منحصر ہے۔

Scanned by CamScanner

علم سے پہلے اور علم کے بعد کا فرق

اب اگر ہم اس کا تجزیہ کریں کہ علم والے لوگوں کے درجات کو اللہ نے دنیا میں کس طرح بلند کیا ہے؟ اور بے علم والے لوگ کس طرح بھٹکتے رہے ہیں؟ تو پھر خطبہ کی آیت کی تشریح بڑی طویل ہو جائے گی۔ جبکہ آج کے اس اجلاس میں اور بہت سے معزز علمائے کرام تشریف فرما ہیں جن کی پند و نصائح سے نہ صرف آپکو بلکہ مجھے بھی محظوظ ہونا ہے اس لئے خلاصہ کے طور پر یوں عرض کیا جا سکتا ہے کہ جب تک صحابہ کرام رضوان تعالیٰ علیہم اجمعین اسلام سے مشرف نہیں ہوئے تھے قرآن و حدیث کا علم انھوں نے حاصل نہیں کیا تھا، بے علم اور جاہل تھے تو صرف گھر کی حدود میں محدود تھے۔ اپنے گھر کا کاروبار اور کام کاج کرنا بھی ان کے لئے مشکل تھا۔ اور جب انہوں نے دین کا علم حاصل کر لیا تو وہ نہ صرف مکۃ المکرمۃ بلکہ مدینۃ المنورہ، اطراف و جوانب اور اس سے بھی بڑھ کر یوں کہا جائے کہ پورے عالم کے کاروبار پر چھا گئے۔

اسلام لانے سے پہلے جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ اونٹ چرانے جایا کرتے تھے تو ان کے والد محترم یوں کہا کرتے تھے کہ اے عمر تم سے اونٹ بھی چرانے نہیں آتے تم زندگی میں کیا کرو گے۔ اب وہی حضرت عمر تھے جب اسلام سے مشرف ہو گئے اور اسلامی علوم کو انھوں نے سیکھ لیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فراستِ ایمانی، دور اندیشی اور فعال شخصیت کو دیکھ کر یہ فرمایا کہ اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ اور ایک جگہ یہ فرمایا جس کا مفہوم یہ ہے کہ اے عمر اگر شیطان تمہیں ایک راستے سے گزرتا ہوا دیکھتا ہے تو وہ راستہ کاٹ کر دوسری راہ کو نکل جاتا ہے۔ یہی حضرت عمر تھے جن کا نام مشرق و مغرب تک پہنچ گیا۔ بڑے بڑے حکام، گورنر اور سپہ سالار بھی نام سنکر تھرا جاتے

انہوں نے حکومت کی تو نت نئے کارہائے نمایاں انجام دیئے، ڈاک سسٹم جاری کیا، فوج کی بھرتی باضابطہ شروع کی اور ان کے ماہانہ وظیفے و تنخواہ کا نظم شروع کیا، آج کی حکومتیں ان کی حکومت کے بنائے ہوئے قوانین و ضابطوں کی رہین منت ہیں۔

اور اس سے بھی بڑھ کر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مثال کہ ان کا تو نہ گھر تھا نہ در، نہ کوئی دوکان تھی نہ کاروبار۔ بھوک کے پیاسے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار عالی پر آ گر پڑے گئے۔ جب انھوں نے اسلامی علوم میں مہارت حاصل کر لی اور علم والے بن گئے، تو ان کی وہ قدر ہوئی جس کا نہ کوئی زبان کما حقہ بیان کر سکتی ہے اور نہ قلم ہی ان تفصیلات کا احاطہ کر سکتا ہے۔ کہ آج انہیں گذرے ہوئے تقریباً چودہ سو برس ہو گئے لیکن ان کا نام، کام، اعمال و اخلاق اسطرح زندہ ہیں جیسے کل کی بات ہو۔ اس درمیان سینکڑوں بادشاہ اور حکام گذر گئے لیکن دنیا ان کے کارناموں سے واقف نہیں ہے، آج پوری دنیا میں کوئی عالم کوئی مفتی، کوئی قاضی اس وقت تک اپنے فن میں مکمل نہیں ہو سکتا جب تک ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ حدیثوں اور روایتوں کو نہ پڑھ لے۔

یہ حال ہے علم والے لوگوں کا کہ وہ پوری دنیا پر دینی، علمی، سیاسی، سماجی معاشرتی اور اخلاقی اعتبار سے چھا گئے۔ اور چونکہ یہ اللہ کا وعدہ ہے اس لئے اس کو پورا تو ہونا ہی ہے۔

يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ۙ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ۝

ترجمہ: ”(دنیا و آخرت میں) اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو بلندی عطا فرماتے ہیں جو ایمان والے ہیں اور جنہیں علم دیا گیا۔“

علم کا دھوکہ ہو گیا ہے

اب سوال یہ ہے کہ یہ بات بھی متعین ہونی چاہئے

کو علم کسے کہتے ہیں۔ پوری دنیا میں شہرت ہو رہی ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، اخبارات اور میگزینوں میں خوب شور ہے کہ بچوں کو علم سکھاؤ، تعلیم دو، انہیں اَن پڑھ مت چھوڑو۔ اور گورنمنٹ بھی اس کے لئے خوب فنڈ مختص کر رہی ہے، طرح طرح کی اسکیمیں چلا رہی ہے، اور یہ بہت ہی اچھی بات بھی ہے، ایسا ہونا بھی چاہئے اس طرح حکومت اور عوام کی مدد سے ہر شخص پڑھا لکھا ہو جائے گا۔

اور آپ دیکھیں گے کہ اس کے نتائج بھی سامنے آ رہے ہیں۔ مثلاً آپ شہر کا جائزہ لیں کہ رکشے، تانگے، موٹر گاڑیاں طلبہ وطالبات سے کھچا کھچ بھری ہوئی اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی طرف دوڑ رہی ہیں۔ گاؤں میں اسکول کے وقت دیکھیں کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی بستے بغل میں دبائے قطار در قطار دوڑے چلے جا رہے ہیں۔ ہر سمت اور ہر گوشے میں تعلیم۔ تعلیم۔ تعلیم کا شور ہے بڑی اچھی بات ہے، بڑا خوش آئند اقدام ہے ہمیں اس سلسلہ میں عوام اور حکومت کی خوب مدد کرنی چاہئے ـــــــ لیکن ایک بات یہ ہے جو سوچ کر بڑا دکھ ہوتا ہے، بڑا دل تڑپتا ہے، رونا آتا ہے۔ امت مسلمہ کی یہ حالت دیکھ کر کہ یہ پیتل کو سونا، دھات کو چاندی، اور پتھر کو لوہا سمجھ بیٹھی ہے قرآنی آیات میں، احادیث کی تفصیلات میں، صحابہ کے مواعظ میں، تابعین کے طریقہ میں، تبع تابعین کے واقعات میں جس چیز کو علم کہا گیا ہے۔ یہ اسے علم نہیں سمجھتی، اس کے سیکھنے کو یہ تعلیم نہیں جانتی۔ اور جو چیزیں تجربات کی حیثیت رکھتی ہیں۔ ان کو علم سمجھے ہوئے ہے۔ افسوس انجینئرنگ لائن، میڈیکل لائن اور تمام صنعت وحرفت کے فنون کو علم سمجھ لیا۔ اور جو حقیقت میں علم ہے اسے پرانے قصے، کہانیاں اور کم عقل لوگوں کی تعلیم سمجھ کر پس پشت ڈال دیا، جو جسم کی فانی پیاس ہے اسے علم جانا۔ اور جو روح کی جاودانی غذا ہے اسے علم نہیں سمجھا

علم دیں مفقود ہے گم ہے صراطِ مستقیم
خضرِ رہ بنتا ہے ہر غولِ بیاباں آج کل

علم کسے کہتے ہیں؟

میرے بزرگو! آج کی اس خاص مجلس میں میرا مطمحِ نظر یہی بات تھی کہ کسی طرح اس بات کو صاف کیا جائے اور یہ واضح کیا جائے کہ آخر قرآن وحدیث کی روشنی میں کس چیز کو علم ٹھہرایا گیا ہے۔ میں نے یہ ساری بات سوچ کر ہی وہ حدیثِ مبارکہ تلاوت کی جس کو امام ابوداؤدؒ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اَلْعِلْمُ ثَلَاثَةٌ ـــــ اٰيَةٌ مُّحْكَمَةٌ اَوْ سُنَّةٌ قَائِمَةٌ اَوْ فَرِيْضَةٌ عَادِلَةٌ وَمَا كَانَ سِوٰى ذٰلِكَ فَهُوَ فَضْلٌ۔

ترجمہ: "علم تو صرف تین ہی ہیں۔ قرآن اور حدیث ـــــ اور وہ مسائل جن کو ائمہ کرام نے قرآن وحدیث کی روشنی میں ترتیب دیا ہے۔ اور اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب زائد ہے۔"

اس حدیثِ مبارکہ سے ثابت ہوا کہ علم ـــــ قرآن وحدیث اور اس کی تشریحات کا نام ہے۔ اس لئے کہ قرآن وحدیث میں انسان کو آدابِ زندگی سکھلائے گئے ہیں، دستورِ حیات بتلایا گیا ہے، اسی کے علم سے انسان اللہ کو پہچانتا ہے، چیزوں میں غور وتدبر کر کے اس تک پہنچتا ہے۔ اس میں آدابِ معاشرت ہیں، آدابِ اخلاق ہیں، آدابِ معاملات ہیں۔ اس علم کو سیکھنے والے روشن چراغ ہیں۔ اور اس علم کو چھوڑ کر زندگی گذارنے والے تاریک راہوں میں بھٹک رہے ہیں۔

یہی علم تھا کہ جس کیساتھ اللہ نے اپنے برگزیدہ بندوں کو متصف کیا

یہی علم تھا کہ

جسے دیکر اللہ پاک نے سب سے پہلے سیدنا حضرت آدم علیہ السلام کو مبعوث فرمایا اور انہوں نے اپنی اولاد کو اسی علم کو سیکھنے کی دعوت دی۔ آپ اسے علمِ الٰہی بھی کہہ سکتے ہیں، علمِ حقیقی بھی کہہ سکتے ہیں، معرفتِ حق کا علم بھی کہہ سکتے ہیں۔ اور اُس وقت اس علم کے علاوہ کسی علم کا چرچا نہ تھا، کیونکہ اس کے علاوہ کوئی چیز حقیقت میں علم نہیں، صورۃً علم ہو سکتا ہے مگر حقیقت میں علم نہیں۔

بہرحال سیدنا حضرت نوح علیہ السلام کو یہی علم دیا گیا، چنانچہ آپ نے لوگوں کو دعوت دی۔ اللہ نے فرمایا:

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ نُوحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○

ترجمہ: "اور جب کہا ان کو ان کے بھائی نوح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو (حالانکہ) میں تمہارے واسطے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا ہوں معتبر، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو۔"

سیدنا حضرت ہود علیہ السلام کو یہی علم دیکر مبعوث کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنی قوم کو انہی لفظوں کے ساتھ دعوت دی۔ اللہ نے فرمایا:

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ هُودٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○

ترجمہ: "اور جب کہا ان کو ان کے بھائی ہود نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو (حالانکہ) میں تمہارے واسطے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں معتبر، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو۔"

سیدنا حضرت صالح علیہ السلام کو یہی علم دیکر مبعوث کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنی قوم کو انہی لفظوں کے ساتھ دعوت دی۔ اللہ نے فرمایا:

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ صَالِحٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○

ترجمہ: "اور جبکہ کہا ان کو ان کے بھائی صالح نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو (حالانکہ) میں تمہارے واسطے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں معتبر، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو۔"

سیدنا حضرت لوط علیہ السلام کو یہی علم دیکر مبعوث کیا گیا تو انھوں نے بھی اپنی قوم کو انہی لفظوں کے ساتھ دعوت دی۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ لُوطٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○

ترجمہ: "اور جبکہ کہا ان کو ان کے بھائی لوط نے کیا تم ڈرتے نہیں ہو (حالانکہ) میں تمہارے واسطے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں معتبر، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو۔"

سیدنا حضرت شعیب علیہ السلام کو یہی علم دیکر مبعوث کیا گیا، تو انھوں بھی اپنی قوم کو انہی لفظوں کے ساتھ دعوت دی۔

إِذْ قَالَ لَهُمْ أَخُوهُمْ شُعَيْبٌ أَلَا تَتَّقُونَ ○ إِنِّي لَكُمْ رَسُولٌ أَمِينٌ ○ فَاتَّقُوا اللَّهَ وَأَطِيعُونِ ○

ترجمہ: "اور جبکہ کہا ان کو ان کے بھائی شعیب نے کیا تم اللہ سے ڈرتے نہیں ہو (حالانکہ) تمہارے واسطے پیغامبر بنا کر بھیجا گیا ہوں معتبر، سو تم اللہ سے ڈرو اور میرا کہا مان لو۔"

سیدنا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں ارشاد ہوا:

وَإِذْ آتَيْنَا مُوسَى الْكِتَابَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ○

ترجمہ: "اور وہ زمانہ یاد کرو، جبکہ ہم نے موسیٰ کو کتاب دی اور حق کو باطل سے جدا کرنے والے احکام دیے تاکہ تم راہ پر آجاؤ۔"

اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کو علم سیکھنے کی ضرورت پیش آئی تو آپ نے خضر علیہ السلام سے ان لفظوں کے ساتھ درخواست کی:

هَلْ أَتَّبِعُكَ عَلَىٰ أَن تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ۝

ترجمہ: "کیا میں آپ کے ساتھ رہ سکتا ہوں اس شرط پر کہ آپ مجھے وہ علم سکھلا دیں جو اللہ نے آپ کو سکھلایا ہے؟"

اور جب میرے آقا و مولیٰ تاجدارِ مدینہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا تو اللہ نے سب سے پہلے انہیں اسی علم حقیقی کی تلقین فرمائی، چنانچہ ارشاد ہوا:

اقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْإِنسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اقْرَأْ وَرَبُّكَ الْأَكْرَمُ ۝ الَّذِي عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْإِنسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

ترجمہ: "پڑھیے اپنے رب کا نام لیکر جس نے سب کو پیدا کیا، اسی نے انسان کو جمے ہوئے خون سے پیدا کیا، پڑھیے اس لئے بھی کہ آپ کا رب بڑا کریم ہے اسی نے علم دیا قلم کے ذریعہ اور وہ باتیں سکھلائیں جو وہ نہیں جانتا تھا۔"

اور بعد میں اللہ پاک نے اسی علم کی نوعیت کو پوری امت پر یوں واضح فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولًا مِّنْ أَنفُسِهِمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِن كَانُوا مِن قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۝

ترجمہ: "اور اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا رسول ان میں انہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور ان کو پاک کرتا ہے اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور باتیں کام کی، حالانکہ وہ پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔"

اور حضور پُرنور محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ارشاد فرمایا:

إِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا ۝ "کہ مجھے معلم بنا کر بھیجا گیا ہے۔"

اگر اس کے علاوہ کوئی اور علم ہوتا؟

میرے دوستو مثالیں ذرا طویل ہو گئیں، عرض کرنے کا مقصود یہ ہے کہ یہ علم اصل ہے جسے علم حقیقی کہتے ہیں، جسے معرفتِ حق کا علم کہتے ہیں۔

اللہ پاک نے کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیائے کرام علیہم السلام دنیا میں یہی علم دیکر مبعوث فرمائے کہ وہ اپنے اپنے خطوں میں اور اپنی اپنی قوموں میں اسی علم کی تبلیغ کریں، اسی کی دعوت دیں، اسی کی طرف لوگوں کو بلائیں کیونکہ اس کے علاوہ حقیقت میں کوئی علم نہیں۔ اگر کوئی علم ہوتا تو اللہ پاک سب سے پہلے اپنے پاک اور برگزیدہ بندوں کو اس کی طرف رہنمائی فرماتے۔ لیکن چونکہ یہ سب فنون ہیں جنہیں ہم علم کا نام دے رہے ہیں، صرف تجربات کی حیثیت حاصل ہے۔ ان تمام انواع کو ــــ اس لئے انہیں صورۃً علم کہدیتے ہیں۔

ایک نکتہ

حضرت مولانا عبدالماجد صاحب دریابادیؒ نے تفسیر ماجدی کی جلد اول میں بڑا بہترین نکتہ لکھا ہے۔ فرمایا کہ

"قرآن مجید نے علم اور اس کے مختلف صیغوں یعلمون وغیرہ کو جہاں جہاں استعمال کیا ہے عموماً علم حقیقی، علم وحی و نبوت ہی کے معنی میں کیا ہے۔ اس قسم کی آیتوں سے آج کے رواجی "علوم و فنون" اسکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کی تعلیم پر استدلال کرنا قرآن کریم پر بڑا ظلم ہے اور فہم سلیم پر بھی۔

غرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ جسے عام لوگ علم کے نام سے جانتے ہیں وہ حقیقی علم نہیں، لوگوں نے کسی بھی فن سے متعلق اپنے تجربات کو قلم بند کر دیا ہے اور اسی کی تعلیم ہوتی ہے۔ اور ان تمام فنون کا مقصد صرف جسمانی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے جو بہت اہم نہیں۔ اس لئے کہ کوئی بڑا عہدیدار ہے وہ بھی، کوئی بڑا افسر ہے وہ بھی، کوئی بڑا تاجر ہے وہ بھی دو ہی روٹی کھاتا ہے، ایک ہی کرتہ پائجامہ یا پتلون پہنتا ہے۔ ایک ہی بستر استعمال کرتا ہے، سونے کے لئے ایک ہی کمرہ کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور یہ سب کچھ اللہ پاک ہر بندہ کو عام طور پر عطا فرما ہی دیتے ہیں اس کیلئے اپنی سی کوشش بھی کرنی چاہیئے

جتنی روزی مقدر ہے وہ ملے گی

میرے دوستو روزی تو جتنی مقدر ہے وہ ملنی ہے، جتنی طے ہے وہ پہنچ کر رہے گی اس لئے کہ روزی کا تعلق انسان کی عقل و فہم، صلاحیت و استعداد اور ڈگریوں سے نہیں ہے بلکہ اس کا تعلق اللہ کی منشا و مرضی اور حکم سے ہے۔

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۭ

ترجمہ: "اللہ کھول دیتا ہے رزق کو جس پر چاہے اور تنگ کر دیتا ہے"

اب آپ ایک تجربانی اور سرسری نگاہ پوری دنیا پر ڈالیں، کہ بالکل ان پڑھ انگوٹھا چھاپ لوگ لاکھوں، کروڑوں کے مالک بنے بیٹھے ہیں۔ اور بہت سے کالجوں، یونیورسٹیوں سے بڑی بڑی ڈگریاں حاصل کرنے والے نوجوان پریشان اور بے روزگار پھر رہے ہیں۔ ایک شخص ذرا قلم ہلاتا ہے اور ہزاروں کما لیتا ہے اور دوسرا شخص ہے کہ دن بھر محنت کرتا ہے، پسینہ بہاتا ہے، اور چند کوڑیاں لیکر لوٹتا ہے اور کبھی وہ بھی نہیں۔

اس لئے میرے بزرگو اور دوستو یہ علم ـــــ علم دین ہی اصل ہے جو

قرآن و حدیث کے مجموعہ کا نام ہے۔ باقی اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب زائد ہے یقیناً اس کی بھی انسان کو حاجت ہے لیکن ضرورت کی حد تک۔ اور یہ علم ـــــ علم دین انسان کی زندگی کا مقصد ہے۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝

ترجمہ: "میں نے انسان کو اور جنات کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے"

حقیقت میں علم والا ہی عقلمند اور دانا ہوتا ہے

یہی وجہ ہے کہ باری تعالیٰ نے اس علم کے سیکھنے والوں کو، اس پر چلنے والوں کو، اسی کے مطابق زندگی گذارنے والوں کو دانا اور عقلمند بتلایا ہے:

اَلَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۝

ترجمہ: "وہ لوگ جو بات سنتے ہیں اور پھر اس کے اچھے پہلوؤں پر چلتے ہیں یہی لوگ ہیں کہ ان کو اللہ نے ہدایت سے نواز دیا اور یہی لوگ ہیں جو عقلمند ہیں۔"

سبحان اللہ کیسی بات ہے اللہ کی ـــ کہ اس نے خود ہی متعین فرما دیا کہ یہی صحیح راستہ ہے اور یہی عقلمندی ہے۔

ایک اور جگہ اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ۭ

ترجمہ: "کیا بھلا ایک وہ شخص جو مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور ہم نے اس کو ایک روشنی دی جس کو وہ لوگوں میں لئے پھرتا ہے۔"

یہ علم ایک نور کی حیثیت رکھتا ہے جسے لے کر وہ خود روشن راہ پر چل رہا ہے، اور اس کے ساتھ چلنے والے بھی روشن راہ پر چلیں گے۔

وقتی اور عارضی نفع والے علم پر عمر عزیز کا بیشتر حصہ صرف ہو رہا ہے

لیکن وہ علم کہ آج جس کے لئے ہر کس و ناکس بھاگ دوڑ کر رہا ہے، بے دریغ خون پسینہ کی کمائی بہا رہا ہے، عمر عزیز کا ایک بڑا حصہ اس میں صرف کر رہا ہے صرف اس لئے کہ کوئی معقول نوکری مل جائے جس سے دو روٹی کھانے کا صحیح بندوبست ہو جائے۔ اب یہ نوکری پانے کے لئے ۲۴ر یا ۲۵ر سال چاہئیں۔ لیکن کب تک یہ نوکری چلے گی زیادہ سے زیادہ ۶۰ر سال کی عمر تک، اس کے بعد نوکری ختم۔ اتنے ہی سال پڑھنے میں لگے اتنے ہی سال کمانے میں، کیا مزہ آیا؟ اور یہ تعداد ہے بھی کتنے لوگوں کی جنھیں نوکریاں مل جاتی ہیں۔ بمشکل تمام ۱۰ر ۱۵ر فیصد لوگ۔ باقی کہاں جاتے ہیں۔ زیادہ تر نوجوان تھک ہار کر کوئی معمولی سا پیشہ یا دوکان لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ حالانکہ یہ کام تو چھوٹی سی ڈگری لینے کے بعد بھی ہو سکتا تھا۔ اور کچھ ایسے بھی ہوتے ہیں جو چوری، زناکاری، سٹہ بازی اور بلیک میلنگ کا پیشہ اپنا لیتے ہیں۔ میں اپنے دوستوں سے صرف یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ آپ نے لاکھوں روپیہ کس لئے خرچ کیا؟ کیا عمر عزیز کا آدھا حصہ صرف وقتی نفع کے لئے آسانی سے ضائع کر دیا۔

غلط فہمی کا ازالہ

میری بات سے ہرگز ہرگز یہ تصور نہ کیا جائے کہ میں اس رواجی تعلیم کا مخالف ہوں۔ یا اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، ایسا نہیں ہے۔ اس مطلب کو واضح کرنے کے لئے شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

تم کالج میں پڑھو پارک میں پھولو . جائز ہے غباروں میں اڑو چرخ پہ جھولو
پر ایک سخن بندۂ عاجز کا رہے یاد . اپنی حقیقت اور خدا کو نہ بھولو

(اکبر الہ آبادی)

اس ابتدائی تعلیم کے بارے میں تو میرے آقا و مولیٰ تاجدار مدینہ محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۵ ہجری میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو حکم فرما چکے ہیں۔

"کہ اے زید ان کی زبان سیکھ لو۔"

تاریخ میں لکھا ہے کہ پھر حضرت زید نے پڑھا یہاں تک کہ تین ماہ میں مکمل مہارت حاصل کر لی۔ بھلا ایسا صاف اور واضح بیان آنے کے بعد مجھ غلام کی کیا حیثیت اور مجال کہ کچھ کہہ سکوں۔ لیکن میں صرف اپنے دوستوں سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ آپ اول ترجیح صرف اس علم کو دیں، جس کا نفع دائمی ہے۔ جو دنیوی زندگی کو کامیاب بنانے والا اور اخروی دائمی زندگی کی کامیابی کا بھی ضامن ہے اس لئے پہلے دین کا علم بعد میں دنیا کا علم —— کیونکہ اس کا نفع عارضی ہے اور اس کا دائمی۔ یہ صرف انسان کی ضرورت ہے اور وہ زندگی کا مقصد۔ اس کا نتیجہ موہوم ہے اور اس کا یقینی۔

علم دین کی چند عمومی خصوصیات

اور اس لئے بھی کہ اس علم کو سیکھ کر انسان اپنے پروردگار کے حقوق کو پہچانتا ہے۔ اپنے والدین اور اہل و عیال کے حقوق پہچانتا ہے، سماج اور معاشرہ کے حقوق پہچانتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ ایک صاف ستھری زندگی بسر کرنے والا انسان بن جاتا ہے۔ اس کے بالمقابل اس تعلیم میں رب کو پہچاننے کی تعلیم نہیں ملتی، رب کے بندوں کے حقوق پہچاننے کی تعلیم نہیں ملتی، ایک اچھے پڑوسی کے حقوق کی تعلیم نہیں ملتی۔ ایک اچھے شوہر کی تعلیم نہیں ملتی، ایک اچھے باپ کے اصول کی تعلیم نہیں ملتی، بوڑھے ماں باپ کی خدمت و اطاعت کی تعلیم نہیں ملتی۔

دوسری طرف علم حقیقی میں بتایا جاتا ہے کہ:

Scanned by CamScanner

▣ کامل مسلمان وہ ہے جس کا پڑوسی اس کی زبان، اس کے ہاتھ اور پاؤں سے محفوظ رہے۔

▣ اچھا شوہر وہ ہے جو اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔

▣ اچھا بیٹا (بیٹی) وہ ہے جو والدین کے سامنے اُف بھی نہ کرے۔

▣ اچھا باپ وہ ہے جو اولاد کی تعلیم و تربیت کا انتظام کرے اور وقت پر ان کی شادی کر دے۔

▣ اچھا محبِ وطن وہ ہے جو مادرِ وطن کی محبت کو اپنے ایمان کا جزو سمجھے۔

▣ اچھا شہری وہ ہے جو اپنے حکام، افسران، اور اولو الامر کی اطاعت گذاری کرے۔

دوستو! بڑی حِکَم و مصالح ہیں اس تعلیم کے حصول میں اس لئے میں صاف اور واضح طور پر عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ ایک مومن کے ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے نزدیک اولیت اِس علم کو ہو، ترجیح اِس علمِ حقیقی کو ہو، پھر جب وہ طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ۔ "علم کا سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے" کے اصول پر پورا اتر جائے، اس کے بعد جو چاہے جتنے چاہے علوم و فنون حاصل کرے۔ بڑی خوشی ہے۔ لیکن ایک مسلمان اس علم کو جسے حقیقی معنیٰ میں علم کہا جاتا ہے پسِ پشت ڈال دے، اسے بالکل بھلا دے یا اس کی اہمیت و افضلیت کو نہ سمجھے یا اس کی ضرورت نہ جانے۔ افسوس ہے اس عقل پر۔ خدا ہی اس کے ایمان کی حفاظت کرنیوالا ہے۔

علم کیلئے ہمارے اسلاف نے حیرت انگیز قربانیاں دیں

حاضرینِ مجلس یہ علم چونکہ ایک ایمان والے کی زندگی کا جزو ہے، اہم حصہ ہے اور اصل علم ہے۔ اسی لئے تو آج سے چودہ سو سال پہلے ہمارے اسلاف نے اس علم کے لئے قربانیاں

پیش کیں جن کا آج تصور بھی ممکن نہیں۔ اور اس وقت ان علوم کا جنھیں علم گردانا جا رہا ہے چرچا بھی نہ تھا، اس وقت کے عقلمند لوگوں نے اس علم کے حاصل کرنے کے لئے بڑی بڑی صعوبتیں برداشت کیں، اگر جان کی ضرورت پڑی تو جان بھی دی، مال کی ضرورت پڑی تو مال دیا، وقت کی ضرورت پڑی تو عمرِ عزیز اسی کے حصول میں صرف کر دی۔

▣ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حدیث کے لئے ایک مہینہ کا سفر کیا۔

▣ امام ابو حاتم رازیؒ نے اپنی سرگزشت خود بیان کی ہے کہ میں نے علم کی خاطر نو ہزار میل کا سفر طے کیا ہے اور اس کے بعد میں نے شمار کرنا چھوڑ دیا۔

▣ حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں، کہ امام بخاریؒ بعض مرتبہ رات میں اپنے بستر سے بیس بیس دفعہ اٹھتے ہیں۔

▣ امام مالکؒ کو طلبِ علم نے چھت کی لکڑیاں بیچنے پر مجبور کر دیا تھا۔

علم کے حصول پر تیس ہزار روپئے بے دریغ خرچ کر دیئے

تاریخ میں لکھا ہے کہ مدینہ میں فرخ نامی شخص خلیفہ ہارون رشید کا سپہ سالار تھا، خلیفہ ہارون رشید نے لشکر کشی کا حکم کیا تو فرخ تعمیلِ حکم میں نکل کھڑے ہوئے اس وقت بیوی حاملہ تھی، گھر کے اخراجات کے لئے تیس ہزار روپئے عنایت کئے اور کہا کہ آ کر حساب لے لوں گا چنانچہ ایک سال لڑے، ۲۰ سال لڑے، برابر ۲۷ سال تک لڑتے رہے اور ۲۷ سال میں ۲۷ شہر فتح کئے۔ ادھر بیوی سے ربیعہ نامی بچہ پیدا ہوا بیوی نے بڑی محنت کی تو یہ بچہ عالم باعمل بنا، مسندِ حدیث پر فائز ہوا ہزاروں طلباء ان کے درس میں شریک ہونے لگے، بڑے بڑے حکام اور شہزادے

گورنرزادے، امیرزادے ان پر پروانہ وار نثار ہونے لگے، یہ ماجرا فرخ نے بھی دیکھا جو ۲۷ شہر فتح کرکے آیا تھا۔

بیوی نے فرخ کو کھانا کھلایا، دوران طعام فرخ کو دسترخوان لگا ہے، یاد آگیا کہ ۳۰ ہزار اشرفی دیکر گیا تھا ان کا حساب دو، ادھر یہ فرخ سرد آہیں کھینچ رہا تھا کہ یہ مدینہ والے اتنے ناقدرے ہیں کہ میں ۲۷ شہر فتح کرکے آیا ہوں کوئی استقبال کیلئے بھی نہیں نکلا۔

اور ایک کمسن بچہ چھبیس ستائیس سال کا ہے اس کا اس قدر اعزاز ہو رہا ہے شہزادے، گورنرزادے اس کے سامنے اپنی گردنیں جھکائے کھڑے ہیں بڑا ہی عظمت وجلالت کا مالک نظر آتا ہے، بیوی نے موقع غنیمت سمجھا اور دکھتی ہوئی نبض پر ہاتھ رکھا اور کہنے لگی میرے کرم فرما میرے آقا یہ بتائیے وہ تیس ہزار روپئے زیادہ پیارے ہیں یا یہ پیارا ہے کہ ان تیس ہزار کے عوض اس غلام کو خرید لیا جائے جو شان وشوکت اور دبدبہ کا مالک ہے۔ فرخ نے کہا بیوی صاحبہ تمہارا دماغ خراب ہو گیا، عقل ماری گئی۔ خلیفہ ہارون رشید کا خزانہ شاہی نہیں بلکہ روئے زمین پر جتنے شاہی خزانے ہیں سب کو ایک پلڑے میں رکھا جائے اور اس نوجوان غلام کو دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تب بھی اس نوجوان کی قیمت ادا نہیں ہو سکتی۔ شہزادے، امیرزادے سب اس پر نثار اور قربان ہیں " کہاں ہم اور کہاں یہ نکہتِ گل "۔

بیوی نے کہا بندہ نواز آپ نے جو تیس ہزار روپئے دیئے تھے وہ اس کی تعلیم پر صرف ہوئے ہیں اور یہ ربیعہ آپ کا فرزند ارجمند ہے جو آج امام وقت سے پکارا جاتا ہے، یہ سنکر فرخ مارے خوشی کے پھولا نہ سمایا اور جوشِ مسرت میں مور کی طرح رقص کرنے لگا، ناچنے لگا اور بار بار یہ کلمات

دہرانے لگا واللہ ماضیعتہ، واللہ ماضیعتہ، واللہ ماضیعتہ۔

اے ربیعہ کی ماں اگر تو نے ربیعہ کی تعلیم پر تیس ہزار روپئے خرچ کئے تو تو نے ضائع نہیں کئے۔

طالب علم کی فضیلت

محترم حاضرین! یہ ہیں ہمارے اسلاف کی قربانیاں اس علم حقیقی کے حصول اور اس کی قدر وقیمت کے سلسلے میں اور کیوں نہ ہوں اس لئے کہ اس علم کی تعلیم پر اس کے سیکھنے پر جو فضائل وارد ہوئے ہیں انہیں سنکر دل چاہتا ہے کہ پوری زندگی اس علم کے حصول میں لگا دی جائے، تو بھی کم ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علماء انبیاء کے وارث ہیں۔

ارشاد فرمایا جو شخص علم کے لئے کوئی راستہ طے کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو جنت کے راستہ پر چلاتا ہے۔ اور طالب علم کی خوشنودی کے لئے فرشتے اپنے بازو بچھا دیتے ہیں۔

علماء کے لئے پانی کی مچھلیاں بھی دعا و استغفار کرتی ہیں۔

مچھلیاں پانی میں ذرے خاک میں برگ وشجر
نیک عالم کو دعا دیتی ہیں ہر شام وسحر

اور ایک عالم کی فضیلت عابد پر ایسی ہے جیسے چودھویں رات کے چاند کو ستاروں پر۔ بے شمار فضائل ہیں جن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ اور پھر ان کی وضاحت کے لئے بھی ایک طویل وقت درکار ہے۔

بہرحال میں یہ کہہ کر اپنی بات ختم کرتا ہوں، کہ قرآن حکیم میں بھی اللہ پاک نے اس علم کی زیادتی کے لئے دعا مانگنے کا حکم فرمایا:

زیادتی علم کیلئے دعا

وَقُل رَّبِّ زِدْنِي عِلْمًا ۝ ترجمہ " آپ کہئے اے

میرے رب میرے علم کو زیادہ کردے"۔
اور حدیث پاک میں ارشاد ہے کہ یہ دعا مانگا کرو:
اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ عِلْمًا نَافِعًا ترجمہ "اے اللہ میں تجھ سے علم نافع کا سوال کرتا ہوں"۔

میرے بزرگو اور دوستو! میں سمجھتا ہوں کہ میں نے اس موضوع کو کہ "علم کسے کہتے ہیں" اپنے علم کے مطابق خوب واضح کردیا ہے۔ اور آج کے اس تعلیمی اجلاس سے یہ امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ ہم امت میں، ملت میں دینی و اسلامی علم کے رواج کو ترجیح دیں گے۔ اور لوگوں کو یہ بتائیں گے کہ وہ علم دین حاصل کئے بغیر اپنے مقصد کو نہیں پا سکتے۔

پگھلنا علم کی خاطر مثال شمع زیبا ہے
بغیر اس کے نہیں پہچان سکتے ہم خدا کیا ہے

اللہ سے دعا ہے کہ باری تعالیٰ ہمیں علم عطا فرمائے اور پھر رفع درجات نصیب فرمائے۔ آمین۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغُ

اولاد کے حقوق

مخاطبات خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور
خلیفہ اجل
فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی
مرتبہ
محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

Scanned by CamScanner

بچوں کی تربیت سے غفلت سنگین گناہ

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "آدمی کے گنہگار ہونے کے لئے یہ بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دیتا ہے جن کو وہ کھلاتا پلاتا ہے۔"
(ریاض الصالحین ص ۱۱۷)

آدمی جن لوگوں کا کفیل ہے ان کی کفالت سے غفلت برتنا ان کو ضائع کر دینا ہے اور یہ ایسا سنگین جرم ہے کہ تنہا یہی جرم اس کو اللہ تعالیٰ کا نافرمان اور گنہگار قرار دینے کے لئے کافی ہے۔

مرتب

اولاد کے حقوق

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ۔ اَمَّا بَعْدُ!
اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝
یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَاَهْلِیْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۝ صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِیْمُ ۝ وَصَدَقَ رَسُوْلُهُ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ ۝ وَنَحْنُ عَلٰی ذٰلِكَ مِنَ الشّٰهِدِیْنَ ۝

معزز مہمانان کرام، حاضرین جلسہ اور عزیز ساتھیو! کافی دیر سے ذہن کے نہاں خانوں میں یہ بات گردش کررہی ہے کہ آج اتنے بڑے اجتماع میں کس طرح اور کیا عرض کروں؟ خصوصی طور پر ایسے وقت میں جہاں اپنے زمانہ کے بے مثال خطیب اور شعلہ بیان مقررین موجود ہوں، علماء اور صلحاء کا مجمع ہو اور جہاں آپ جیسے دانشوران قوم، ذہین و فہیم سامعین ہوں۔ وہاں کوئی اچھوتی اور نئی بات کیا کہی جاسکتی ہے؟ اس لئے بہتر معلوم ہوتا ہے کہ میں ایک سوال آپ کے سامنے چھوڑ دوں جس پر آپ اور ہم سب مل کر غور کریں اور اس سوال کو نام دیا جاسکتا ہے "اولاد کے حقوق"!

اس موضوع پر بیان کرنے کی وجوہات

اس سوال کو قرآن و حدیث کی روشنی میں پیش کرنے کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ شب و روز ہمارے سامنے مسلسل اس طرح کے مسائل پیش ہورہے ہیں۔ بعض بچے شکایت کرتے ہیں کہ ہم پڑھنا لکھنا چاہتے ہیں، اور اعلیٰ درجوں تک تعلیم حاصل کرنا چاہتے ہیں، لیکن ہمارے والدین ہمیں منع کرتے ہیں، کوئی ہنر سیکھ لینے کی ترغیب دیتے ہیں ان کا مسلسل اصرار بڑھ رہا ہے۔ حالانکہ ہمارے گھریلو اور معاشی حالات الحمد للہ بہت بہتر ہیں، ایسا بھی نہیں کہ کوئی مجبوری درپیش ہو۔

اسی طرح بعض بچوں کی شکایت ہے کہ وہ والدین کو نکاح کا اشارہ کرتے ہیں تو وہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ ابھی کوئی عمر نہیں نکلی۔ یا پہلے الگ سے بڑھیا پختہ مکان بن جانے دو، یا تمہاری چھوٹی بہن بڑی ہو جائے تو اس کا اور تمہارا رشتہ ایک ساتھ کردیں گے۔ اسی طرح کی اور بھی وجوہات ہیں مثلاً ہم مسلم محلوں اور بازاروں میں دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے وہ چھوٹے چھوٹے بچے جنھیں کسی

مکتب، مدرسہ یا جامعہ کی زینت بننا چاہئے تھا وہ آج ہوٹلوں اور سینما گھروں کو آباد کررہے ہیں۔ آپ اگر کسی اجنبی شہر میں مسلمان محلوں کو معلوم کرنا چاہیں تو خود اندازہ کرلیں کہ جہاں بھی کسی گلی کے کونوں، چوراہوں یا پان فروشوں کی دوکان کے پاس نوجوانوں کو سگریٹ نوشی کے ساتھ گالیوں میں گفتگو کرتا ہوا پائیں، اور بوڑھوں کو ہوٹلوں اور چائے خانوں میں اخباری حالات پر بحث و مباحثہ کرتے ہوئے دیکھیں، چھوٹے چھوٹے بچوں کو گلی کوچوں میں ننگا پھرتا ہوا اور مٹی کیچڑ میں کھیلتا ہوا دیکھیں، گھروں کے اطراف میں کچرا اور غلاظت کے ڈھیر لگے ہوں عورتوں کو میلی کچیلی حالت اور بکھرے ہوئے بالوں میں دروازوں اور چبوتروں پر بیٹھے یا کھڑے ہوئے اور باتیں کرتا ہوا دیکھیں، گھروں سے ٹی، وی اور موسیقی کی آوازیں آرہی ہوں تو بغیر کسی سے پوچھے سمجھ لیجئے کہ یہ مسلم آبادی ہے۔

میرے دوستو! اس طرح کی اور بھی بہت سی وجوہات و عوامل ہیں جنھوں نے دل میں یہ فکر پیدا کی کہ آخر اس مسئلہ کا حل کیا ہو؟ میں نے دیکھا کہ تمام کتابیں "والدین کے حقوق کے موضوع پر بھری پڑی ہیں، ہمارے مقررین و واعظین اور خطباء حضرات کا تمام زور اسی موضوع پر صرف ہورہا ہے، بیشک یہ موضوع درست اور حق ہے، قرآن و احادیث میں بھی والدین کے حقوق بہت تفصیل سے درج ہیں۔

اولاد کے حقوق ادا کرنے کے بعد اپنے حقوق کا مطالبہ درست ہے

لیکن میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا کبھی اس بات پر غور نہیں کیا جاسکتا؟ کہ آخر اس موضوع کو بار بار بیان کرنے کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ اولاد نافرمان ہورہی ہے، اولاد والدین کے ساتھ مقابلہ آرائی کررہی ہے۔

نہ والد کا حق ادا کرتی ہے نہ والدہ کا خیال کرتی ہے، نہ انہیں اللہ کے عذاب کا کوئی ڈر محسوس ہو رہا ہے، والدین کی نافرمانی انہیں جہنم میں ڈال دیگی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اولاد بالکل بے حسی کی زندگی گذار رہی ہے۔ اسی لئے میں صاف طور پر یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ اس میں سراسر والدین کی غلطی اور خامی ہے۔ انہوں نے اولاد کے حقوق ادا کرنے میں چشم پوشی کی تو آج اولاد ان کے حقوق سے گریز کر رہی ہے۔ اب بتائیے کہ اس میں کیا حرج ہے؟ اگر والدین اپنے حقوق ادا کریں تو کوئی وجہ نہیں، کہ اولاد ان کے بھی حقوق ادا نہ کرے۔ کتنے لوگ ہیں جنھیں اپنے حقوق کا تو علم ہے مگر اولاد کے حقوق کے نام پر وہ زیرو نہیں جانتے۔ اپنے حقوق کا مطالبہ تو وہ اتنا جم کر کرتے ہیں کہ جیسے انہوں نے اولاد کے تمام حقوق ادا کر دیئے ہوں۔ حالانکہ ہزاروں میں چند ہوں گے جو اولاد کے حقوق کما حقہٗ ادا کرتے ہیں۔

اب جنھوں نے اولاد کے حقوق خود ہی ادا نہیں کئے انہیں حقوق کا مطالبہ کرنا بھی درست نہیں۔ ایسے والدین کو سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں پیش آنے والا واقعہ ذہن نشین رکھنا چاہیئے۔

والدین کیلئے ایک عبرت انگیز واقعہ

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی عدالت میں

ایک باپ نے اپنے بیٹے کے خلاف مقدمہ دائر کیا۔ کہ میرا بیٹا میرا حق ادا نہیں کرتا وہ مجھے نظر انداز کر رہا ہے۔ امیر المؤمنین نے اس کے بیٹے کو بلایا، بیٹا آیا تو اس نے کہا کہ اے امیر المؤمنین کیا اولاد کا والد پر کوئی حق نہیں ہوتا؟ کیا باپ ہی کا سارا حق اولاد پر ہے؟ یا اولاد بھی کچھ حق والد پر رکھتی ہے؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہاں کیوں نہیں اولاد کا بھی باپ کے ذمہ

حق ہے۔ لڑکے نے کہا اے امیر المؤمنین وہ حق کیا ہے آپ ان کو بتلا دیں، امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا کہ باپ کے ذمہ اولاد کا ایک حق یہ ہے کہ وہ نکاح کرتے وقت اولاد کے لئے اچھی ماں کا انتخاب کرے، اسی طرح اس کا اچھا سا نام رکھے، اس کے بعد اسے قرآن کریم کی تعلیم دے یعنی اسے تعلیم سے آراستہ کرے۔ لڑکے نے کہا امیر المؤمنین میرے والد نے تو ان میں سے میرا کوئی بھی حق ادا نہیں کیا۔ اس لئے کہ میری والدہ مسلمان نہیں مجوسی ہے اسی طرح میرا نام جُعَل رکھا، یعنی سیاہ فام، بدصورت۔ اور انہوں نے مجھے قرآن کریم کی کچھ بھی تعلیم نہیں دی میں بالکل جاہل ہوں۔ اسلام کے ضابطوں کو نہیں جانتا۔

یہ سنکر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باپ کی طرف متوجہ ہوئے اور یہ کہہ کر مقدمہ اپنی عدالت سے خارج کر دیا، کہ جب تم نے خود اپنا حق ادا نہیں کیا تو تمہیں بھی اپنا حق مانگنے کا اختیار نہیں۔ پہلے تم اپنے ظلم کی تلافی کرو، پھر لڑکے کے ظلم کی فریاد کرنا۔ تم نے خود اس سے زیادہ اس کی حق تلفی کی ہے۔

اس واقعۂ عبرت کو سامنے رکھ کر والدین کو اپنا جائزہ لینا چاہئے، کہ کہیں وہ بھی اپنی اولاد کا حق ادا کئے بغیر ان سے اپنا حق یک طرفہ طور پر تو نہیں مانگ رہے ہیں۔

پہلے آپ اپنی ذمہ داری پوری کریں

اس لئے میرے دوستو اور قابل احترام بزرگو

یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اولاد آپ کی تمناؤں اور آرزوؤں پر اسی وقت پورا اتر سکتی ہے جب آپ نے بھی ان کے حقوق ادا کئے ہوں۔ وہ اولاد آپ کے حقوق کا احساس کیسے کر سکتی ہے جس کو آپ نے حقوق کا احساس دلایا

ہی نہیں؟ وہ اولاد ماں باپ کی خدمت واحترام کی بات کیسے سوچ سکتی ہے، جسکو کبھی بتایا ہی نہیں گیا کہ ماں کی خدمت اوران کا ادب واحترام اولاد کا فرض ہے۔ جب آپ ہی نے ان کے جذبات واحساسات کا خیال نہیں رکھا ہے، تو وہ آپ کے جذبات واحساسات کا خیال رکھنا کیسے سیکھیں گے؟ اور کہاں سے سیکھیں گے؟ اس لئے آپ خود پہلے انکے حقوق ادا کیجئے پھر وہ ضرور آپ کے حقوق ادا کریں گے۔

قرآن حکیم میں باری تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۔

ترجمہ: اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل وعیال کو دوزخ کی آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

اور محبوب رب العالمین، سرکار دوجہاں محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس سلسلہ میں مسلمانوں کو حقوق کا احساس دلایا ہے چنانچہ ایک حدیث کا مفہوم ہے "کہ تم میں سے ہر شخص چرواہا اور نگراں ہے ہر ایک کو اپنے اپنے متعلقین کے بارے میں جواب دینا پڑیگا۔ بادشاہ کو اپنی رعایا کے بارے میں، سردار کو اپنے قبیلے والوں کے بارے میں، شوہر کو اپنی بیوی بچوں کے بارے میں۔"

قرآن وحدیث کے یہ واضح بیانات تمام مسلمانوں کو اولاد کے حقوق کی ادائیگی کا حکم دے رہے ہیں اور فکر دلا رہے ہیں کہ قیامت کے دن تم سے اس سلسلہ میں زبردست پوچھ تاچھ ہوگی۔ اس لئے ابھی اولاد کی فکر کرو۔

اولاد کے حقوق کی اہمیت سمجھئے

عام طور پر آج یہ حالات دیکھنے کو مل رہے ہیں کہ ماں باپ اولاد کے حقوق کا کوئی مسئلہ ہی نہیں سمجھتے اس کی کوئی اہمیت ہی نہیں،

اس کو کبھی زبان پر لانا بھی پسند نہیں کرتے۔ یہی وجہ ہے کہ اس سلسلہ میں اس قدر غفلت، کوتاہی، سستی اور لاپرواہی برتی گئی کہ آج ایسا سمجھا جاتا ہے کہ اولاد کے حقوق ہی نہیں ہوتے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ماں باپ کو کبھی یہ خیال بھی نہیں آتا کہ انھوں نے اولاد کے حقوق ادا نہ کرکے اولاد کا، خاندان کا، نسلوں کا، ماحول اور معاشرے کا، ملک اور دین کا کتنا بڑا نقصان کیا ہے۔

اولاد کی تربیت نہ کرنے کا نتیجہ

میرے بزرگو اور دوستو! یاد رکھو اگر اولاد کی اسلامی تعلیمات کی روشنی میں تربیت نہیں کی گئی، اور انھیں دین وادب نہیں سکھایا گیا، باوجود اس کے انہوں نے کالجوں کی ڈگریاں بہت حاصل کی ہیں۔ پھر بھی وہ ماں باپ کے ساتھ بحث وتکرار، ڈانٹ ڈپٹ، جھگڑا اور غیبت کرتے ہوئے حق تلفی کرنا شروع کر دیتی ہے۔ چنانچہ دور حاضر کا تجربہ شاہد ہے کہ اکثر نوجوان اولاد ماں باپ سے جھگڑا کرکے اپنی الگ زندگی بسر کر رہی ہے۔ ماں باپ کو دیکھئے تو آپ کو بڑی تعداد ایسی مل جائیگی جو اپنی اولاد کی نافرمانیوں کی شکایت دوسروں کے سامنے کرتے ہوئے غیبت میں مبتلا ہو کر بد دعائیں دیتی رہتی ہے۔ مثلاً ہماری اولاد نافرمان ہے، ہمارا ادب نہیں کرتی، ہماری خدمت نہیں کرتی، ہمارے مقابلہ میں بیوی کی بات سنتی ہے، ہمارے ساتھ بے عزتی کا سلوک کرتی ہے حالانکہ سچائی یہ ہے کہ ان کی اولاد میں یہ ساری نافرمانیاں اور جذبۂ بغاوت خود انہی کی حق تلفی کا نتیجہ ہے۔ اگر ماں باپ نے اپنا اسلامی حق ادا کیا ہوتا۔ بچپن سے ہی اپنی اولاد کی اسلامی انداز پر تربیت کی ہوتی تو آج ان کی اولاد ان کا مقام پہچانتی، ان کا ادب واحترام کرتی، ان کی خدمت کرنے کو عبادت سمجھتی۔ اگر والدین بے تربیت یافتہ، بے دین، جنگلی قسم کی اولاد سے حق مانگیں گے

تو وہ حق کہاں سے ادا کریں گے؟ ان کو نہ تو اللہ کی ذات سے صحیح واقف کرایا گیا نہ ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے ساتھ زندگی گذارنا بتلایا گیا، نہ ہی ماں باپ کے ساتھ زندگی گذارنے کے اصول وآداب سکھلائے گئے۔ جب ان کو جنگلی جانوروں کی طرح کھلا پلا کر، خواہشات کا غلام بنا کر پالا گیا ہو تو ان میں ایک خوش اخلاق انسان اور کامل امتی کے حسین اوصاف کہاں سے آئیں گے ان کی پرورش اور تربیت تو بالکل باغیانہ ماحول میں کفار اور مشرک انسانوں کے بچوں کی طرح صرف دنیوی تعلیم، کھیل کود، تماشہ، ٹی وی، ریڈیو، فلمیں ناچ گانے، فضول خرچیوں اور گالی گلوچ کی آوارہ فضا میں کی گئی ہے۔ تو سوچئے کہ بڑے ہو کر وہ کیا خاک اپنے ماں باپ کا حق ادا کریں گے؟ کیسی نمازیں، کیسے روزے اور کیسا حج کریں گے؟ کیا انہیں قبر کی، حشر کی اور آخرت کی فکر کسی درجہ میں ہوگی؟ کیا وہ بھی آگے اپنی اولاد کے حقوق ادا کریں گے؟ کیا وہ بھی ایک صحیح والدین کا کردار ادا کرسکیں گے؟

حق تلفی کا احساس نہ ہونے کی وجہ سے

میرے دوستو غور کرو یہ کیا ہو رہا ہے؟ آخر امت کہاں جارہی ہے؟ اگر یہی حالات رہے تو کیا ہوگا اس امت کا؟ اسی لئے اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا

ترجمہ: (اے لوگو) اللہ سے ڈرو جس کا واسطہ دیکر تم ایک دوسرے سے اپنے حقوق کا مطالبہ کرتے ہو اور رشتہ داریوں کا لحاظ رکھو۔ کیونکہ اللہ تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔

بڑا افسوس ہوتا ہے یہ سوچ کر کہ آج اکثر مسلمانوں کو ماں باپ کا مقام اور مرتبہ تو خوب معلوم ہے۔ مگر اولاد کی تباہی، بربادی اور حق تلفی کا احساس ہی نہیں، نہ ہی اس سلسلہ میں انہیں اللہ کے سامنے پکڑ کا خیال ہے۔ بس وہ تو اولاد کی نافرمانیوں پر یکطرفہ طور سے اولاد کو مجرم اور دوزخی سمجھتے ہیں۔ اور خود کو مظلوم سمجھ کر جنتی تصور کرتے ہیں، ان کی جہالت، بددینی، بدعملی، غفلت اور کوتاہی کا ذمہ دار خود کو نہیں گردانتے۔

اولاد کی تربیت پر ہی بھلائی کا انحصار ہے

حضرات گرامی میں آج کی اس مبارک مجلس میں والدین محترمین کی خدمت میں یہ احساس پیش کرنا چاہتا ہوں کہ اللہ کے لئے آپ ذرا غور فرمائیں اور اولاد کے حقوق کو کوئی عام مسئلہ سمجھ کر نظر انداز نہ فرمائیں۔ بلکہ یہ اتنا نازک اور اہم مسئلہ ہے کہ اولاد کے حقوق سے لاپرواہی برتنے کا مطلب یہ ہے کہ اس سے نہ صرف آپ اپنی اولاد کو بلکہ ایک طرف پورے خاندان، پورے معاشرے، پورے ملک، پوری قوم اور ان سے چلنے والی نسلوں کو حق تلفی، ڈاکہ زنی اور ظلم و بربریت کے غار میں ڈھکیل رہے ہیں، دوسری طرف اولاد کی تربیت نہ کر کے اسلام کو مٹانے کا ذریعہ اور سبب بن رہے ہیں۔ حالانکہ معاشرے کی اصلاح کا پہلا قدم اولاد کی تربیت پر ہے، ملک میں امن وسکون پیدا کرنے کا پہلا قدم اولاد کی تربیت پر ہے۔ کسی قوم کی نیکنامی کا انحصار بھی اولاد کی تربیت پر ہے، نسلوں کی حفاظت بھی اولاد کی تربیت پر ہے، شریعت کی حفاظت بھی اولاد کی تربیت پر ہے۔ اللہ پاک ہمیں اس مسئلہ پر سچا احساس نصیب فرمادے۔

مرنے کے فوراً بعد جنت یا دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کیا جاتا

میرے دوستو!

دل چاہتا ہے کہ اولاد کے حقوق کے مسئلہ پر مزید احساس بیدار کرنے کیلئے یہ بات بھی عرض کرتا چلوں اور واضح کرتا چلوں کہ کیا آپ جانتے ہیں ؟ کہ انسان کے مرنے کے فوراً بعد ہی جنت یا دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا ؟ جب انسان کی موت ہو گئی تو اب عمل کا دروازہ بند ہو گیا، جب عمل وجود میں نہیں آ سکتا، تو اب انسان کے اعمال ناموں کو جانچ کر جنت یا دوزخ کا فیصلہ کر دیا جاتا، مگر ایسا نہیں ہوتا بلکہ اسے عالم برزخ میں علیین اور سجیین میں رکھا جاتا ہے۔ اور اللہ پاک قیامت تک کے لئے اپنے فیصلے کو روکے رکھتے ہیں۔ کبھی آپ نے سوچا ہے کہ اس کی وجہ کیا ہے ؟ دراصل بات یہ ہے کہ عمل دو قسم کے ہوتے ہیں، نیک عمل اور برا عمل۔ اسی طرح انسان بھی دو طرح کا عمل کرتا ہے، ایک وہ عمل جو کرتے ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کو کر لینے کے بعد انسان ثواب یا عذاب کا مستحق ہو جاتا ہے۔ دوسرے وہ عمل جو وجود میں آتے ہی ختم نہیں ہو جاتا بلکہ اس کا عمل مسلسل جاری و ساری رہتا ہے اور اس عمل کی وجہ سے اس عمل کا کرنے والا زیادہ سے زیادہ ثواب یا عذاب کا مستحق ہوتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً کسی انسان نے مسجد بنوائی، شرک بنوائی، علم دین سیکھا یا سکھایا، یا نیک صالح اور دیندار اولاد چھوڑ گیا، یا دنیا میں گناہ کے کام پھیلا دیے، شرک و بت پرستی کو عام کیا، قتل و غارت گری کا لوگوں کو طریقہ سکھلایا اور اس راستے پر چل کر لوگوں کی ایک بڑی تعداد نسل در نسل ان کاموں کو کرتی رہی تو اسے بعد والوں کے عمل کا ثواب یا گناہ بھی ملتا رہے گا۔ مثلاً قابیل نے قتل کیا تو اب قیامت تک جتنے بھی قتل ہوں گے ان کے گناہ قابیل کے نامۂ اعمال میں لکھے جاتے رہیں گے اور قابیل بھی ان کا ذمہ دار رہے گا۔ غرض یہ ہے کہ کچھ ایسے کام کئے جس سے نیکی یا گناہ برابر جاری رہے تو بہر حال انسان کے نامۂ اعمال میں اس کے

نتائج لکھے جاتے رہیں گے۔ انسان مر بھی جائے تب بھی اس کے اعمال نامہ میں نیکیاں یا گناہ بڑھتے ہی رہیں گے اور وہ اس کے پورے پورے بدلے کا مستحق ہوتا رہے گا۔ اب یہ بات ظاہر ہو گئی کہ مرنے کے فوراً بعد ہی جنت یا دوزخ کا فیصلہ کیوں نہیں کر دیا جاتا ؟ چونکہ اگر اس طرح فیصلہ ہوتا تو وہ نامکمل اور ناقص ہوتا، انسان کو اس کے کئے دھرے کا پورا پورا بدلہ نہ ملا ہوتا، یعنی وہ اعمال جو اس نے نہیں کئے بلکہ ان کے کرنے کا سبب بن گیا، تو ان کا بدلہ کیسے ملتا؟ اس تفصیل کو ذہن میں رکھ کر ہر مسلمان ماں باپ کو ٹھنڈے دل سے یہ سوچنا چاہئے کہ وہ اولاد کیلئے خیر پھیلا رہے ہیں یا شر ؟ وہ اولاد کے ذریعہ اپنی زندگی میں نیکی، تقویٰ اور دین کو مضبوط کرنے والے پودے لگا رہے ہیں، یا برائی کو پھیلانے والے بے دینی، گمراہی اور دھریت کے پودے لگا کر اس دنیا سے جا رہے ہیں۔ اگر انھوں نے اپنی اولاد کو اللہ کا باغی اور رسول کا نافرمان بنا کر چھوڑا ہے تو ان سے اسی قسم کے اثرات پیدا ہوں گے۔ اور نسل در نسل ماں باپ بھی گناہوں کے ذمہ دار ہوں گے اور ان کے نامۂ اعمال میں ان تمام نسلوں کا گناہ بھی لکھا جاتا رہیگا۔

اولاد ذریعۂ نجات ہو گی یا وسیلۂ عذاب ؟

چنانچہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کسی نفس کو ظلماً قتل نہیں کیا جاتا مگر اس کا گناہ حضرت آدم کے بیٹے کو ہوتا ہے۔ کیونکہ اس نے قتل کی بنیاد ڈالی ہے۔ (مشکوٰۃ)

ایک دوسری حدیث میں حضرت جریر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ”جو شخص اسلام میں کوئی بہتر طریقہ ایجاد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو اس کا بھی اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا بھی ثواب

Scanned by CamScanner

عطا فرمائیگا اور ان کے ثواب میں سے کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔ اور جو شخص اسلام میں کوئی برا طریقہ ایجاد کریگا تو اس کو اس کا بھی اور بعد میں عمل کرنے والوں کا بھی گناہ ہوگا۔ اور ان کے گناہوں میں سے کوئی کمی نہیں کی جائیگی۔" (مشکوٰۃ کتاب العلم)

اس لئے دوستو اس طرف اپنی توجہ مبذول کرو، کیونکہ اولاد ایک ایسی نعمت ہے اگر اس کی صحیح اسلامی تربیت دپرورش کی گئی اور اس کے حقوق و فرائض پوری طرح ادا کئے گئے تو یہی ذریعۂ ثواب بن جائیگی اور اگر اس کے حقوق و فرائض سے غفلت ولاپرواہی برتی گئی تو یہی اولاد وسیلۂ عذاب بن جائے گی۔

اولاد بھی صدقہ جاریہ ہے

حضرت امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ مرنے کے بعد مؤمن کو جو چیزیں اس کی نیکیوں میں سے پہنچتی ہیں ان میں سے ایک وہ علم ہے جس کو اس نے پھیلایا ہو یا نیک و صالح اولاد چھوڑی ہو، یا مسجد تعمیر کرائی ہو، یا مسافر خانہ بنوایا ہو، یا نہر جاری کرگیا ہو (مشکوٰۃ)

ایک دوسری جگہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص کے درجات بلند کر دیئے جائیں گے۔ وہ عرض کرے گا کہ اے رب مجھے یہ ترقی کیوں ملی؟ اللہ پاک فرمائیں گے، تمہارے بعد تمہاری اولاد کی طرف سے مغفرت کی دعا کرنے کی وجہ سے۔ (احمد ابن ماجہ بیہقی)

تربیت کا مطلب

دوستو! عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ والد ہونے کا حق ادا فرمائیں، انہیں تربیت کے سانچے میں ڈھالیں کیونکہ یہ آپ پر حق ہے۔ لیکن ساتھ ہی یہ بات بھی بطور وضاحت عرض کردوں کہ پرورش کرنے کا پالنے کا اور تربیت کرنے کا صحیح مفہوم کیا ہے۔ بچہ کو صرف پیٹ بھر کر کھانا کھلا دینا، دودھ پلا دینا یا عمدہ لباس پہنا دینا یا

انگریزی اور دوسری باتیں سکھلا دینا کافی نہیں ہے، بلکہ تربیت اس سے اعلیٰ اور اونچی چیز ہے جس کے ذریعہ سے سمجھ آتا ہے کہ مومن چاہی زندگی گذارنے کے بجائے رب چاہی زندگی گذارتا ہے اور دنیا کو آخرت کی کھیتی خیال کر دنیا سے کم اور آخرت سے زیادہ محبت کرتا ہے۔ اور دنیا کے ذریعہ زیادہ سے زیادہ آخرت کا توشہ اختیار کرتا ہے۔

اولاد کے جسم و روح کے دونوں تقاضوں کو پورا کیا جائے

اس تربیت کے لئے والدین کو اپنی اولاد کے جسم اور روح دونوں تقاضوں کو پورا کرنا چاہئے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کر دینے سے یہ تربیت حاصل نہیں ہوتی کیونکہ انسانوں کے رب نے بھی جسم و جان کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے ان کی علیحدہ علیحدہ غذا رکھی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جسمانی تقاضوں کو پورا کرنے کے لئے زمین سے مختلف چیزیں نکال کر جسم کی تربیت کا سامان مہیا فرمایا ہے۔ اور آسمان سے وحیٔ الٰہی کو نازل فرما کر انسان کی انفرادی اور اجتماعی تربیت کا انتظام فرمایا ہے تاکہ انسان کا جسم اور روح دونوں زندہ رہیں اور تربیت پائیں۔

مسلم اور غیر مسلم والدین میں فرق

اب اگر ہمارے مسلمان والدین اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کرتے ہیں تو اس سے ان کا جسم تو زندہ رہے گا، لیکن روح مردہ ہو جائیگی۔ اور وہ چلتی پھرتی مردہ لاشوں کی طرح رہیں گے۔ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس میں مسلمان والدین کی تربیت اور غیر مسلم ماں باپ کی تربیت میں کوئی فرق باقی نہیں رہے گا کیونکہ غیر مسلم والدین بھی اپنی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کرکے تربیت کے پورا ہونے کا احساس رکھتے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج کے دور میں مسلم والدین کو بھی اولاد کے صرف جسمانی تقاضوں کو پورا کر دینے کا نام ہی تربیت کا تصور ہے۔ جس کی وجہ سے اکثر مسلمان والدین کی اولاد کا جسم زندہ اور روح مردہ بن چکی ہے۔ اور اب وہ زندگی تقریباً سب شعبوں میں اللہ کے حکموں کے خلاف اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک طریقے سے بغاوت کرکے گھاٹے اور خسارے کی زندگی گذار رہی ہے۔ اور اکثر ماں باپ اللہ کی اس تاکید کو بھولے ہوئے ہیں۔

يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا قُوْا أَنْفُسَكُمْ وَأَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ؕ

ترجمہ: اے ایمان والو اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو دوزخ کی آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے۔

جن ماں باپ کو اللہ کی یہ تاکید یاد رہتی ہے وہ اس کو اپنے لئے اللہ کا حکم سمجھتے ہیں اور اپنی اولاد کو خدا کی امانت اور اپنی آزمائش کا ذریعہ جانتے ہیں۔ وہ اولاد کی تربیت و پرورش کرنے میں جسمانی و روحانی دونوں تقاضوں کو اسلامی نقطۂ نظر سے پورا کرتے ہوئے اپنے اس فریضہ سے غفلت نہیں برتتے۔ یہی اولاد کی پرورش پالنے اور تربیت کرنے کا صحیح مطلب ہے۔ اللہ پاک ہم کو صحیح سمجھ نصیب فرمائے۔

اولاد کے حقوق کے چند مراحل

میرے دوستو اتنی طویل گفتگو کرنے کے بعد اب ضروری ہو گیا ہے کہ اولاد کے چند مراحل پر مختصر سی روشنی ڈال دوں۔ ورنہ آپ یہ سوچیں گے کہ آخر وہ کون سے حقوق ہیں! جن کا ہمیں خیال رکھنا چاہئے۔ اور جن میں اللہ اور اس کے رسول کے احکامات و ہدایات کا پابند رہنا ضروری ہے۔ اور جن پر

ہماری اور ہماری نسلوں کی حفاظت اور فلاح و کامرانی کا مدار ہے؟

اولاد کے حقوق کا پہلا مرحلہ

میرے بزرگو اس میں سب سے پہلا مرحلہ اس وقت آتا ہے جب آدمی نکاح کرنا چاہے۔ بس سمجھ لو کہ اولاد کے حقوق کی بنیاد یہیں سے شروع ہو گئی۔ اگر وہ یہ چاہتا ہے کہ اسے نیک، صالح، دیندار اور فرمانبردار اولاد حاصل ہو جائے تو پھر اسے نیک، صالح اور دیندار عورت کا انتخاب کرنا چاہئے۔

بخاری شریف کی ایک حدیث کا مفہوم ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "عام طور پر لوگ عورتوں سے چار بنیادوں پر نکاح کرتے ہیں۔ یا تو حسب و نسب کی وجہ سے یا خوبصورتی کی وجہ سے یا مالداری کی بنا پر، یا پھر دینداری کی بنیاد پر۔ پس تم پہلی تین بنیادوں سے ہٹ کر دینداری کی بنیاد پر نکاح کیا کرو۔"

ایک روایت میں ہے کہ گوری، خوبصورت، دنیادار عورت کے مقابلہ میں کالی موٹے ہونٹ والی، حبشی عورت دیندار ہو تو اسی کو ترجیح دو۔ اس طرح اور بھی بہت سی احادیث مسلم، ابن ماجہ اور طبرانی میں منقول ہیں، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے نکاح کے بارے میں دیندار عورت کے انتخاب پر زور دیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ان کے ایک صاحبزادے نے سوال کیا کہ بچہ کا باپ پر کیا حق ہے؟ تو آپ نے فرمایا: اس کی ماں (بچہ کی ماں) کے بارے میں سوچ سمجھ سے کام لے۔

بہت کم لوگ ہیں جو دینداری کو ترجیح دیتے ہیں۔

لیکن آج مسلم والدین کا ماحول اس کے بالکل برعکس ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

کی تعلیمات کے بالکل خلاف لڑکی کو پسند کرنے کا معیار خوبصورتی، دولت اور خاندان ہی کو بنالیا ہے۔ دنیادار تو دنیادار دیندار لوگ بھی دینداری کا دعویٰ کرتے ہوئے تقویٰ و پرہیزگاری کو چھوڑ کر خوبصورتی کی بنیاد پر دنیادار خوبصورت لڑکی ہی کو پسند کرتے ہیں۔ اور موجودہ زمانے میں اکثر شادیاں خوبصورتی، دولت اور فیشن کی بنیاد پر بے نمازی، دنیادار، بے حیا، بے شرم اور دین سے ناواقف لڑکیوں سے ہی کی جارہی ہیں۔ اور بہت کم لوگ ہیں جو دینداری کو ترجیح دیتے ہیں۔

صحیح ماں کی تربیت کے اثرات

جو ماں خود ایمان سے ناواقف ہو، نماز کی پابند نہ ہو، اسلامی تہذیب کے مقابلہ میں مغربی تہذیب کو پسند کرتی ہو، جس کے لباس اور رہنے سہنے میں بے شرمی اور بے حیائی ہو اور جو دین سے بالکل بیزار ہو وہ ماں اپنی اولاد کو کیسے دین پر چلائے گی۔ جب وہ خود اللہ کی نافرمان اور باغی ہو تو اولاد کو بھی باغی اور نافرمان ہی بنائے گی۔ جس طرح بنجر اور پتھریلی زمین پر بیج اور پودا پھل پھول نہیں سکتا، اسی طرح دنیادار اور بے دین عورت جو مومن کے لئے زمین کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس کی گود میں ایمانی حرارت والا صحیح فطرت کا پودا پھل پھول نہیں سکتا۔

تاریخ اس بات پر گواہ ہے کہ دنیا کے بڑے بڑے انسانوں کے پیچھے ان کی ماؤں ہی کا ہاتھ رہا ہے۔ اور اسلامی تاریخ کے بہت سے نمونے بھی اس کا واضح اور بین ثبوت ہیں، مثلاً امام بخاریؒ کے پیچھے ان کی زبردست تربیت میں ماں کا بہت بڑا ہاتھ ہے۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے کردار کو بنانے میں ماں کا بہت بڑا دخل ہے، اسی طرح حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی بنیادی تعلیم میں ماں ہی کا بہت بڑا اثر ہے۔

دیندار عورت کیلئے دیندار مرد ہی کا انتخاب ہونا چاہیئے

حضرات سامعین میرے اس بیان کا مطلب یہ ہرگز نہ سمجھ لینا چاہئے کہ صرف مرد کے لئے نیک صالح عورت کی ضرورت ہے مرد کیسا ہی ہو۔ یہ بات تو بالکل انصاف کے خلاف ہوگی۔ عورت مرد کے لئے زمین کی مثال رکھتی ہے۔ جیسے زمین جتنی زیادہ زرخیز اور نرم ہوگی پودا اس پر اتنا ہی پھلتا پھولتا ہے۔ مگر اس سے بھی آگے بڑھ کر مرد کی مثال اس کسان کی طرح ہے جو ہر طرح سے زمین اور پودے کی دیکھ بھال کرتا ہے اور ہر ضرورت کو پورا کرتا ہے۔ اگر انسان کھیتی نہ کرے اور زمین پر ہل نہ جوتے اور وقت پر پانی اور کھاد اور بیج نہ ڈالے، یعنی زمین کو زرخیز کرنے کی فکر نہ کرے اور الٹا کھیت کو جانوروں سے روندوائے اور پیڑوں کی حفاظت نہ کرے تو زمین کے زرخیز ہونے کے باوجود پودوں کی نشوونما نہیں ہوسکتی، اس لئے ضروری ہے کہ دیندار عورت ہی کی طرح دیندار مرد کا بھی انتخاب کیا جائے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "جب (تمہاری لڑکیوں کے لئے) تمہیں وہ شخص پیغام بھیجے جس کی دینداری اور اخلاق تمہیں پسند ہوں تو اس سے تم نکاح کردو، اگر تم ایسا نہ کروگے تو دنیا میں فتنہ برپا ہوگا۔"

اولاد کے حقوق کا دوسرا مرحلہ

دوسرا مرحلہ اولاد کے حقوق کا وہ ہے جب آدمی اپنی بیوی سے صحبت کرے ہم بستری کرے اس وقت دونوں کو چاہئے وہ اپنی نیت درست کریں کہ ہم ہمبستری اس لئے کر رہے ہیں کہ اللہ ہمیں گناہوں سے محفوظ رکھے اور اس عمل کے ذریعے نیک صالح اولاد عطا فرمائے جو دین وسنت کے زندہ کرنے کا سبب بنے

ہماری نجات کا ذریعہ ہیں اور اس وقت یہ دعا پڑھیں:

بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُمَّ جَنِّبْنَا الشَّيْطَانَ وَجَنِّبِ الشَّيْطَانَ مَا رَزَقْتَنَا۔

ترجمہ: "اے اللہ تو شیطان کے شر سے ہم کو بچا اور ہم کو جو اولاد دے اس کو بھی بچا۔"

بخاری و مسلم میں اس دعاء کے بعد منقول ہے کہ جب وہ بچہ پیدا ہوگا (تو انشاء اللہ) وہ ہمیشہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے گا۔"

اور ایک حدیث میں آیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی سے ہم بستری کرتے وقت خدا کا ذکر نہ کرے یعنی یہ دعا نہ پڑھے تو شیطان اس پر اپنا اثر دکھاتا ہے۔ بالکل مرد ہی کی طرح اس عورت سے وہ ہم بستری کرتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اس شخص کے نطفہ سے پیدا ہونے والی اولاد میں شیطان بھی شریک ہوتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں باری تعالیٰ عز اسمہ نے ارشاد فرمایا:

وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ

ترجمہ: اور ساجھا کر لے ان کے مال میں بھی اور اولاد میں بھی۔

یہی وجہ ہے کہ آج کل ہماری نسلوں میں جو عام بے راہ روی، فتنہ و فساد اور مختلف قسم کی برائیاں پائی جاتی ہیں وہ اسی اجنبی خون کی شرکت کا نتیجہ ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔

حمل کے دوران والدین کو صلاح وتقویٰ اختیار کرنا چاہیے

ایک بات اولاد کے حقوق کے اس مرحلہ میں یہ بھی شامل ہے کہ جب نطفہ قرار پا جائے اور بچہ کے آثار نمایاں ہو جائیں تو والدین کو اپنے اندر زیادہ سے زیادہ

صلاح و تقویٰ پیدا کرنا، جائز اور حلال روزی اختیار کرنی چاہیے۔ نمازوں کی پابندی کریں، تلاوت قرآن کا اہتمام کریں، زیادہ سے زیادہ اوقات میں ذکر و تسبیح کی کثرت رکھیں، خدا کی نافرمانی سے پرہیز کریں۔ گیت، سنگیت، ٹی وی، وی سی آر، گندی میگزین اور ناولوں سے اپنے آپ کو باز رکھیں۔ انشاء اللہ پھر دیکھیں کہ کیا اثرات رونما ہوں گے اور بچہ کے اندر کیسا تقویٰ پیدا ہوگا، حالانکہ بچہ ابھی ماں کے پیٹ میں ہے ابھی ڈھنگ سے اس کی نشو و نما بھی نہیں ہوئی۔ لیکن ماں باپ کے اعمال و اخلاق کا اثر بچہ پر پڑتا ہے۔ اس کے بہت سے شواہد پیش کئے جا سکتے ہیں۔ ہمارے اسلاف کے بہت سے قصے اس سلسلے کے زبان زد خاص و عام ہیں۔

والدین کے اخلاق کا اثر بچہ پر

میرے شیخ و مرشد عارف باللہ حضرت مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ العالی کے ملفوظات (حقوق اولاد) میں یہ واقعہ تحریر ہے کہ دو میاں بیوی تھے، جب حمل قرار پا گیا تو دونوں نے عہد کیا کہ اب سے ہم کوئی غلط کام نہ کریں گے تاکہ اللہ رب العزت ہمیں نیک، صالح اولاد عطا فرمائے۔ اللہ نے کچھ عرصہ بعد اولاد عطا فرما دی۔ ایک مرتبہ وہ اپنے بچہ کو انگلی پکڑ کر بازار لے جا رہا تھا ایک جگہ بیروں کا ڈھیر لگا تھا بچہ نے اچانک ایک بیر اٹھا کر کھا لیا، باپ کو یہ بات بڑی ناگوار ہوئی کہ بچہ نے بغیر مالک کی اجازت کے بیر اٹھا کر کھا لیا۔ اس سے پہلے کہ بچہ کو ڈانٹتا، گھر آیا اور بیوی کو تمام ماجرا سنایا۔ بیوی سے پوچھا کہ تم نے کبھی دوران حمل ایسی حرکت تو نہ کی تھی بیوی نے کہا نہیں ایسی کوئی بڑی غلطی تو نہ کی تھی البتہ اتنا ضرور ہے کہ پڑوسی کے گھر میں بیری کا پیڑ ہے، اس کی ایک شاخ ہمارے صحن میں جھکی ہوئی ہے۔ اس سے ایک بار ضرور بیر توڑ کر کھا لیا تھا۔ باپ نے کہا بس یہ اسی کا اثر ہے۔

دوستو بتلانا مقصود یہ ہے کہ والدین کے اخلاق و اعمال کا اثر دوران

حمل بچہ پر پڑتا ہے۔ لوگ اس وقت کو یوں ہی ضائع کر دیتے ہیں ۔ اور آجکل تو عجیب مصیبت یہ آئی ہے کہ حاملہ عورت کچھ کام ہی نہیں کرتی۔ وہ بھی سوچتی ہے کہ خالی ہیں تو چلو ٹی وی کے کچھ پروگرام ہی دیکھ لیں تاکہ وقت کٹ جائے۔ کچھ فلمی میگزین یا ناول ہی پڑھ لیں تاکہ وقت گذر جائے۔ اگر یہ نہ سہی تو دو چار عورتوں کے ساتھ بیٹھ کر گپ شپ اڑالیں۔ منشاء یہ ہے کہ بس وقت کو نامعقول حرکتیں کرکے گذارا جاتا ہے۔ اندازہ کیجئے کہ اس ماں کے پیٹ میں پلنے والے بچہ میں کیا اثرات رونما ہوں گے؟ وہ بچہ ذہنی طور پر کس نوعیت کا ہوگا؟

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ اس وقت کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ خوب بھلائی اور نیکی کے کام کریں تاکہ بچہ اچھا اور سچا پیدا ہو۔

ماں کی نیکی کے اثرات

ہمارے بزرگوں نے لکھا ہے کہ بعض بچے ایسے بھی ہوئے ہیں جنھوں نے حمل ہی کے زمانہ میں ماں کے پیٹ ہی میں رہتے ہوئے قرآن پاک حفظ کرلیا، یہ ماں کی نیکی تھی، ماں زمانۂ حمل میں برابر قرآن پڑھتی، بچہ نے پیٹ ہی کے اندر سن سنکر قرآن پاک حفظ کرلیا۔ حضرت بختیار کاکیؒ بھی ایسے ہی خوش نصیب بچوں میں سے ایک تھے۔

اولاد کے حقوق کا تیسرا مرحلہ

اسی طرح تیسرا مرحلہ اولاد کے حقوق کا اس وقت شروع ہوتا ہے جب بچہ پیدا ہوجائے۔ پیدا ہوتے ہی فوراً اس کے کان میں اذان اور اقامت کہی جائے، حالانکہ بچہ ابھی نہ سننے کی خاص صلاحیت رکھتا ہے، نہ سمجھنے کی نہ بولنے کی، نہ دیکھنے کی۔ لیکن عجیب بات ہے کہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہمیں یہ حکم دیا گیا ہے کہ ہم بچہ کے پیدا ہوتے ہی سب سے پہلے

دائیں کان میں اذان اور بائیں کان میں تکبیر کہیں۔

پیدائش کے فوراً بعد یوم ازل کا میثاق یاد دلائیں

دوستو! اس کی بہت سی مصلحتیں ہوسکتی ہیں۔ مگر خلاصہ کے طور پر یوں کہا جاسکتا ہے کہ ابھی سے عملی طور پر بچہ کی تربیت کا آغاز ہوگیا، اس کی دینداری کی فضا یہیں سے قائم ہونا شروع ہوگئی۔ دودھ، روٹی، کپڑا، مکان، کھانا، پھرانا سب بعد میں پہلے اللہ کا نام۔ ابھی بچہ دنیا میں آیا ہے، نہ اس کی بیوی ہے نہ بچے ہیں، نہ کاروبار ہے، نہ زمین ہے نہ تعلقات ہیں، نہ عہدے ہیں۔ بظاہر اسے یہ بتانا ہے کہ جس نے اسے پیدا کیا وہی آگے بھی سب کچھ دے گا۔ ماں کے پیٹ میں بھی اسی نے کھلایا، اب بھی وہی کھلائے گا۔

تحفۃ المولود میں حضرت حافظ ابن القیمؒ نے لکھا ہے کہ اس میں یہ راز بھی معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں آنے کے بعد انسان کے کان میں سب سے پہلی آواز ایسے کلمات عالیہ کی پڑے جو اللہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی پر مشتمل ہوں بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ اس یوم ازل کے عہد و میثاق کی یاد دہانی کرائی جاتی ہے۔ بہرحال یہ ضروری ہے کہ بچہ کے پیدا ہوتے ہی اذان اور اقامت ضرور کہی جائے۔

اولاد کے حقوق کا چوتھا مرحلہ

میرے بزرگو، بھائیو اور عزیز دوستو! اولاد کے حقوق کا چوتھا مرحلہ یہ ہے کہ ماں بچہ کو اپنا دودھ پلائے، بچہ کو دودھ پلانا ماں پر بچہ کا حق ہے، بچہ صرف باپ ہی کی اولاد نہیں، بلکہ ماں کا بھی جگر گوشہ ہوتا ہے۔ بچہ کے لئے کوئی بھی دودھ ماں کے دودھ کا بدل نہیں بن سکتا۔

کی نسبت اس کے لئے سب سے بہتر ماں ہی کا دودھ ہوتا ہے۔ موجودہ زمانہ کی بہت سی موڈرن اور فیشنیبل عورتیں بچہ کو اپنا دودھ اس خطرے سے نہیں پلاتیں کہ دودھ پلانے سے ان کے حسن وجمال اور ان کی صحت وجوانی پر اثر پڑیگا اور ان کا شباب جلد ڈھل جائیگا۔ ایسی عورتوں کو اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ تنبیہ یاد رکھنی چاہئے کہ جس میں ان کو دردناک انجام سے ڈرایا گیا ہے۔ چنانچہ معراج کی تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"پھر مجھے اور آگے لے جایا گیا تو میں نے دیکھا کہ کچھ عورتیں ہیں جن کی چھاتیوں کو سانپ نوچ رہے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون عورتیں ہیں؟ بتایا گیا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو اپنے بچوں کو اپنا دودھ نہیں پلاتی تھیں۔"

دودھ کے ذریعہ ماں پاکیزہ رجحانات منتقل کرتی ہے

میرے دوستو! ماں کا دودھ تو بچے ہی کی غذا ہے اور اللہ تعالیٰ اس دودھ کو خاص بچہ کی غذا کی صورت میں بچے ہی کے لئے ماں کی چھاتیوں میں پیدا فرماتا ہے۔ ماں کا دودھ بچہ کے قلب وروح جذبات واحساسات اور اخلاق وکردار پر بھی اچھا اثر ڈالتا ہے۔ ماں بچہ کو اپنا دودھ پلا کر صرف صحتمند ہی نہیں بناتی، بلکہ دودھ کے ہر ہر قطرے کے ساتھ اپنے پاکیزہ خیالات، پاکیزہ رجحانات، اعلیٰ جذبات، بلند تمنائیں، پسندیدہ اخلاق اور اپنے تقویٰ وطہارت کے اثرات بھی بچہ کے جسم وجان میں منتقل کرتی جاتی ہے۔

تحنیک بھی اچھا عمل ہے

میرے عزیزو! اسلام میں ایک اور طریقہ رائج تھا جو آج تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ اور وہ تحنیک کرانا ہے۔ لوگ بچوں کو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

لاتے تھے۔ اور آپ منھ میں کوئی کھجور یا میٹھی چیز چبا کر بچہ کے تالوے میں لگا دیتے تھے۔ اس سے کیا ہوتا ہے کہ بڑوں کی بزرگی اور تقویٰ کے اثرات ان میں آجاتے ہیں۔ اس لئے کسی نیک بخت اور دیندار آدمی سے یہ تحنیک کرانی چاہئے۔

اولاد کے حقوق کا پانچواں مرحلہ

بہرحال اولاد کے حقوق میں ایک بات یہ بھی ہے کہ بچہ کا عمدہ سا نام رکھا جائے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ صحابہؓ نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول ہم نے ماں باپ کے حق کو تو جان لیا۔ لیکن یہ بتلائیے کہ اولاد کا حق کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ اس کا اچھا سا نام رکھیں، اور عمدہ تعلیم دیں۔ (بیہقی)

بچوں کے نام رکھنے کا طریقہ

اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو یہ بھی ہدایت دی کہ لوگو اپنے بچوں کے نام اللہ اور رحمان کی بندگی پر رکھا کرو۔ یا انبیاء علیہم السلام کے ناموں پر رکھا کرو، یا پھر اچھے معنی والے نام رکھو۔ جو نام اپنے مفہوم کے اعتبار سے نامناسب ہوتے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بدل دیا کرتے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی ایک صاحبزادی کا نام عاصیہ تھا آپ نے اسے بدل کر جمیلہ کر دیا۔ اسی طرح حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ نے اپنے دوسرے بیٹے کا نام حرب رکھا تو آپ نے بدل کر حسین رکھ دیا۔ آج امت کا حال یہ ہے کہ وہ بے معنی نام یا فلم ایکٹروں کے نام رکھنا پسند کرتی ہے، یا پھر ایسے نام رکھتے ہیں جن سے شرک کی بو آتی ہے جیسے بندہ علی، عبدالنبی، عبدالرسول نبی بخش وغیرہ۔ کوشش کی جائے کہ پیدا ہوتے ہی بچہ کا کوئی پاکیزہ سا نام رکھدیں۔

ختنہ شعائر اسلام میں سے ہے

ایک بات اولاد کے حقوق کے سلسلہ میں خصوصاً بیٹوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ

Scanned by CamScanner

ان کی ختنہ کرائی جائے کیونکہ یہ شعائر اسلام میں سے ہے۔ ختنہ کرنے میں ثواب بھی ہے اللہ کی رضا بھی ہے اور بے شمار طبی فائدے بھی۔

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پانچ چیزیں فطرت میں سے ہیں: (۱) مونچھوں کا کاٹنا (۲) بغل کے بالوں کو صاف کرنا (۳) ناخنوں کا کاٹنا (۴) زیر ناف کے بالوں کا صاف کرنا (۵) بچوں کی ختنہ کرانا۔ (نسائی)

اولاد کے حقوق کا چھٹا مرحلہ

اسی طرح اسلام نے والدین پر اولاد کی تعلیم و تربیت بھی فرض کی ہے۔ اب جب بچہ بڑا ہونے لگا تو اب والدین کی خصوصی توجہ اس کی تربیت پر مرکوز ہونی چاہئے کیونکہ اب بچہ کی زندگی کا نہایت ہی اہم دور شروع ہوتا ہے، اس میں والدین کی ذرا سی کوتاہی، سستی اور غفلت اس کے روشن مستقبل کو تباہ کر سکتی ہے۔ اسی وقت کے ظاہری اور باطنی اعمال کا اظہار شروع ہوتا ہے، اسی وقت بچہ اپنے والدین کے اخلاق و کردار کو گہری نگاہ سے دیکھتا ہے، اسی وقت وہ سماج و معاشرے کا فرد بننے کی کوشش کرتا ہے، یہی وقت ہے جب بچہ ہر کام کرنا چاہتا ہے چاہے وہ اس کی بساط سے باہر ہی کیوں نہ ہو یا اس کا نتیجہ موت ہی کیوں نہ ہو بس اسے تو کر گذرنے سے مطلب ہوتا ہے۔ اس وقت والدین کو پوری چوکسی اور تندہی کے ساتھ بچہ کی تعلیم و تربیت پر دھیان دینا چاہئے۔

بیہقی کی ایک روایت معارف الحدیث میں لکھی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے بچوں کو زبان کھولنے کے بعد سب سے پہلے کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کہلواؤ اور ان کی موت کے وقت کلمہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تلقین کرو۔

ابن ماجہ میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اکرم صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا "کہ تم اپنی اولاد کا اکرام کرو اور (اچھی تربیت کر کے) حسن ادب سے آراستہ کرو۔"

ترمذی میں حضرت سعید ابن العاص سے روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "کسی باپ نے اپنی اولاد کو جو کچھ دیا ہے اس میں کوئی تحفہ یا عطیہ اس کی اچھی سیرت اور حسن ادب سے بہتر نہیں ہے۔"

بچوں کی دینی تعلیم کا نظم معقول ہونا چاہئے

میرے دوستو! اور اس طرح کی بہت سی احادیث میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زور دیا ہے، اور جب بچہ ذرا ہوش سنبھالے تو فوراً اس کی تعلیم کا معقول نظم کرنا چاہئے۔ اور تعلیم بھی اسی علم کی ہو جسے حقیقت میں علم کہا جاتا ہے۔ قرآن حکیم میں اللہ پاک نے ارشاد فرمایا:

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِىْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ اِقْرَاْ وَرَبُّكَ الْاَكْرَمُ ۝ الَّذِىْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝۔

ترجمہ: "پڑھ اپنے رب کے نام سے جو سب کا بنانے والا ہے، بنایا آدمی کو جمے ہوئے لہو سے، پڑھ اور تیرا رب بڑا کریم ہے، جس نے علم سکھایا قلم سے سکھلایا آدمی کو جو وہ نہ جانتا تھا۔

اور حدیث شریف میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: طَلَبُ الْعِلْمِ فَرِيْضَةٌ عَلٰى كُلِّ مُسْلِمٍ وَّمُسْلِمَةٍ۔ ایک اور حدیث میں ہے تَعَوَّذُوْا بِاللّٰهِ مِنْ عِلْمٍ لَا يَنْفَعُ (ابن ماجہ)۔ اس علم سے پناہ مانگو جو نفع نہ دے، مراد یہ ہے کہ دین کا علم سکھایا جائے، دنیا کا علم بھی انسان کو سیکھنا ضروری ہے، مگر ضرورت کی حد تک۔ لیکن دین کا علم تو مقصد

Scanned by CamScanner

زندگی ہے، اول ترجیح اسی علم کی ہونی چاہئے جسے علم دین کہا جاتا ہے، دنیوی علم سے انکار نہیں، لیکن اس کی وجہ سے دینی علوم و فنون کو پس پشت ڈال دیا جائے تو یہ بڑی گمراہی ہے۔

بچوں کی اسلامی تربیت کا پورا دھیان رکھیں

جب بچہ علم دین سیکھنا شروع کردے تو ساتھ ہی ساتھ اس کی اخلاقی تربیت بھی جاری رکھنی چاہئے۔ یعنی اسے زندگی کے تمام شعبوں کے اخلاق بھی سکھانے چاہئیں، اسے بچپن سے ہی بتانا چاہئے کہ ماں باپ کے حقوق کیا ہیں؟ مسلمانوں، پڑوسیوں اور رشتہ داروں کے حقوق کیا ہیں؟ سلام وملاقات اور گفتگو کے آداب کیا ہیں؟ مسجد کے آداب، نماز روزہ کے آداب، دوستی کے آداب، میزبانی و مہمانی کے آداب، تجارت و نوکری کے آداب مال کمانے اور خرچ کرنے کے آداب وغیرہ ہر قسم کی باتیں ابھی سے ذہن میں ڈالنی شروع کردینی چاہئیں۔ اسی طرح اسے سنتوں کا پابند بنانا چاہئے، کیونکہ اس وقت اس کے دل کا ورق سادہ ہوتا ہے اس پر آپ جو کچھ لکھنا چاہیں وہ لکھا جائے گا۔ یہی خاص وقت ہوتا ہے بچہ کی تربیت کا اور ادب سکھانے کا نمازوں کا پابند بنانے کا۔

اللہ کے نبیؐ نے تربیت کے مواقع بتلائے ہیں

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے درجہ بدرجہ اولاد کی تربیت کے مواقع ارشاد فرمائے ہیں۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "ساتویں دن بچہ کا عقیقہ کیا جائے اور اس کا نام رکھا جائے، اس کے بال دور کئے جائیں اور جب وہ چھ سال کا ہو جائے تو باپ اسے ادب سکھائے اور جب وہ نو سال کا ہو جائے تو اس کا بستر علیحدہ کردے

اور جب وہ تیرہ برس کا ہو جائے تو اسے نماز (کے چھوڑنے) پر مارے، اور جب سولہ سال کا ہو جائے تو باپ اس کی شادی کردے، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ میں نے تجھے ادب سکھایا، تعلیم دی اور تیری شادی کردی (اب) میں دنیا کے فتنے اور آخرت کے عذاب سے تیرے لئے اللہ کی پناہ چاہتا ہوں۔

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ تربیت میں نرمی اور سختی دونوں اختیار کرنا چاہئے۔ غرض مقصود یہ ہے کہ اولاد کی صحیح تعلیم و تربیت میں اس کا پورا خیال رکھے۔

اولاد کے حقوق کا ساتواں مرحلہ

اب آخری حق اولاد کا والدین کے ذمہ اس کی شادی کرنا ہے۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"اولاد کے بالغ ہو جانے کے بعد اس کا نکاح کردیا جائے، بالغ ہونے کے بعد اگر نکاح نہ کیا جائے اور اولاد کسی گناہ میں مبتلا ہو جائے تو اس کا گناہ اس کے باپ پر ہوگا۔"

اس حدیث میں غور وفکر کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ آج مسلم معاشرے میں جو بے راہ روی ہے اس کا زیادہ تر سبب یہی ہے کہ والدین اولاد کا یہ حق صحیح وقت پر ادا نہیں کرتے، پھر جب ان کی صحت ضائع ہونے لگتی ہے، یا کردار متأثر ہونے لگتا ہے تو پریشان ہوتے ہیں حالانکہ والدین کو یہ حق ادا کرنے میں پوری سمجھ بوجھ سے کام لینا چاہئے۔

پوری تقریر کا خلاصہ

بہر حال اس پوری تقریر کا خلاصہ اور لب لباب یہ ہے کہ مسلمان والدین کو اولاد کے حقوق بھی جاننے چاہئیں

اور ان کی اہمیت کو سمجھ کر ان پر عمل کرنا چاہئے کیونکہ بچے ماں باپ کے جگر کے ٹکڑے ہوتے ہیں، قوم و ملت کے مستقبل کے معمار ہوتے ہیں، انہی پر گھرانہ، محلہ، شہر اور ملک و ملت کی بھلائی و خیر خواہی اور ترقی کا مدار و انحصار ہوتا ہے۔ قرآن و احادیث میں اولاد کے حقوق کی تاکید بڑی تفصیل سے آئی ہے، خصوصاً یہ آیت تو ہر سمجھدار اور فکر مند والدین کو سوچنے پر مجبور کر دیتی ہے۔

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ۔

ترجمہ: کہ "اے ایمان والو بچاؤ اپنے آپ کو اور اپنے اہل و عیال کو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے"

اور وہ حدیث کہ قیامت کے دن ہر راعی سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائیگا، اسلئے اگر والدین اولاد کے حقوق ادا کرنے کی سعی و کوشش کریں تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ اولاد ان کی نافرمان اور خدا و رسول کی باغی ہو، بلکہ وہ ایک نیک صالح اور پرہیزگار سرمایہ ہوگی۔ آپ اس کی فکر کم کیجئے کہ اولاد کو وراثت میں بہت سا مال مل جائے، زیادہ فکر اس بات کی ہونی چاہئے کہ انہیں وراثت میں بہت سا علم ملجائے قیامت کے دن بہت مال والے مفلس اور کنگال ہونگے اور علم والے کامیاب و کامران ہوں گے۔

لَا يَسْتَوِي الَّذِينَ يَعْلَمُونَ وَالَّذِينَ لَا يَعْلَمُونَ۔

ترجمہ: "اہل علم اور غیر اہل علم برابر نہیں ہو سکتے"

یہ چند حقوق جو میرے ذہن میں مستحضر ہو سکے بیان کر دیئے ہیں۔ اللہ پاک ہم سب کو عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین یا رب العٰلمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العٰلمین۔

عورتوں کی دینی جدّوجہد

مفکر ملت خطیب العصر حضرت اقدس الحاج مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ مہتمم جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور سہارنپور

خلیفۂ اجل

فقیہ العصر حضرت اقدس الحاج مولانا مفتی مظفر حسین صاحب مدظلہ ناظم اعلیٰ مظاہر علوم سہارنپور یوپی

مرتبہ

محمد ناظم قاسمی خادم تعلیمات جامعہ کاشف العلوم چھٹمل پور، سہارنپور

Scanned by CamScanner

الٰہی ماؤں بہنوں بیٹیوں کو دینداری دے
الٰہی نئی پود کو فصلِ بہاری دے

بچا لے مومنوں کو اے خدا مغرب کی ہر شے سے
بچا اس شمع کو بادِ فنا کی چیرہ دستی سے

حضرت خواجہ عزیز الحسن مجذوبؒ

عورتوں کی دینی جدّوجہد

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ ہ امابعد!

فاعوذ باللّٰہ من الشیطٰن الرجیم ہ بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَکَرٍ اَوْ اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً ہ وَلَنَجْزِیَنَّھُمْ اَجْرَھُمْ بِاَحْسَنِ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ہ

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ہ

Scanned by CamScanner

بیٹھی ہوئی میری ماؤں اور بہنوں۔

محترم حاضرین، پس پردہ آج کا یہ جلسہ جو مدرسہ معین العلوم کوڑی کھیڑہ میں منعقد کیا گیا ہے اپنی نوعیت اور اپنی انفرادی حیثیت کے اعتبار سے بڑا اہم اور بڑا قیمتی جلسہ ہے۔ وجہ اس کی وہ ہے جو میں دیکھ رہا ہوں، کہ پردہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی خواتین کی تعداد مردوں سے کہیں زیادہ ہے اور بڑی تیزی کے ساتھ بھیڑ بڑھتی چلی جارہی ہے، اس سے ان کی دینداری، دینی جوش وخروش دینی محبت، دینی لگاؤ اور اسلامی تعلیمات کو سننے، جاننے، سمجھنے اور عمل کرنے کی طرف رغبت کا اندازہ ہوتا ہے۔ اس مجمع میں بہت سی بہنیں نا معلوم اپنی کتنی ضروریات اور تقاضوں کو آگے پیچھے کرکے یہاں تشریف لائی ہیں۔ کسی کو کھانا بنانا ہے، کسی کو بچوں کو سلانا ہے، کسی کو گھر کی صفائی کرنا ہے، کسی کو کپڑے دھلنا ہے۔ لیکن وہ دین کی خاطر ان عارضی ضرورتوں کو روک کر آخرت کی دائمی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے اپنے گھر بار چھوڑ کر آگئی ہیں، میں اس پر بہت خوش ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ان کے آنے کو قبول فرمائے اور اللہ پاک انہیں دین کی سچی تڑپ اور لگن نصیب فرمائے۔ آمین۔

دوستو! میرا دل چاہتا ہے کہ آج اپنی اسلامی ماؤں اور بہنوں کیلئے ہی قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ گفتگو کروں۔ اس لئے کہ یہ ہماری مائیں اور بہنیں تو ایک خاص نوعیت کے اعتبار سے مردوں سے بھی زیادہ خوش نصیب ہیں۔ مرد بیچارے نیکیاں کمانے میں بڑی محنت اور مشقت اٹھاتے ہیں۔ ایک نیکی کرنے کے لئے انہیں ارادہ کرنا پڑتا ہے۔ یہی کافی نہیں جان مال اور وقت لگانا پڑتا ہے تب جاکر کوئی نیکی وجود میں آتی ہے۔ اگر روزمرہ

عام زندگی گذارتے رہیں تو وہ بہت سا ثواب حاصل نہیں کرسکتے۔ اس کے بالمقابل عورتیں ہیں کہ ان پر اللہ کی رحمت ایسی مہربان ہے کہ بہانے بنا بنا کر بے شمار اور بے پناہ ثواب ان کے نامۂ اعمال میں بڑھایا جاتا ہے۔ انہیں اس ثواب کو حاصل کرنے میں نیت اور ارادہ کی کوئی خاص ضرورت نہیں۔ ان نیکیوں کے وجود میں آنے کے لئے کسی خاص کوشش کو دخل نہیں۔ بس روزمرہ کی زندگی پر ان کو بے حساب ثواب ملتا جاتا ہے۔

چنانچہ اللہ کے پیارے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بچے کو ماں کے دودھ پلانے میں ہر گھونٹ کے چوسنے پر ایک جان کو موت سے بچانے کا ثواب ملتا ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے۔ جب عورت حاملہ ہوتی ہے تو اسے اللہ کے راستہ میں روزہ رکھ کر جہاد کرنے اور رات بھر عبادت کرنے والے کے برابر ثواب ملتا ہے۔ ایک اور جگہ فرمایا رات کو بچے کے جاگنے سے ماں کو جاگنے پر ستر غلاموں کے آزاد کرنے کا ثواب ملتا ہے۔ اور ایک جگہ ارشاد ہے عورت کو گھر کے کام کاج کی محنت پر بھی اللہ کے راستہ میں جہاد کرنے والوں کے برابر ثواب ملتا ہے۔

عورت پر رحمتِ خداوندی

دوستو! یہ چند حدیثیں ہیں جو میں نے ذکر کیں ورنہ اس سے کہیں بڑھ کر قرآن و احادیث میں فضیلتیں وارد ہوئی ہیں ؎ رحمتِ حق بہانہ می جوید۔

ہم جب تلاوت کرتے ہیں اور یہ آیت نظر سے گذرتی ہے وَوَصَّيْنَا الْإِنسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا ۖ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ۖ وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا ۚ

"اور ہم نے انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے (کیونکہ) اس کی ماں نے اس کو بڑی مشقت کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور (پھر) بڑی مشقت کے ساتھ اسے جنا، اور اس کو پیٹ میں رکھنا اور اس کا دودھ چھڑانا (اکثر) تیس مہینے (میں پورا ہوتا) ہے۔"

تو یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ اللہ نے اس آیت شریفہ میں ماں اور باپ دونوں کا ذکر کیا لیکن صفات ماں کی بیان فرمائیں، باپ کی صفت کا ذکر نہیں۔ معلوم ہوا کہ عورت بھی اللہ کی خاص رحمت کی مستحق ہے۔ ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ "ماں کے قدموں تلے جنت ہے اور باپ جنت کا دروازہ ہے۔" ماں کو سراپا جنت سے تعبیر کیا اور باپ کو اس جنت کا صرف دروازہ۔

میری ماؤں اور بہنوں! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے تمہارا بڑا خیال فرمایا ہے، تمہاری زندگی کو بڑا قیمتی بنایا ہے، اسی لئے ذرا ذرا سی باتوں پر اتنا ثواب کہ مردوں کو بڑی محنت اور مشقت سے حاصل ہوتا ہے اس روشنی میں اگر غور کیا جائے تو عورتوں پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا حق اور دینی حق بہت زیادہ ہے۔ دینداری کے ساتھ زندگی گذارنا اور دینداری کی محنت کرنا اور یہ محنت کرتے کرتے اس دنیا سے چلے جانا یہ ہر بندی کا فرض ہے۔

دور حاضر کی عورتوں کی غفلت و لاپرواہی

ہمارے اس زمانہ کی عورتیں تو دین سے بہت دور ہوتی چلی جارہی ہیں، ان کا طرح طرح کے ڈیزائن دار کپڑوں کا شوق بڑھ رہا ہے۔ بے پردگی اور عریانیت کو اپنا رہی ہیں، بناؤ سنگار اور نقش و نگار کیطرف

توجہ میں دن بدن اضافہ ہورہا ہے، سیر و تفریح کرنے اور پکنک پر جانے کا جذبہ پروان چڑھ رہا ہے، یہی وجہ ہے کہ پورے گھر کا ماحول خراب ہو چلا ہے، معاشرہ میں فساد برپا ہو رہا ہے، پورے سماج کو آگ لگ رہی ہے۔ اس لئے کہ جو سماج و معاشرہ کے افراد ہیں وہ گھر کی چہار دیواری میں، ماں کی گود میں تیار ہوتے ہیں ماں کی آغوش میں ان کی تربیت ہوتی ہے۔ ماں کی چھتر چھایا تلے ان کی فکر و نظر کے زاویئے بدلتے ہیں۔ ماں کی نشست و برخاست، ماں کا چال چلن بچہ کی زندگی پر اثر انداز ہوتا ہے۔ جب ماں کو ہی سیر و تفریح، ناچ گانوں، موڈرن ڈیزائنوں اور بناؤ سنگار میں اپنا وقت ضائع کر رہی ہو تو وہ کیا بچہ کا مستقبل سنوار سکتی ہے؟ وہ کیا بچہ کو اعلیٰ اخلاق کی تعلیم سے آراستہ کر سکتی ہے؟

آج کی عورت تو یہ بالکل بھول گئی ہے کہ اسے اللہ نے اتنی قیمتی زندگی عطا فرمائی ہے اس نے اسے صحت و قوت سے نوازا، ہوش و حواس اور عقل و خرد سے آراستہ کیا۔ اسے بچے دیئے، گھر دیا، عزت دی اور پھر جب جب حاملہ ہوئی اور اسے حمل ٹھہرا تو اللہ کے راستہ میں روزہ رکھ کر جہاد کا ثواب، رات بھر عبادت کرنے والے کے برابر ثواب، پھر جب بچہ پیدا ہوا تو دودھ پلانے میں ہر گھونٹ کے عوض ایک جان کو موت سے بچانے کا ثواب، بچہ کی وجہ سے رات کو جاگنے پر ستر غلام آزاد کرنے کا ثواب۔ ثواب ہی ثواب یعنی کھلی اللہ کی رضا۔ اب عورت ہے کہ اسے اللہ کا بالکل دھیان نہیں، اللہ کے رسول ؐ کا بالکل خیال نہیں، انسانی قدروں اور انسانی جذبات کا بھی بالکل احساس نہیں۔

ایک زمانہ تھا کہ عورتیں اللہ کے نام پر اپنی جان اور اپنی اولاد کو فخر کے ساتھ قربان کر دیتی تھیں، مردوں کے دوش بدوش چل کر دینداری کو فروغ دیتی تھیں۔ اور تو اور عورتوں نے محض اللہ کے حکم اور اللہ کی رضا کی

خاطر ایسے ایسے کارنامے انجام دیدیئے کہ مرد بھی دانت تلے انگلی دبا کر رہ گئے کہ آخر عورت نے ایسا کس طرح کر دکھایا۔

دین کی خاطر ہجرت کرنیوالی پہلی عورت

آپ نے سیّدہ ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والسلام کا نام ضرور سنا ہوگا۔ ان کے شوہر حضرت ابراہیم علیہ السلام جو اللہ کے رسول تھے، اللہ کے خلیل تھے اور اللہ کے بڑے محبوب بندے تھے، انھیں اللہ نے آزمانے کے لئے یہ حکم دیا کہ وہ اپنے بچوں کو شہر سے نکال کر سیکڑوں میل دور ویران، غیر آباد اور لق و دق میدان میں چھوڑ آئیں، سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ کے حکم کی تعمیل میں رات دن کا سفر طے کرکے اس جگہ پہنچے، چاروں طرف دیکھا تو دل دہل گیا، چٹیل بیابان، نہ آدمی نہ آدم زاد، چرند پرند کا نام و نشان نہیں۔

ابوالاثر حفیظ جالندھری نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے

ے وہ صحرا جس کا سینہ آتشیں کرنوں کی بستی ہے
وہ مٹی جو سدا پانی کی صورت کو ترستی ہے
وہ صحرا جس کی وسعت دیکھنے سے ہول آتا ہے
وہ نقشہ جس کی صورت سے فلک بھی کانپ جاتا ہے

سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام مشیتِ ایزدی کی خاطر اپنی بیوی اور ایک ننھی جان حضرت اسماعیل علیہ السلام کو چھوڑ کر چلنے لگے تو بیوی نے دامن تھام لیا، عرض کرنے لگیں آپ ہمیں اس چٹیل بیابان میں کہاں چھوڑے جاتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام خاموش رہے، بیوی سمجھ گئی کہ ضرور یہ اللہ کا حکم ہوگا، پوچھا کہ کیا یہ اللہ کا حکم ہے؟ فرمایا کہ ہاں، یہ اللہ کا حکم ہے۔

میری ماؤں اور بہنو! عقل دنگ رہ جاتی ہے جب اس عورت کا

جواب سامنے آتا ہے اور ہم یہ اندازہ لگانے میں ناکام ہو جاتے ہیں، کہ آخر کتنا پختہ یقین اور کتنا زبردست بھروسہ ہوگا اس عورت کو اللہ کی ذات پر۔ بڑے اعتماد کے ساتھ یہ کہہ کر شوہر کا دامن چھوڑ دیا "اگر اللہ کا یہی حکم ہے تو وہ پاک پروردگار ہمیں ضائع نہیں کرے گا" ہم اس ویران اور غیر آباد جگہ میں یونہی تڑپ تڑپ کر نہیں مریں گے بلکہ جس پروردگار نے ہمیں یہاں تک پہنچایا وہی ہماری حفاظت کرے گا۔

ے جناب ہاجرہ بیٹھی تھیں اُس وادیٔ وحشت میں
سنبھالے طفلِ عالی شان کو آغوشِ الفت میں
یہاں صحرا ہی صحرا تھا جہاں میں بس یہی جانیں تھیں
جنابِ ہاجرہ یا ایک بچہ دو ہی جانیں تھیں
نہ دانہ تھا نہ پانی تھا بھروسہ تھا فقط رب پر
بڑھی جب دھوپ کی گرمی جاں آنے لگی لب پر

حضرت ہاجرہ علیہا الصلوٰۃ والتسلیم کی قربانی کا یہ وہ بے مثال کارنامہ ہے جو ہزاروں سال سے زندہ اور قیامت تک زندہ رہے گا۔ کتنے نبیوں نے اس عورت کا واقعہ اپنی امتوں کو سُنا سنا کر ایمان تازہ کیا، ہمارے سامنے بھی کم از کم سال بھر میں ایک بار ضرور بقر عید کے موقعہ پر دُہرایا جاتا ہے اور مسلمان مردوں کا ایمان تازہ کیا جاتا ہے کہ ایک عورت صرف اللہ کے سہارے بالکل لق و دق میدان میں اکیلی رہی جہاں ان کی ہمدردی کرنیوالا، دکھ بانٹنے والا بھوکوں کو کھانا کھلانے والا، سوتوں کو جگانے والا، روتوں کو ہنسانے والا، کوئی بھی آدم زاد نہ تھا، نہ کھانے کا انتظام، نہ رہنے کا انتظام، نہ اوڑھنے کا انتظام نہ بچھانے کا انتظام۔ اللہ اللہ پھر بھی ایک عورت کا کیسا یقین۔ اللہ کی ذات پر

کر وہ ہمیں ضائع نہیں کریگا۔ اللہ پاک کو اس عورت کی یہ قربانی ایسی پسند آئی کہ قیامت تک تمام حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کے لئے ضروری قرار دیدیا کہ وہ صفا و مروہ پر ضرور دوڑیں اس لئے کہ اس وقت پانی کی تلاش میں سیدہ ہاجرہ علیہا السلام وہاں دوڑی تھیں۔

سید الانبیاء پر سب سے پہلے ایمان لانیوالی عورت

اسی طرح دوسرا تذکرہ ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ہے کہ آج سے تقریباً ساڑھے چودہ سو سال پہلے جب میرے اور آپ کے آقا و مولیٰ تاجدارِ مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا، لوگوں کو اللہ کے ایک ہونے کی بات سمجھائی۔ جنت و دوزخ کے حالات بتائے، قبر و حشر کی ہولناکیاں بیان کیں تو بجائے اس کے کہ لوگ آپ کا احسان مانتے بلکہ آپ کی جان کے دشمن بن گئے، ماحول اس قدر خراب اور گندہ تھا کہ آج اس کا تذکرہ ایک افسانہ معلوم ہوتا ہے۔

تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس زمانہ میں شرم و حیا، عزت و حرمت سچائی و ایمانداری نام کی کوئی چیز موجود نہ تھی۔ تین سو ساٹھ پتھر کے بُت خدا بنا کر خانہ کعبہ میں رکھ لئے تھے، کعبہ کا ننگے ہو کر طواف کرتے تھے، اپنی سوتیلی ماں کو اپنی بیوی بنا کر رکھ لیتے تھے، بیٹی کو پیدا ہوتے ہی زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے، چوبیس گھنٹہ شراب کے نشہ میں دُھت رہتے تھے، کوئی محنت مزدوری نہیں کرتے تھے، بلکہ چوری، ڈاکہ زنی اور لوٹ مار کو انہوں نے اپنا پیشہ بنا لیا تھا، جس کا لیتے اس کا کبھی واپس نہ کرتے، چھوٹی چھوٹی باتوں پر ایسا اُٹھتے کہ قتل کر دیتے تھے یا قتل ہو جانا پسند کرتے تھے، چالیس چالیس سال صرف اس بات پر قتل و غارت گری کرتے رہتے کہ فلاں کے

اونٹ نے میرے کھیت میں کیوں چر لیا تھا۔

ایسے پُر تعفن ماحول میں جہاں سیاسی، سماجی اقتصادی اعتبار سے زندگی مفلوج ہو چکی ہو، جہاں اخلاقیات، معاملات اور معاشرت کا جنازہ نکل چکا ہو، جہاں جنگلی جانوروں سے زیادہ بدتر زندگی گذاری جا رہی ہو بھلا وہاں اگر کوئی نیکی اور بھلائی کی بات کرے گا تو اس کا کیا حشر ہوگا۔ اندازہ کیجئے ایسے میں اگر کوئی انہیں راہِ راست پر لانے کی جدوجہد کریگا تو اس کا کیا انجام ہوگا سوچئے۔

جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا حکم ہوا "وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ" اور اپنے گھر والوں کو ڈرایئے۔ لوگوں کو بھلی باتوں کا حکم کیجئے بری باتوں سے روکئے۔ انہیں بتایئے کہ بت پتھر کے ہیں جنھیں تم خدا سمجھتے ہو قَالَ اَفَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكُمْ شَيْئًا وَّلَا يَضُرُّكُمْ ۝ اُفٍّ لَّكُمْ وَلِمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ کیا تم ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہو جو نہ تمہیں نفع پہنچا سکتے ہیں اور نہ نقصان، افسوس ہے تمہاری عقل پر کیا تم سمجھ نہیں رکھتے۔ تم انسان ہو اور تمام انسانوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے، وہی عبادت کے لائق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔

لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔

میری بہنو جانتی ہو پھر کیا ہوا؟ .... جس کا ڈر تھا وہی ہو گیا، لوگ اللہ کے پیارے نبی کی جان کے دشمن ہو گئے، آپ کو کوسنے لگے، "تَبًّا لَّكَ اَلِهٰذَا جَمَعْتَنَا؟" اتنا مارا اتنا مارا کہ لہولہان کر دیا، اپنے بیگانے ہو گئے۔ دوستوں نے منہ پھیر لیا، رشتہ داروں نے ناطہ توڑ لیا، آپ زندگی کی راہ میں اکیلے پڑ گئے حالانکہ اس وقت آپ کو ضرورت تھی ایسے ساتھیوں کی جو آپ

کی حمایت کرنے والے ہوں، ایسے محبت کرنے والوں کی جو آپ کا دکھ درد بانٹنے والے ہوں، ایسے مجاہدین کی جو آپ کا پیغام لوگوں تک پہنچانے والے ہوں۔

اللہ پاک اپنی شایانِ شان بدل عطا فرمائے اس بہادر اور جلیل القدر عورت کو کہ جس نے ایسے حالات میں حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن مبارک تھام لیا۔ اس نے سینہ سپر ہو کر اپنے پورے خاندان کی مخالفت کو پس پشت ڈال کر سب سے پہلے اسلام قبول کرلیا، اس وقت تک کوئی مرد بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہیں لایا تھا، اس عورت کا حوصلہ دیکھئے کہ اس نے بلا جھجک بلا تامل پورے یقین واعتماد کے ساتھ اسلام کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیا۔ جب عرب کا ذرہ ذرہ آپ کے خون کا پیاسا تھا ایک عورت تھی جو آپ کے زخموں پر مرہم لگا رہی تھی، ہمت بندھا رہی تھی جب سب جھٹلا رہے تھے تو صرف ایک عورت تھی جو تصدیق کررہی تھی، جب سب انکار کررہے تھے تو صرف ایک عورت تھی جو اقرار کررہی تھی۔ سب دل توڑ رہے تھے تو صرف ایک عورت تھی جو دل جوڑ رہی تھی۔ آج جسے ساری دنیا کے تمام علماء وصلحاء، بزرگانِ دین، بادشاہ وحکام، عوام وخواص بڑے احترام کے ساتھ ام المؤمنین حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مبارک نام سے یاد کرتے ہیں۔ وہ عورت مکۃ المکرمہ کی نہایت دولتمند اور امیر ترین عورت تھی، اس نے اپنا سارا اثاثہ اور ساری دولت اللہ کی راہ میں قربان کردی، اللہ کو بھی راضی کرلیا اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بحیثیتِ رسول راضی کرلیا اور جنت کی حقدار بن گئی۔

حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کے ایمان لانے کے بعد بہت سے مرد اور بہت سی عورتیں بھی ایمان لائیں لیکن پورا مکہ شہر تو شرک وبت پرستی میں مبتلا تھا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کو ایک نظر

دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔ بلکہ ظلم وستم کرنے میں کوئی حد نہ چھوڑی تھی، خدا کی پناہ کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے راستوں پر کانٹے بچھا دئیے جاتے، کبھی غلاظت اور کوڑے کرکٹ کے ٹوکرے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمِ اطہر پر پھینکے جاتے، کبھی گردن میں کپڑا ڈال کر کھینچا جاتا جس سے گلا گھٹنے لگتا، آنکھیں باہر کو آنے لگتیں، کبھی سر پر اونٹ کی اوجھڑ رکھدی جاتی، ایسا بھی ہوا کہ آپ کے ساتھیوں کو دہکتے ہوئے انگاروں پر لٹا دیا گیا، مکہ کی وہ کنکریلی زمین جو تنور کے بھوبھل کی طرح تپتی ہے دوپہر کی آگ برسانے والی دھوپ میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کا بچھونا بنائی جاتی، ننگا لٹا کر ان کے سینے پر پتھر رکھدیا جاتا تاکہ ہل بھی نہ سکیں، کبھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں کی مشکیں کس کر صرف اس جرم پر کوڑے اور بید لگائے گئے کہ بت پرستی کیوں چھوڑ دی؟ اللہ کو ایک کیوں کہتے ہو؟ پتھروں کو کیوں نہیں پوجتے؟ نیکی اور بھلائی کی باتیں کیوں کرتے ہو؟ برائیوں سے کیوں روکتے ہو؟

دین کی خاطر سب سے پہلے جان کی قربانی دینے والی عورت

میری ماؤں اور بہنوں میں تمہیں بتاؤں کہ ایسے پُر فتن اور پُر آشوب ماحول میں جہاں مسلمانوں کو سانس لینا مشکل ہو رہا تھا عورتوں نے کمر ہمت باندھ لی، مسلمان عورتوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اپنی جان، مال اور سب کچھ لٹا دینے کی قسمیں کھالیں، چنانچہ ایک عورت نے بڑی دلیری، بہادری شجاعت اور حوصلہ کے ساتھ اپنی جان کی قربانی پیش کردی، ہوا یوں کہ مکہ کا کافر سردار اور رکھیا ملعون ابوجہل جو مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن تھا، بڑا کھار کھائے بیٹھا تھا، چاہتا تھا کہ مسلمانوں کو ایک پل میں ختم کردے، اس نے سنا کہ

مکہ کی مشہور و معروف عورت بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا بھی ایمان لے آئی اور مسلمان ہوگئی، تو غصہ میں بھرا ہوا ان کے گھر آیا۔ اور جو کچھ اس بد زبان کی زبان پر آیا بکتا رہا۔ بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا چپ چاپ سنتی رہی، پھر وہ اور بگڑا، کہنے لگا سمیہ تو اب بھی ایمان سے پھر جا، اور کہدے اللہ اکیلا معبود نہیں ہے، تین سو ساٹھ بت جو کعبہ میں رکھے ہیں وہ بھی عبادت کے لائق ہیں، وہ بھی خدا ہیں۔ اور یہ بھی کہہ کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول نہیں ہیں، بلکہ وہ ایک مجنون اور پاگل ہے۔ ورنہ میں تجھے ابھی زمین میں گاڑ دوں گا، ٹکڑے ٹکڑے کردوں گا۔ بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا جو بہت دیر سے اس شیطان نما شخص کی بدگوئی اور بدتمیزی کو سہے جا رہی تھی یہ سنکر تاب نہ لاسکی، ایمان کے جوش نے اس ملعون کی گفتگو کا جواب دینے پر مجبور کردیا، فرمانے لگیں۔ او ظالم مردود شخص! سمیہ ایمان لاچکی ہے اور پڑھ چکی ہے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)، اب جو چاہے تو کرلے میں ایمان سے پھرنے والی نہیں ہوں۔ یہ کہنا تھا کہ ابوجہل آگ بگولہ ہوگیا، اس نے دو اونٹ منگوائے بی بی سمیہ کی ایک ٹانگ ایک اونٹ میں، دوسری ٹانگ دوسرے اونٹ میں باندھی اور دونوں کو مخالف سمتوں میں بھگایا اور پھر آپ کے نازک حصہ میں نیزہ مارا جس سے دو ٹکڑے ہوگئے اور وہ شہید ہوگئیں۔

حیرت ہوتی ہے جب ہم یہ واقعہ پڑھتے ہیں، کہ اس جنتی عورت نے ایک بار حرفِ غلط کی طرح بھی اپنی زبان سے یوں نہیں کہا کہ مجھے چھوڑ دو جو تم کہوگے میں وہی کہدوں گی بلکہ خوشی کے ساتھ کلمہ پڑھتے ہوئے جان دیدی مگر اُف بھی نہ کی۔

میری ماؤں اور بہنوں ــــ یہ وہ واقعہ ہے جس نے حضرت بی بی سمیہ

رضی اللہ عنہا کو دونوں جہان میں عزت و حرمت اور شہرت و عظمت کے پہاڑ پر بٹھا دیا اور ایک تاریخ قائم کردی ؎

موت اس کی ہے کرے جس کا زمانہ افسوس
یوں تو سبھی آئے ہیں دنیا میں مرنے کیلئے

جب جب بھی اسلام کی تاریخ لکھی جائے گی، جب جب بھی اسلام کی تبلیغ کا ذکر ہوگا، جب جب بھی صحابہ و صحابیات کی قربانیوں کا تذکرہ ہوگا تو سب سے پہلے یہ واقعہ دہرایا جائے گا کہ اسلام کی خاطر سب سے پہلے اپنی جان کی قربانی دینے والی ایک عورت تھی جسے سیدۃ الشہداء بی بی سمیہ رضی اللہ عنہا کہتے ہیں۔ جنتی عورتوں میں مخصوص عورت اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے۔ آمین۔

سب سے پہلے مہاجر قافلے کے ساتھ جانے والی عورت

جب مسلمانوں پر ظلم و ستم کی حد ہوگئی اور جینا دوبھر ہوگیا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو مکہ سے ہجرت کرجانے کا حکم دیا کہ مکہ چھوڑ کر ملک حبشہ چلے جائیں جو بہت دور تھا، مسلمانوں کا ایک قافلہ جانے کے لئے تیار ہوا اس قافلہ میں جانے والوں میں سب سے پہلے ایک عورت تھی جس کا نام حضرت رقیہ رضی اللہ عنہا تھا، اسلام کی خاطر ایمان کی خاطر، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا کی خاطر اپنے والد اپنی ماں، اپنی بہنوں اور تمام رشتہ داروں کو چھوڑ کر چلی گئی۔

دین کی محنت عورتوں کا بھی فرض ہے

میری ماؤں اور بہنوں ــــ یاد رکھو چودہ سو سالہ اسلامی تاریخ عورتوں کی خدمات، قربانیوں اور بے نظیر کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ عام

Scanned by CamScanner

طور پر آج کی مسلمان عورتیں یہ سمجھتی ہیں کہ دین کی محنت کرنا بڑا مشکل کام ہے اس لئے بس وہ مردوں کی ذمہ داری ہے، عورتوں کا اس سے کوئی تعلق نہیں، عورتوں کا کام تو سینا، پرونا، جھاڑو دینا، کھانا بنانا اور صفائی کرنا ہے قرآن پڑھنا، پڑھانا، دینی کتابوں کا مطالعہ کرنا، نماز پڑھنا، صدقہ کرنا، دین سیکھنے سکھانے کی تدبیریں اور کوششیں کرنا عورتوں کا کام نہیں ہے حالانکہ سچائی یہ ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں کی بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ جس طرح پہلی عورتوں نے اسلام اور ایمان کی خاطر اپنی ذمہ داریاں نبھائیں، قربانیاں دیں۔ محنتیں کیں اور وہ محنتیں قیامت تک کے لئے تاریخ کا ایک حصہ بن گئیں اور رہتی دنیا تک کے لئے ان کا فیض جاری وساری ہوگیا، اسی لئے آج پوری دنیا کے مسلمان انہیں احترام اور عزت کی وجہ سے اپنی مائیں کہہ کر پکارتے ہیں۔

اللہ کی بندیو! یاد رکھو اگر تم اللہ کے دین کی محنت کروگی تو اللہ تمہیں بھی دنیا وآخرت میں چمکائے گا، اور اگر دین سے دور رہ کر زندگی گذاروگی تو ہم تم زمین پر ایک بوجھ ہیں اس کے سوا کچھ نہیں۔ اسلامی تاریخ کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ عورتوں نے اللہ کے دین کی محنت کرنے میں جان توڑ کوششیں کی ہیں، ان کی محنتوں کے نتیجہ میں بہت سے اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ایمان کی دولت سے سرفراز ہوئے ہیں۔

دین کی خاطر سب سے پہلے خون بہانیوالی عورت

چنانچہ لکھا ہے، اور آپ نے بھی فضائل اعمال یا دیگر کتابوں میں بارہا سُنا ہوگا کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بہن حضرت فاطمہؓ بنت خطاب ایمان لے آئیں تو عمر کفر کی حالت میں تھے، حضور اقدس صلی اللہ

علیہ وسلم کے قتل کے ارادہ سے جارہے تھے، راستہ میں نعیم بن مسعودؓ کے ذریعہ پتہ چلا کہ ان کے بہن بہنوئی بھی ایمان لاچکے ہیں، بس غصہ کی انتہا نہ رہی، گھر پہنچے تو بہن کو اتنا مارا کہ خون کے فوارے چھوٹ گئے۔

بہن بہنوئی کو آخر عمر نے اس قدر مارا
کہ زخموں سے نکل کر خون کی بہنے لگی دھارا
بہن بولی عمر ہم کو اگر تو مار بھی ڈالے
شکنجے میں کسے یا بوٹیاں کتوں سے نچوالے
مگر ہم دینِ حق سے ہرگز پھر نہیں سکتے
بلندی معرفت کی مل گئی ہے گر نہیں سکتے

آخر ایک عورت کے ایمان کے سامنے عمر کمزور پڑگئے، بولے دکھلاؤ تم کیا کر رہے تھے؟ بہن بولی پہلے غسل کرلو پھر اس مقدس کلام کو ہاتھ لگانا۔ حضرت عمر جو اس وقت کفر کی تاریکیوں میں بھٹک رہے تھے، پاک صاف ہوکر جو سورۂ طٰہٰ پڑھی ہے دل کی دنیا بدل گئی۔ بقول حفیظ جالندھری

کلام پاک کو پڑھتے ہی آنسو ہوگئے جاری
خدائے وحدۂ قدوس کی ہیبت ہوئی طاری

پھر کیا تھا یا تو سر لینے چلے تھے یا قدموں پر سر رکھدیا اور مشرف باسلام ہوگئے۔ یہی عمر ہیں جن کا دبدبہ اور رعب اقوام عالم پر چھا گیا تھا، دس سال سے زائد صحیح معنی میں اسلامی حکومت کی، دس لاکھ مربع میل فتح کیا۔ یہ ایک بہن کی قربانی اور ایمانی استقامت کا نتیجہ تھا کہ ایک سخت گیر شخص کو اسلام پر جھکا دیا۔

عورتوں کی تبلیغ پر ایمان لانیوالے اجلہ صحابہؓ

اسی طرح حضرت عکرمہ بن ابی جہل رضی اللہ عنہ اپنی

بیوی ام حکیم کے ذریعہ ایمان لائے۔ جب مکہ فتح ہوگیا اور دشمنانِ اسلام بھاگ گئے تھے تو ان میں حضرت عکرمہ رض بھی تھے۔ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہ جو ان کی بیوی تھیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر دوڑی تو مکہ سے بہت دور سمندر کے کنارے عکرمہ رض پہنچ چکے تھے اور قریب تھا کہ جہاز پر سوار ہوکر فرار ہوجائیں حضرت ام حکیم وہاں پہنچیں تو انہیں سمجھایا بجھایا اور بہت اخلاق کریمانہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کئے تو عکرمہ رضی اللہ کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ مسلمان ہوگئے۔

حضرت سعدیٰ بنت کریز رضی اللہ عنہا کے ذریعہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایمان لائے، حضرت ابوطلحہ انصاری رضی اللہ عنہ بھی اپنی بیوی حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کے ذریعہ ایمان لائے۔ عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ عورتیں جب دین کی تعلیم و تبلیغ پر کمربستہ ہوئیں، اللہ کے دین کی محنت کو اپنی زندگی کا جزو بنالیا تو اللہ نے ان سے بڑے بڑے کام لئے، کہ اجلّۂ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین ان کی تعلیم و تبلیغ پر ایمان لے آئے۔ بیشمار واقعات ہیں جن سے عورتوں کے دینی محنت اور دینی جذبہ کے بے مثال کارنامے نظر آتے ہیں۔

عورت کی تربیت کا اثر اولاد میں نظر آتا ہے

اگر آج بھی ہماری مائیں، بہنیں پختہ ارادہ کرلیں کہ ہم بھی اپنی طاقت، قوت اور صلاحیت کے اعتبار سے دین کی خدمت کریں گے تو کوئی وجہ نہیں کہ وہ اپنے ارادہ میں کامیاب نہ ہوسکیں، عورتوں کا دائرہ بظاہر محدود معلوم ہوتا ہے، لیکن حقیقت کے اعتبار سے آپ کی کوششیں اور تدبیریں پورے سماج و معاشرہ پر اثر انداز ہوتی ہیں، گھریلو اور باہری زندگی میں عورت کی تربیت، تعلیم اور جد و جہد کا اثر الگ ہی نظر آتا ہے، اولاد کی جیسی تربیت ماں

کرسکتی ہے کوئی دوسرا نہیں کرسکتا۔ ماں بچے کا پہلا اسکول اور پہلا مدرسہ ہوتی ہے اسے جیسی تعلیم وہاں ملے گی وہ ویسا ہی بن کر لوگوں کے سامنے آئیگا، باپ کے مقابلہ میں اولاد کا تعلق ماں سے زیادہ ہوتا ہے، اسی لئے اولاد جتنی بے تکلف ماں سے ہوتی ہے باپ سے نہیں۔ اولاد کے اخلاق و عادات کا جتنا نقشہ ماں کے سامنے ہوتا ہے باپ کے نہیں، یہی وجہ ہے کہ ماں بچے کی جن خصائل، اخلاق اور اعمال کے ساتھ پرورش کریگی اس کا اثر لازمی طور پر اولاد میں نظر آئیگا اور ماں کے اعمال کے اثرات کا تعلق صرف بچہ کی پیدائش کے بعد سے ہی نہیں بلکہ اسی وقت سے ہوتا ہے جبکہ ماں کے پیٹ میں حمل قرار پاتا ہے۔

والدہ کی دینی تربیت کا اثر

چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے کہ افغانستان میں ایک بادشاہ گذرا ہے دوست محمد، بڑا خدا ترس اور دیندار انسان تھا، اس کے زمانہ میں کسی دوسرے بادشاہ نے اس پر چڑھائی کردی دوست محمد نے اپنے بیٹے کو فوج دیکر مقابلہ کے لئے بھیج دیا چند دنوں کے بعد بادشاہ کے کارندوں نے اطلاع دی کہ آپ کا صاحبزادہ امیر عبدالرحمن دشمن کے مقابلہ میں شکست کھاکر بھاگ گیا ہے، بادشاہ کو بڑا صدمہ ہوا، جاکر بیگم کو یہ غمناک خبر سنائی، بیگم نے کہا یہ خبر غلط ہے، بادشاہ نے کہا ابھی ابھی ہماری خفیہ ایجنسی نے اطلاع دی ہے، خبر صحیح ہے، بیوی نے کہا ایسا ہو ہی نہیں سکتا کہ میرا بیٹا شکست کھاکر میدانِ جنگ سے بھاگ جائے وہ یا تو شہید ہوجائیگا یا فتح پائیگا۔ دوسرے دن خبر آگئی کہ واقعی پہلی خبر غلط تھی۔ بادشاہ نے بیوی سے معلوم کیا کہ بغیر تحقیق کے اتنے اعتماد کے ساتھ یہ بات کیسے کہدی تھی کہ میرا بیٹا شکست کھاکر بھاگ نہیں سکتا۔ بیگم نے کہا اصل بات یہ ہے کہ جب وہ میرے پیٹ میں تھا تو میں نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا تھا کہ ان نو مہینوں میں ایک لقمہ بھی ایسا نہیں کھاؤنگی

Scanned by CamScanner

جس پر حرام کا شبہ ہو بلکہ حلال رزق سے ہی اپنا پیٹ بھروں گی۔ دوسری بات جس کا میں نے التزام کیا تھا وہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر اللہ سے دعا کر کے پھر دودھ پلاتی تھی اس لئے مجھے یقین تھا کہ جس کی رگوں میں حلال خون گردش کر رہا ہو وہ سینہ پر تیر کھا کر شہید تو ہو سکتا ہے، پیٹھ پر زخم کھا کر بھاگ نہیں سکتا۔

ایک عورت اتنے اعتماد اور یقین کے ساتھ اسی وقت جواب دے سکتی ہے جبکہ اس نے واقعتاً اس کی پرورش انتہائی دیانتداری کے ساتھ کی ہو۔ اس نے اپنے اعمال و اخلاق کو اسلامی تہذیب و تمدن کی روشنی میں بنائے رکھا ہو، اس لئے کہ ماں کی نقل و حرکت کا بچہ کی پرورش اور نشو و نما پر بڑا زبردست اثر پڑتا ہے۔

ماں کی دینی زندگی کا واقعہ

حضرت بختیار کاکیؒ کے بارے میں لکھا ہے کہ جب وہ چار سال کے ہوئے تو ان کی والدہ محترمہ انہیں مکتب میں استاذ کے پاس لیکر گئیں کہ میرے یتیم اور لاڈلے بچہ کی بسم اللہ کرا دو۔ جب استاد صاحب نے کہا کہ بیٹا پڑھو بسم اللہ الرحمٰن الرحیمؕ تو خواجہؒ نے خود بخود اعوذ باللہ، بسم اللہ پڑھنے کے بعد الٓمٓ سے پڑھنا شروع کر دیا، پڑھتے چلے گئے یہاں تک کہ پندرہ پارے مکمل ہو گئے۔ استاذ صاحب حیران تھے، انہوں نے کہا کہ بیٹا آگے بھی پڑھو۔ حضرت بختیار کاکیؒ نے عرض کیا، استاذ محترم جب میں ماں کے پیٹ میں تھا تو میری ماں نے پندرہ پارے ہی پڑھے تھے، بس اللہ نے مجھے بھی وہ پندرہ پارے یاد کرا دیئے۔

سرکار دو عالم، آقا و مولیٰ، تاجدار مدینہ محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عورتیں بچوں کو لوریاں دیتی تھیں۔ یا اللہ میرے بچے کو زندگی دے تو مجاہدوں والی، موت دے تو شہادت والی سے

وہ مائیں پیدا کرتی تھیں غازی
دھنی تلوار کے میدان کے غازی
وہ مائیں جبکہ لیتی تھیں بلائیں
تو یوں بیٹے کو کرتی تھیں دعائیں
عبادت میں کٹے بیٹا جوانی
شہادت میں ختم ہو زندگانی

اس زمانہ کی عورتیں بچوں کی اسلامی تربیت و پرورش کرنے میں بڑی محنت کرتی تھیں، بڑی جد و جہد کرتی تھیں اور پھر اس دینی جد و جہد اور سعی و کوشش کے نتیجہ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنے کی متمنی رہتی تھیں۔

دین کی خاطر قربانی کا جذبہ

مؤرخین نے لکھا ہے کہ حضرت بی بی اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا جو امیر المؤمنین حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی صاحبزادی ہیں۔ حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی والدہ محترمہ ہیں، اسیؔ سال کی عمر ہے، اس کا لاڈلا اور پیارا بیٹا پھانسی کے پھندہ پر لٹکا دیا گیا، ماں آتی ہے دیکھ کر ماتم نہیں کرتی، سینہ کوبی نہیں کرتی، ہائے ہائے نہیں کرتی، مرثیہ نہیں پڑھتی، بیٹے کو دیکھ کر کہتی ہے "خدائے پاک نے میری دعا سُن لی، میں نے لوریاں دیتے وقت بیٹے کو شہادت کی دعا دی تھی وہ پھانسی کی شکل میں قبول ہو گئی۔ اے میرے بیٹے مجھے ناز ہے کہ میرا دودھ پی کر تو نے حلال کیا ہے، لوگو یہ پھانسی کے تختہ پر نہیں کھڑا ہے بلکہ شہسوار اپنی سواری پر جنت کے انتظار میں کھڑا ہے۔ لوگو مجھے مبارکباد دو کہ میں شہید بیٹے کی ماں ہوں۔"

میری ماؤں اور بہنوں یہ تھیں وہ عورتیں جن پر اسلام کو ناز ہے۔ اگر

Scanned by CamScanner

آج بھی ہماری عورتیں یہ تہیہ کرلیں کہ ہمارا جینا مرنا اسلام پر ہوگا تو ایسے واقعات رونما ہو سکتے ہیں۔ کوئی حرام کا لقمہ پیٹ میں نہ جائے، سچائی، ایمانداری، دیانتداری کو اپنی عادت بنالیں۔ نماز، روزہ کا پابندی سے اہتمام کریں، پھر ان کی گود میں پروان چڑھنے والا بچہ دن کا مجاہد، رات کا زاہد ہوگا۔

اللہ کی اطاعت کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو

ایکبار آخر میں گذارش کرتا ہوں ان سب ہی عورتوں سے جو اس مجمع میں میری بات سن رہی ہیں، کہ اللہ کی اطاعت کی رسی مضبوطی سے پکڑ لو۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر چل کر زندگی گذارو تمہیں اگر پتہ نہیں ہے تو اپنے مردوں سے کہو کہ وہ تمہارے لئے ایسی معلومات کریں جس سے اللہ کا حکم نبی کا طریقہ معلوم ہو اور اسی کے ساتھ اپنے شوہروں کو، اپنی اولاد کو نماز، روزہ ادا کرنے کی فکر دلاؤ، ایمانداری کے ساتھ کاروبار کرنے کی فکر دلاؤ۔ جھوٹ، چوری زناکاری اور شراب خوری سے بچنے کی تدبیر کرو۔ مردوں کی سمجھ میں عورتوں کی باتیں جلدی آجاتی ہیں۔ اگر تم نے دین کی فکر اوڑھ لی تو کوئی وجہ نہیں کہ تم بی بی ہاجرہؑ بی بی خدیجہؓ، بی بی سمیہؓ اور رابعہ بصریہؒ جیسے حیرت انگیز کارنامے نہ انجام دیدو۔

یاد رکھو اس وقت امت میں جہالت، بے دینی، غفلت اور لاپرواہی کا دور دورہ ہے، اس وقت امت تباہی کے دہانے پر اور دوزخ کے کنگارہ پر کھڑی ہے اس میں جہاں مسلمان مردوں کی سستی، کاہلی اور دین سے دوری کو دخل ہے وہیں ہماری عورتوں میں دین سے بے توجہی اور لاپرواہی کو بھی دخل ہے۔ بس ہمارے مرد دنیا کمانے، لوٹنے، چوری کرنے اور قتل وغارت گری کرنے پر شب وروز لگے ہوئے ہیں۔ وہیں ہماری عورتیں بھی عیش وعشرت اور سیر وتفریح، نام ونمود اور بناؤ سنگار پر اپنی ساری فکر لگارہی ہیں۔

مسلمان عورت کی ذمہ داری

یاد رکھو جتنی ذمہ داری مردوں کی ہے کہ وہ اپنی اور اپنے اہل وعیال کی دینی فکر کریں، امت میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ انجام دیں، اتنی ہی ذمہ داری عورتوں کی بھی ہے کہ وہ بھی اپنی اولاد شوہر اور والدین کی فکر کریں کہ سارے لوگ اللہ کے دین پر چل کر زندگی گذارنے والے بن جائیں۔ میں یہ بات اس لئے کہہ رہا ہوں کہ اللہ پاک نے قرآن حکیم میں ارشاد فرمایا ہے:

وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَاءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ اُولٰۗىِٕكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ۭ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝

ترجمہ: "اور مسلمان مرد اور مسلمان عورتیں ایک دوسرے کے مددگار ہیں۔ نیک باتیں بتاتے ہیں اور بری باتوں سے روکتے ہیں۔ نماز کی پابندی کرتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم پر چلتے ہیں، یہی لوگ ہیں جن پر اللہ رحم کرے گا۔ بے شک اللہ زبردست حکمت والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں سے وعدہ کر رکھا ہے ایسے باغوں کا جن کے نیچے سے نہریں چلتی ہوں گی۔ اور اس میں وہ ہمیشہ رہا کریں گے اور ایسے صاف ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی ان سب نعمتوں میں سب سے بڑھ کر ہے، یہی بڑی کامیابی ہے۔"

حاضرین میں سے سبھی ان آیات میں غور فرمائیں کہ کس طرح اللہ نے تمام

مسلمان مردوں اور عورتوں کو ایک ساتھ مخاطب بنا کر ان کی بہترین امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بیان فرمائی۔ اور پھر ان پر رحم فرمانے کا وعدہ فرمایا۔ اور انکو جنت کی بشارت دی اور اپنی خوشنودی اور رضامندی کا پروانہ بھی دیدیا۔

اس لئے ذمہ داری سب کی ہے، مردوں کی طرح عورتوں کو بھی دین کی فکر کرنی چاہیئے۔

خدا جانے ہمارے زمانہ کی عورتوں کی سمجھ میں کہاں سے یہ بات بیٹھ گئی کہ دین پر چل کر زندگی گذارنے، دین پھیلانے، اللہ کو راضی کرنے، دوزخ سے بچنے، قیامت کے دن حساب وکتاب سے بچنے، قبر کے سوالات اور سختی سے بچنے کا کام کرنے کی ذمہ داری صرف مردوں کی ہے عورتوں سے پوچھ نہیں ہوگی عورتوں کا جنت دوزخ سے کوئی واسطہ نہیں ہے۔ دنیاوی سماج ومعاشرہ میں عورتوں کی کوئی دینی ذمہ داری نہیں ہے، ان سے اس بارے میں کوئی سوال نہیں ہوگا، کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ میری اسلامی بہنو یاد رکھو اور خوب اچھی طرح سمجھ لو، تمہاری بھی پکڑ ہوگی اور بڑی سخت ہوگی۔ جس طرح مردوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے اسی طرح عورتوں کو بھی اللہ نے پیدا کیا ہے، اسی نے تمام کائنات بنائی، اسی نے تمام انسان بنائے اور اسی نے انسانوں میں مرد عورت بنائے پھر انہیں اولاد عطا کی، بھائی، بہن دیئے، والدین دیئے اور ان سب کی ذمہ داری ایک مرد اور ایک عورت پر بھی، یہی وجہ ہے کہ جتنا ذمہ دار مرد ہے عورت بھی اپنی حدود کے اعتبار سے اتنی ہی ذمہ دار ہے۔ اس لئے کہ قرآن و حدیث میں خوشخبریاں دونوں کے لئے ہیں، اللہ کے وعدے دونوں کیلئے ہیں۔ دونوں کو اللہ پاک برابر اجر عطا فرمائیں گے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے

اللہ کا وعدہ مرد و عورت کے لئے

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى

وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

ترجمہ: "اور جس مسلمان مرد یا عورت نے نیک عمل کیا تو ہم اس کو (دنیا میں) بالطف زندگی دیں گے اور (آخرت میں) ان کے اچھے اعمال کے بدلے میں ان کا اجر دیں گے۔"

یہ اللہ پاک کے کلام کی خوشخبریاں ہیں جو تمام مرد، عورتوں کیلئے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آج اتنی طویل گفتگو سننے کے بعد میری اسلامی بہنوں کو توجہ ہوئی ہوگی کہ دین پر چلنا اور دوسرے کو چلاتے رہنے کی تدبیر کرنا اور فکر سب کی ذمہ داری ہے۔ اور میں یہ کہتا ہوں اگر عورتیں اپنی ذمہ داری کو سمجھ لیں تو مرد پھر اُن سے بڑھ نہیں سکتے۔ میں نے تاریخ میں پڑھا اور آپ کو بتایا ہے کہ جب جب عورتوں نے اپنے دینی جذبہ کا اظہار کیا ہے تو اللہ نے ان سے ایسے ایسے کام لے لئے جو تاریخ کا ایک حصہ بن گئے اور قیامت تک کیلئے ان کا نام روشن ہو گیا۔

اللہ تعالیٰ آپ سب کو بھی اور مجھ سیہ کار کو بھی دین کیلئے کام کرنے اور دین پر چل کر زندگی گذارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما علینا الا البلاغ

دینی جدوجہد میں نمایاں کردار ادا کرنیوالی

بناتِ اسلام

اسلام میں دینی جدوجہد اور سعیٔ تبلیغ میں نمایاں کردار ادا کرنیوالی امّ المؤمنین صحابیات، تابعیات اور بناتِ اسلام کے چند نام جو اپنے دور میں فقیہات و مفتیات، محدّثات اور مفسرات، صوفیات و معلمات بن کر ابھریں۔ اور جو علم و فضل، روایت و درایت، تفقہ اور زہد و تقویٰ میں مشہورِ زمانہ رہیں۔ اور جن کی قربانیوں کے سبب اسلام کی اشاعت و ترویج میں چار چاند لگے۔ اور جو تاریخ کا ایک روشن باب اور حصہ بن گئیں اور جن کے دیئے ہوئے روشن نقوش و خطوط پر چل کر یہ امت فوز و فلاح کو پہونچی اور تا قیامت یہ سلسلہ جاری رہیگا انشاء اللہ۔

مرتب

١ ام المؤمنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا
٢ ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا
٣ ام المؤمنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا
٤ ام المؤمنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا
٥ ام المؤمنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا
٦ ام المؤمنین حضرت آم حبیبہ رضی اللہ عنہا
٧ ام المؤمنین حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا
٨ ام المؤمنین حضرت جویریہ رضی اللہ عنہا

٩ حضرت حلیمہ سعدیہ رضی اللہ عنہا
١٠ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا
١١ حضرت ام شریک رضی اللہ عنہا
١٢ حضرت ام حکیم رضی اللہ عنہا
١٣ حضرت عفراء انصاریہ رضی اللہ عنہا
١٤ حضرت ام سُلیم رضی اللہ عنہا
١٥ حضرت شفا بنت عبداللہ رضی اللہ عنہا
١٦ حضرت ام عمارہ انصاریہ رضی اللہ عنہا
١٧ حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا
١٨ حضرت زنیرہ رضی اللہ عنہا
١٩ حضرت ناجیہ رضی اللہ عنہا
٢٠ حضرت خنساء رضی اللہ عنہا ــ (عرب کی مشہور شاعرہ)
٢١ حضرت فاطمہ بنت قیس قرشیہ رضی اللہ عنہا
٢٢ حضرت خولہ بنت حکیم ثعلبہ رضی اللہ عنہا
٢٣ حضرت امّ ہانی رضی اللہ عنہا
٢٤ حضرت عاتکہ بنت زید رضی اللہ عنہا
٢٥ حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا
٢٦ حضرت رُبیع بنت نظر رضی اللہ عنہا
٢٧ حضرت ام عطیہ انصاریہ رضی اللہ عنہا
٢٨ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہا
٢٩ حضرت سفانہ بنت حاتم طائی رضی اللہ عنہا

Scanned by CamScanner

۳۰ حضرت ام حرام رضی اللہ عنہا
۳۱ حضرت ام سلیط رضی اللہ عنہا
۳۲ حضرت خیرہ رضی اللہ عنہا (والدہ امام حسن بصریؒ)
۳۳ حضرت ام الحکم عائشہ بنت محمد بغدادیہ رحمۃ اللہ علیہا
۳۴ حضرت ام احمد زلیخا بنت الیاس غزنویہ رحمۃ اللہ علیہا
۳۵ حضرت تاج النساء بنت رستم اصفہانیہ رحمۃ اللہ علیہا (مکۃ المکرمہ)
۳۶ حضرت صفیہ بنت ابراہیم رحمۃ اللہ علیہا (مدینۃ المنورہ)
۳۷ حضرت ربیعہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا (صلاح الدین ایوبی کی ہمشیرہ)
۳۸ حضرت رابعہ بصریہ رحمۃ اللہ علیہا
۳۹ حضرت زبیدہ خاتون رحمۃ اللہ علیہا (خلیفہ ہارون رشید کی اہلیہ)

برائے ایصالِ ثواب

قارئینِ کرام سے درخواست ہے کہ وہ ہمارے احباب محترم جناب بھائی الحاج نذیر داؤد شیخ صاحب۔

ومحترم جناب بھائی الحاج سلیم احمد لمباٹ واقبال حسین محمد لمباٹ لیسٹر

وجناب الحاج شبیر ولی منشی صاحبان بلیک برن کے والدین محترمین کے لئے ایصال ثواب فرمائیں کہ اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے اور انہیں اعلیٰ علیین میں مقام نصیب فرمائے۔

مرتب :۔

Scanned by CamScanner

مفکر ملت حضرت اقدس مولانا محمد اسلم صاحب مدظلہ العالی کے مفید ترین خطبات کا مجموعہ

خطباتِ اسلم

---

۷ جلدیں جو اپنی عجیب و غریب اور مندرجہ ذیل خصوصیات کے ساتھ اہل علم میں مقبول ہو چکی ہیں۔

- سادہ و عام فہم، سہل و سلیس، پُرکشش اور جامع خطبات کا حسین مرقع۔
- مناسب آیات، برمحل احادیث، عبرت آموز واقعات اور خطیب محترم کے طویل تجربات کا انوکھا سنگم۔
- خلوص و دردمندی، جذب و شوق، عشق و محبت اور قلبی سوز و گداز جیسے تمام معنوی کمالات سے بھرپور۔
- دلکش عناوین، پُرمغز مضامین اور پُرسوز انداز بیان۔
- طالبین حق کیلئے ہادی و رہنما اور روحانی بیماریوں کیلئے ایک مخلص معالج۔
- ایک ایسی کتاب کہ جس کے مطالعہ سے زندگی کے بے آب و گیاہ میدان میں علم و عمل اور رشد و ہدایت کے پھول اُگنے لگتے ہیں۔

SHAREEF BOOK DEPOT

JAMIA ISLAMIA KASHIF-UL-ULOOM

Chhutmalpur Pin. 247662

Distt. Saharanpur (U.P.) INDIA

9411457187

Scanned by CamScanner